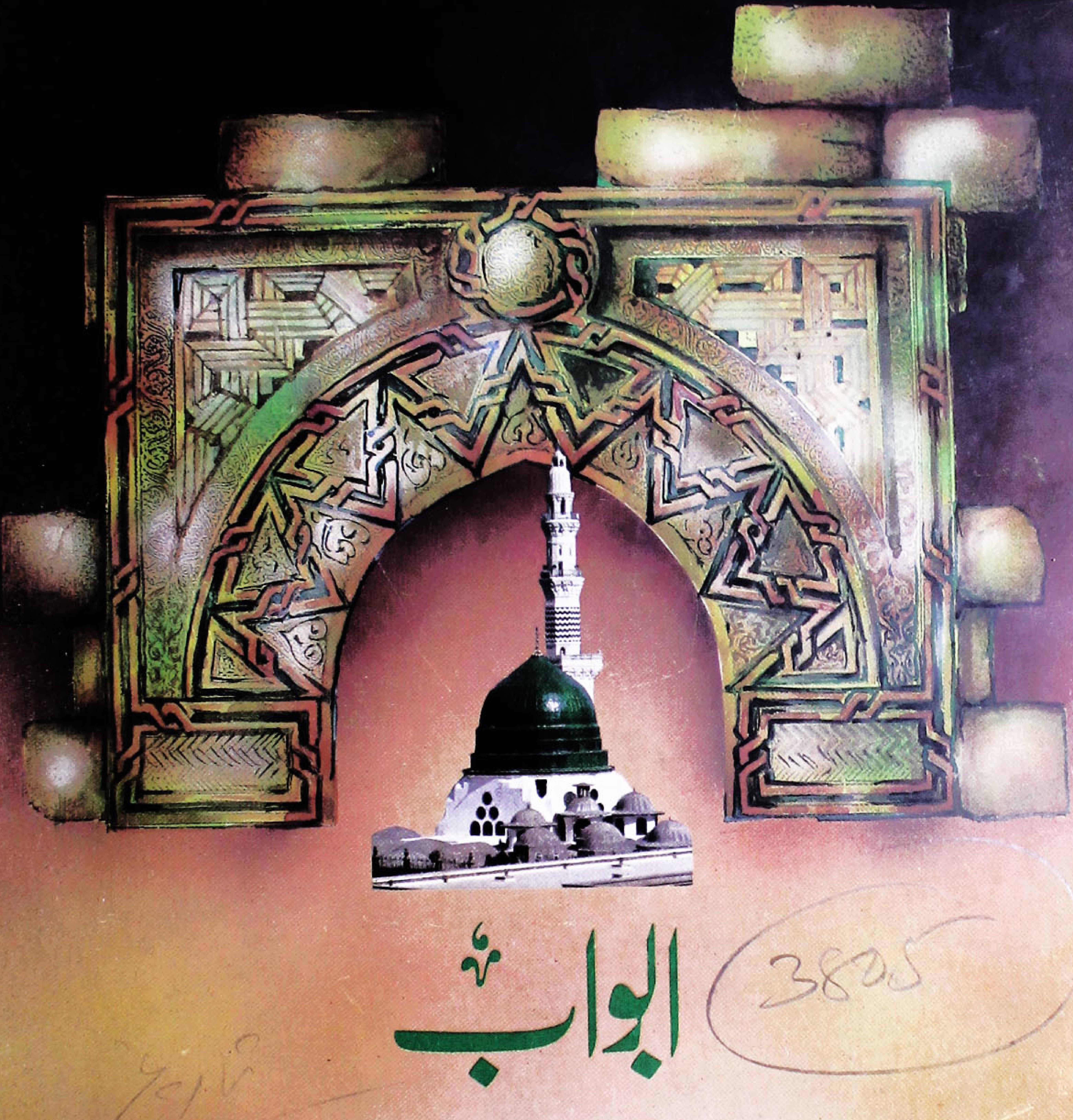

ابواب

تاریخ المدینہ المنورہ

3805

3805

علی حافظ

ذخیرہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

جو 2001ء میں میاں صاحب نے
پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو عطا فرمایا

PUNJAB
UNIVERSITY
LIBRARY
LAHORE

CLASS NO.................

BOOK NO ....

S-369—Punjab University Press—10.000—29-1-2003

Marfat.com

ذخیرہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

جو 2001ء میں میاں صاحب نے

پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو عطا فرمایا

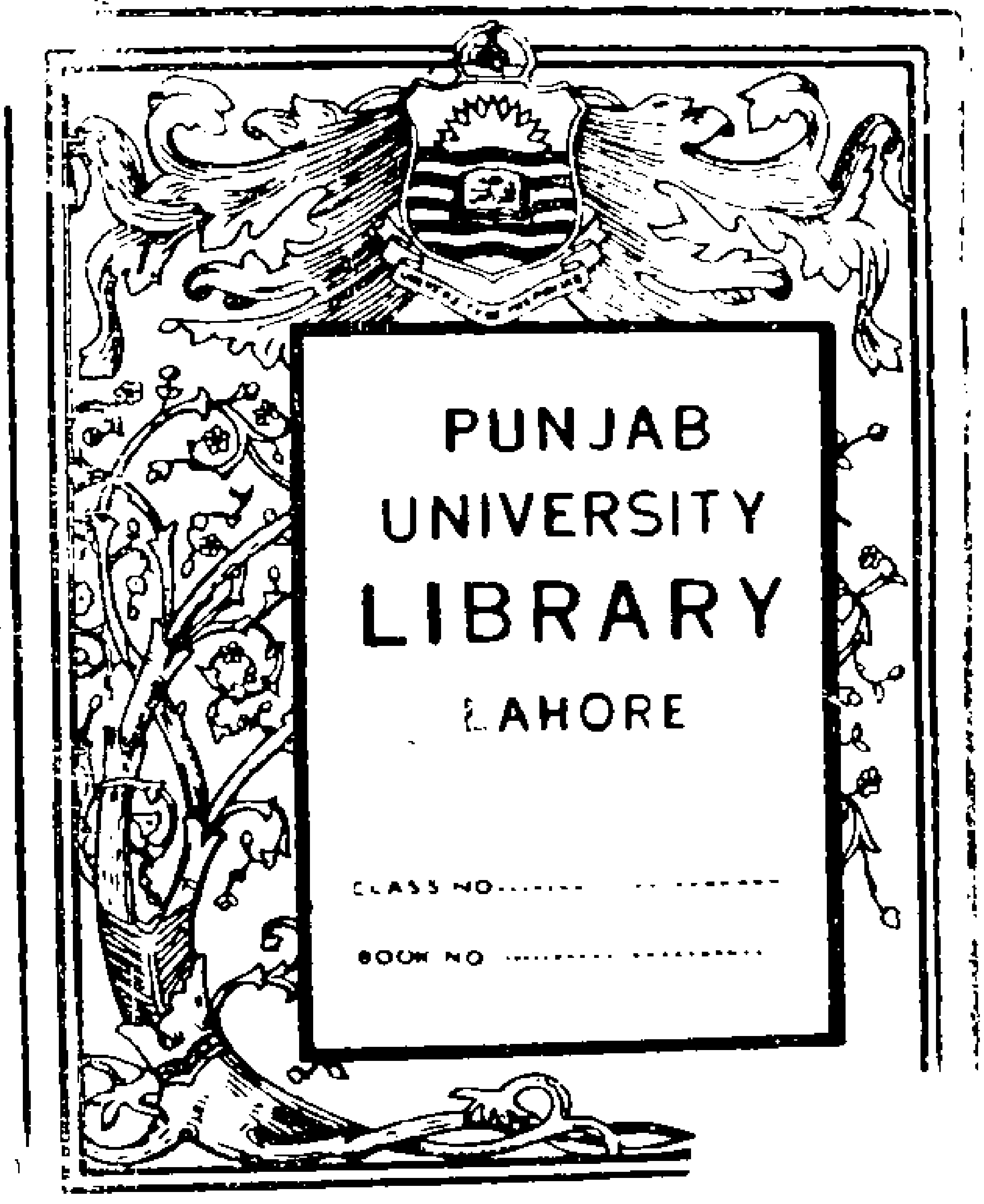

S-369 —Punjab University Press— 10,000— 29-1-2003

3805

آبواب
تاریخ المدینہ المنورہ

مؤلف

علی حافظ

مترجم

آل حسن صدیقی

Marfat.com

آبواب

تاریخ المدینہ المنورہ

مؤلف

علی حافظ

مترجم

آل حسن صدیقی

3

3805

Marfat.com

3805

کتاب کا تعارف

مؤلف: علی حافظ

3505

Marfat.com

کتاب کا تعارف

مؤلف: علی حافظ

87052

895502

Marfat.com

87052

89552

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔۔۔۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

میرے اکثر احباب اور قارئین نے مجھے مشورہ دیا کہ میری کتاب "ابواب تاریخ مدینہ کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ بعض نے تو یہاں تک تجویز کیا کہ اس کتاب کو دیگر زبانوں مثلاً فرانسیسی، ہسپانی، سواحلی، اُردو اور انڈونیشیائی زبانوں میں بھی منتقل کیا جانا چاہیئے۔ اس کتاب کی تالیف کے وقت سے میری بھی یہی خواہش رہی ہے۔

جب میں نے اپنے فرزندوں ہشام علی حافظ اور محمد علی حافظ کے سامنے اس خیال کا اظہار کیا تو انہوں نے نہ صرف اس کی تائید کی بلکہ بڑی سرگرمی سے اس کو سراہا۔ پھر میں نے اپنے دوست اور انگریزی روزنامہ "عرب نیوز" جدہ کے مدیر دارالاہتمام جناب فاروق لقمان صاحب سے اس سلسلے میں تبادلۂ خیال کیا تو انہوں نے بھی بڑی گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا اور اس کام کے لئے جناب محمد ابراہیم اور جناب عبدالوہاب بشیر ایسے لائق مترجمین کو منتخب کردیا۔

ان مترجمین نے یہ تجویز پیش کی کہ کتاب ایسے اختصار وجامعیت کیساتھ لکھی جائے جو بیرونی وغیر ملکی قارئین کے لئے بھی موزوں ومناسب ہو۔ چنانچہ میں نے کتاب کا ایسا خلاصہ تیار کیا کہ اصلی متن میں کوئی ردو بدل نہیں ہوا۔ اور اسکی ایک ایک نقل دونوں مترجمین کو دیدی۔

فاروق لقمان صاحب نے ترجمہ پر نظر ثانی کرکے یہ مشورہ دیا کہ اس کی ترتیب وتدوین اسلامیات کے کسی ایسے فاضل شخص کے ذریعے ہونی چاہیئے جو انگریزی زبان میں اعلیٰ قابلیت رکھتا ہو اور فن تالیف میں بھی ماہر ہو۔ اس مقصد کے لئے ہم نے جناب ماجد سرحان کا انتخاب کیا جو دفتر "شرق الاوسط" لندن میں مترجم ہیں۔

اس موقع پر میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کے سلسلے میں اپنے مشوروں سے نوازا اور اس کو معرض وجود میں لانے کے لئے کوشاں رہے۔

میں اس کتاب کو تمام مسلم وغیر مسلم قارئین کے سامنے پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ یہ ان کے لئے کارآمد ثابت ہو اور اسلامی، علمی اور تاریخی اعتبار سے یہ ایک ایسی روشنی فراہم کرے جس کی بدولت حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقدس مامن ومدفن مدینہ منورہ سے متعلق وہ سب کچھ نظر آجائے جس کے وہ متلاشی ہیں۔

علی حافظ

Marfat.com

بِسم اللہ الرَّحمن الرَّحیم ----- نحمدہ و نصلّی علی رسولہِ الکریم وعلیٰ آلہٗ واَصحابہٖ اجمعین۔

میرے اکثر احباب اور قارئین نے مجھے مشورہ دیا کہ میری کتاب "ابواب تاریخ مدینہ کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ بعض نے تو یہاں تک تجویز کیا کہ اس کتاب کو دیگر زبانوں مثلاً فرانسیسی، ہسپانی، سواہلی، اُردو اور انڈونیشیائی زبانوں میں بھی منتقل کیا جانا چاہیئے۔ اس کتاب کی تالیف کے وقت سے میری بھی یہی خواہش رہی ہے۔

جب میں نے اپنے فرزندوں ہشام علی حافظ اور محمد علی حافظ کے سامنے اس خیال کا اظہار کیا تو انہوں نے نہ صرف اس کی تائید کی بلکہ بڑی سرگرمی سے اس کو سراہا۔ پھر میں نے اپنے دوست اور انگریزی روزنامہ "عرب نیوز" جدہ کے مدیر دارالاہتمام جناب فاروق لقمان صاحب سے اس سلسلے میں تبادلۂ خیال کیا تو انہوں نے بھی بڑی گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا اور اس کام کے لئے جناب محمد ابراہیم اور جناب عبد الوہاب بشیر ایسے لائق مترجمین کو منتخب کردیا۔

ان مترجمین نے یہ تجویز پیش کی کہ کتاب ایسے اختصار وجامعیت کیساتھ لکھی جائے جو بیرونی وغیر ملکی قارئین کے لئے بھی موزوں ومناسب ہو۔ چنانچہ میں نے کتاب کا ایسا خلاصہ تیار کیا کہ اصلی متن میں کوئی ردو بدل نہیں ہوا۔ اور اسکی ایک ایک نقل دونوں مترجمین کو دیدی۔

فاروق لقمان صاحب نے ترجمہ پر نظر ثانی کرکے یہ مشورہ دیا کہ اس کی ترتیب وتدوین اسلامیات کے کسی ایسے فاضل شخص کے ذریعے ہونی چاہیئے جو انگریزی زبان میں اعلیٰ قابلیت رکھتا ہو اور فن تالیف میں بھی ماہر ہو۔ اس مقصد کے لئے ہم نے جناب ماجد سرحان کا انتخاب کیا جو دفتر "شرق الاوسط" لندن میں مترجم ہیں۔

اس موقع پر میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کے سلسلے میں اپنے مشوروں سے نوازا اور اس کو معرض وجود میں لانے کے لئے کوشاں رہے۔

میں اس کتاب کو تمام مسلم وغیر مسلم قارئین کے سامنے پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ یہ ان کے لئے کار آمد ثابت ہو اور اسلامی، علمی اور تاریخی اعتبار سے یہ ایک ایسی روشنی فراہم کرے جس کی بدولت حضور نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقدس مامن ومدفن مدینہ منورہ سے متعلق وہ سب کچھ نظر آجائے جس کے وہ متلاشی ہیں۔

علی حافظ

Marfat.com

انتساب

• چنبیلی کی ان دو بیلوں کے نام جن کی شاخیں ہمیں اپنے آغوش میں لئے ہوئے تھیں اور جن کے پتے ہمارے اوپر سایہ فگن تھے۔

• اُن دو پھولوں کے نام جن کی خوشبو سے ہمارے جسم وجان معطر تھے اور جنہیں دیکھنے اور خوشبو سونگھنے سے کبھی ہماری سیری نہ ہوتی تھی۔

• اُن دو ماہ تاباں کے نام جن کی دودھیا چاندی میں ہم دن رات جیسے نہائے رہتے تھے اور اس روشنی سے ہمیں زندگی کی راہ میں اچھے بُرے کی تمیز ہوتی تھی۔

والد محترم عبدالقادر عثمان حافظ

• ان دو ہستیوں کے نام جن کے سایۂ عاطفت میں ہم نے پرورش پائی اور جنکی شفقت وماتا کا شہد ہماری زندگی میں گھُل گیا۔

• اُن دو شفیق ہستیوں کے نام جنھوں نے راتوں کو ہمیں گہری اور پُرسکون نیند سلانے کی خاطر اپنی نیندیں قربان کردیں، جنھوں نے ہمیں آرام پہنچانے کی خاطر خود کو بے آرام کرلیا۔

• ان دو بزرگ وبرتر ہستیوں کے نام جن کی ہدایت پر ہم نیک اور بہتر زندگی گزارنے کے قابل بن سکے اور جن کی دعاؤں سے ہمیں زندگی میں خوشحالی وکامیابی میسر آئی۔

• اپنے محترم والد جناب عبد القادر عثمان حافظ اور والدہ محترمہ فاطمہ صادق السعیدی کے نام میں اپنی یہ کتاب بڑی عقیدت واحترام کیساتھ معنون کرتا ہوں۔

علی حافظ

Marfat.com

انتساب

• چنبیلی کی ان دو بیلوں کے نام جن کی شاخیں ہمیں اپنے آغوش میں لئے ہوئے تھیں اور جن کے پتے ہمارے اوپر سایہ فگن تھے۔

• اُن دو پھولوں کے نام جن کی خوشبو سے ہمارے جسم وجان معطر تھے اور جنہیں دیکھنے اور خوشبو سونگھنے سے کبھی ہماری سیری نہ ہوتی تھی۔

• اُن دو ماہ تاباں کے نام جن کی دودھیا چاندی میں ہم دن رات جیسے نہائے رہتے تھے اور اس روشنی سے ہمیں زندگی کی راہ میں اچھے بُرے کی تمیز ہوتی تھی۔

• ان دو ہستیوں کے نام جن کے سایۂ عاطفت میں ہم نے پرورش پائی اور جنکی شفقت وماتا کا شہد ہماری زندگی میں گھُل گیا۔

• اُن دو شفیق ہستیوں کے نام جنھوں نے راتوں کو ہمیں گہری اور پُرسکون نیند سلانے کی خاطر اپنی نیندیں قربان کردیں، جنھوں نے ہمیں آرام پہنچانے کی خاطر خود کو بے آرام کرلیا۔

• ان دو بزرگ وبرتر ہستیوں کے نام جن کی ہدایت پر ہم نیک اور بہتر زندگی گزارنے کے قابل بن سکے اور جن کی دعاؤں سے ہمیں زندگی میں خوشحالی وکامیابی میسر آئی۔

والد محترم عبدالقادر عثمان حافظ

• اپنے محترم والد جناب عبدالقادر عثمان حافظ اور والدہ محترمہ فاطمہ صادق السعیدی کے نام میں اپنی یہ کتاب بڑی عقیدت واحترام کیساتھ معنون کرتا ہوں۔

علی حافظ

Marfat.com

باب اول

مدینہ منوّرہ
تاریخ کے مختلف ادوار میں

Marfat.com

باب اول

مدینہ منوّرہ
تاریخ کے مختلف ادوار میں

Marfat.com

مدینہ منوّرہ

تاریخ کے مختلف ادوار میں

مدینہ منورہ کے اوّلین باشندے

روایت ہے کہ "طوفان عظیم" کے بعد سب سے پہلا شخص جس نے مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کی قائنہ بن مہلا بیل ابن عبیل تھا جو حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ عمالیق بنو عملاق نے جوار فخشد کی نسل سے تھا سب سے پہلے مدینہ میں سکونت اختیار کی اور یہاں زراعت و شجر کاری کی بنیاد رکھی۔ بنو ہف اور بنو مطرویل کے فرزند یہاں مستقل آباد ہوئے۔

حدود مدینہ منورہ اور نام

مدینہ منورہ ایک زرخیز اور سرسبز وشاداب نخلستان میں واقع ہے۔ اس کے شمال مغرب میں جبل سلع، جنوب میں جبلی عیر اور وادیٔ عقیق، شمال میں جبل اُحد، جبل ثور اور وادیٔ قناہ واقع ہے۔ وسط شہر میں وادیٔ بطحان اور وادیٔ رانوناء واقع ہیں۔ مشرق میں یہ ایک نشیبی پہاڑی علاقہ الحرہ الشرقیہ اور مغرب کی جانب الحرۃ الغربیہ سے محدود ہے۔ جبل ثور مسجد نبوی سے ۸ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور جبل عیر بھی مسجد نبوی سے ۸ کلو میٹر دور ہے۔ کچھ مورخین کا بیان ہے کہ دونوں حرّے حدود مدینہ منورہ کے اندر واقع ہیں۔ اس بیان کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک سے بھی ہوتی ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الحرہ الشرقیہ کے موضع بنی حریسہ میں تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں کے باشندوں سے فرمایا کہ وہ حرم شریف کی حدود کے اندر بستے ہیں۔ بعض روایات کی رو سے مدینہ منورہ کی حدود کا رقبہ ۱۶ کلو میٹر ہے۔ جبل ثور سے جبل عیر کی حد فاصل ۱۶ کلو میٹر ہے۔ مدینہ منورہ سے بحر احمر پر واقع ینبوع کا فاصلہ ۲۷۵ کلو میٹر، جدہ کا ۴۲۵ کلو میٹر، مکہ مکرمہ کا ۴۹۷ کلو میٹر، دمشق (شام) کا ۱۳۰۳ کلو میٹر اور حدود اُردن ۸۴۴ کلو میٹر پر واقع ہیں۔ مدینہ منورہ جدید شاہراہوں کے ذریعہ مکہ مکرمہ، جدہ اور ینبوع سے متصل ہوجاتا ہے۔ حالیہ عرصے تک ایک ریلوے لائن مدینہ منورہ کو دمشق اور اردن کے دارالسلطنت عمان سے ملاتی تھی۔ عثمانی ترکوں کے آخری دورِ حکومت میں جو لائن بچھائی گئی تھا وہ ترکوں کے خلاف "انقلابِ عرب" کے دوران برباد ہو گئی تھی۔

شہر مدینہ منورہ سطح سمندر سے ۵۹۷ میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ جس کا طول البلد ۳۹ درجہ اور عرض البلد ۲۴ درجہ ہے۔ مدینہ منورہ کی آب وہوا کی خصوصیت یہ ہے کہ گرمیوں میں شدید گرمی، خزاں اور موسم بہار معتدل اور سردیوں میں خاصی سردی پڑتی ہے۔ ۱۳۴۵ ہجری (۱۹۲۶ء) تک مدینہ منورہ کی آبادی پچاس ہزار تھی۔ اسوقت اس کی آبادی تقریباً سات لاکھ ہے۔

Marfat.com

مدینہ منوّرہ
تاریخ کے مختلف ادوار میں

مدینہ منوّرہ کے اوّلین باشندے

روایت ہے کہ "طوفان عظیم" کے بعد سب سے پہلا شخص جس نے مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کی قائنہ بن مہلا بیل ابن عبیل تھا جو حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ عمالیق بنو عملاق نے جو ارفخشد کی نسل سے تھا سب سے پہلے مدینہ میں سکونت اختیار کی اور یہاں زراعت وشجر کاری کی بنیاد رکھی۔ بنو ہف اور بنو مطرویل کے فرزند یہاں مستقل آباد ہوئے۔

حدودِ مدینہ منوّرہ اور نام

مدینہ منورہ ایک زرخیز اور سرسبز وشاداب نخلستان میں واقع ہے۔ اس کے شمال مغرب میں جبل سلع، جنوب میں جبلی عیر اور وادیٔ عقیق، شمال میں جبل اُحد، جبل ثور اور وادیٔ قناہ واقع ہے۔ وسط شہر میں وادیٔ بطحان اور وادیٔ رانوناء واقع ہیں۔ مشرق میں یہ ایک نشیبی پہاڑی علاقہ الحرہ الشرقیہ اور مغرب کی جانب الحرۃ الغربیہ سے محدود ہے۔ جبل ثور مسجد نبوی سے ۸ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور جبل عیر بھی مسجد نبوی سے ۸ کلو میٹر دور ہے۔ کچھ مورخین کا بیان ہے کہ دونوں حرّے حدودِ مدینہ منورہ کے اندر واقع ہیں۔ اس بیان کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک سے بھی ہوتی ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الحرہ الشرقیہ کے موضع بنی حرلیسہ میں تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں کے باشندوں سے فرمایا کہ وہ حرم شریف کی حدود کے اندر بستے ہیں۔ بعض روایات کی رو سے مدینہ منورہ کی حدود کا رقبہ ۱۶ کلو میٹر ہے۔ جبل ثور سے جبل عیر کی حد فاصل ۱۶ کلو میٹر ہے۔ مدینہ منورہ سے بحر احمر پر واقع ینبوع کا فاصلہ ۲۷۵ کلو میٹر، جدہ کا ۴۲۵ کلومیٹر، مکہ مکرمہ کا ۴۹۷ کلومیٹر، دمشق (شام) کا ۱۳۰۳ کلومیٹر اور حدود اُردن ۸۴۴ کلومیٹر پر واقع ہیں۔ مدینہ منورہ جدید شاہراہوں کے ذریعہ مکہ مکرمہ، جدہ اور ینبوع سے متصل ہوجاتا ہے۔ حالیہ عرصے تک ایک ریلوے لائن مدینہ منورہ کو دمشق اور اردن کے دارالسلطنت عمان سے ملاتی تھی۔ عثمانی ترکوں کے آخری دورِ حکومت میں جو لائن بچھائی گئی تھا وہ ترکوں کے خلاف "انقلاب عرب" کے دوران برباد ہوگئی تھی۔

شہر مدینہ منورہ سطح سمندر سے ۵۹۷ میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ جس کا طول البلد ۳۹ درجہ اور عرض البلد ۲۴ درجہ ہے۔ مدینہ منورہ کی آب وہوا کی خصوصیت یہ ہے کہ گرمیوں میں شدید گرمی، خزاں اور موسم بہار معتدل اور سردیوں میں خاصی سردی پڑتی ہے۔ ۱۳۴۵ ہجری (۱۹۲۶ء) تک مدینہ منورہ کی آبادی پچاس ہزار تھی۔ اسوقت اس کی آبادی تقریباً سات لاکھ ہے۔

جبل ثور۔ مدینہ منورہ کے شمال میں واقع ہے۔ مورخین کے بیان کے مطابق اس کی شکل ایک خیمے جیسی ہے۔ پس منظر میں جبل اُحد نظر آرہا ہے۔

جبلِ عیر۔ مدینہ منورہ کے جنوب میں واقع ہے۔ مورخین نے اسکی شکل ایک تلوار کیطرح بیان ہے۔ یہ پہاڑ مدینہ منورہ شہر میں ہر طرف سے نظر آتا ہے۔

Marfat.com

جبل ثور۔ مدینہ منورہ کے شمال میں واقع ہے۔ مورخین کے بیان کے مطابق اس کی شکل ایک خیمے جیسی ہے۔ پس منظر میں جبل اُحد نظر آرہا ہے۔

جبل عیر۔ مدینہ منورہ کے جنوب میں واقع ہے۔ مورخین نے اسکی شکل ایک تلوار کیطرح بیان ہے۔ یہ پہاڑ مدینہ منورہ شہر میں ہر طرف سے نظر آتا ہے۔

مدینہ منورہ کے پچانوے نام ہیں جن میں خاص درج ذیل ہیں۔

طابہ، طیبہ، عاصمہ، قریتہ الانصار، قبتہ الاسلام، قلب الایمان، مومنہ، مبارکہ، مختارہ، مدینتہ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، مسلمہ المجبہ، دارالایمان، حرم رسول اللہ ، دارالابرار، دارالاخیار، دارالسلام، دارالفتح، دارالسنہ، الدرع الحصینہ، ذات الحرار، ذات النخلہ، سیدہ البلدان، بیت رسول اللہ، آکلتہ البلدان، البارہ اور الجابرہ وغیرہ۔

اہل یہود

ابن منذر کا قول ہے کہ اُنہوں نے سلیمان بن عبداللہ بن حنظلہ الغسیل اور بعض اہل قریش سے مدینہ منورہ کے وجود سے متعلق سنا تھا۔ اُنہوں نے ابو عبیدہ بن عبداللہ بن عمار بن یاسر سے یہ روایت نقل کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو بہت سے بنی اسرائیل بھی آپکی ہمراہی میں تھے۔ گھر واپس ہوتے ہوئے جب آپ مدینہ منورہ سے گزرے تو آپکو اس شہر میں، اس شہر کی مناسبت نظر آئی جس کا ذکر توراۃ میں آیا ہے، کہ وہاں ایک ایسا نبی پیدا ہوگا جو تمام انبیاء کا خاتم ہوگا۔ بنی اسرائیل کا ایک گروہ موضع سُوق قینقاع میں سکونت پذیر ہوگیا۔

مشہور راویٔ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب بنی اسرائیل بختنصر کی ایذارسانی سے عاجز آگئے تو وہاں سے بھاگ نکلے اور ادھر اُدھر منتشر ہوگئے۔ انہوں نے توراۃ میں پڑھا تھا کہ عرب کے ایک ایسے موضع میں جو کھجور کے درختوں کے لئے مشہور ہے محمد نام کے ایک نبی ظاہر ہوں گے۔ سرزمین شام سے گزرتے ہوئے انہوں نے شام سے یمن تک سارے موضعوں میں وہ موضع تلاش کیا جو توراۃ میں بیان کئے گئے مقام سے مشابہت رکھتا ہو۔ جب انہیں یثرب کا پتہ چلا تو بنی ہارون کا ایک گروہ مدینہ منورہ میں ساکن ہوگیا۔ اس طائفہ کے اجداد واسلاف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم کرتے ہوئے انتقال کرتے رہے اور انتقال سے قبل انہوں نے اپنی اولاد کو بھی ہدایت دی کہ وہ آپ کی اتباع کرتے رہیں۔ مگر ان کی آئندہ اولاد نے جس نے پیغمبر علیہ السلام کو دیکھا تھا آپ کے پیغام کو نہیں مانا اور بدعہدی، غداری اور بغض وحسد سے کام لیکر اس نئے مذہب کی بنیاد متزلزل کرنے اور پیغمبر اسلام کو (معاذ اللہ) قتل کرنے کی سازشیں کرنے لگے، تاکہ ان کا وہ اثر واقتدار ہاتھ سے نہ نکل جائے جو انہوں نے مدینہ منورہ میں حاصل کرلیا تھا۔ حضرت پیغمبرعلیہ وسلم نے ان سے ایک معاہدہ کرکے اس پر اپنے دستخط بھی فرما دیئے، جس کی رو سے ان کو آزادیٔ مذہب اور جان ومال کی حفاظت کی ضمانت دی گئی تھی۔ اگر وہ اس معاہدے کی خلاف ورزی نہ کرتے تو مسلمانوں کیساتھ اب تک امن وعافیت سے رہ رہے ہوتے۔ انہوں نے عہد شکنی اور غداری کے باعث حضرت پیغمبر علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی جانب سے وہ سزا پائی جس کے وہ مستحق تھے۔

مدینہ منورہ میں یہودیوں کیساتھ دیگر قبائل بھی سکونت پذیر تھے۔ ابن زبالہ کے بقول ابتدائی زمانے میں مدینہ منورہ کے اندر بنوہیف اور عمالیق کے اجداد آباد تھے۔ اس زمانے میں یہودیوں کے ۲۰ قبیلے اور عربوں کے ۷۰ سے زیادہ قبیلے مدینہ منورہ میں بودوباش رکھتے تھے۔

Marfat.com

مدینہ منورہ کے بچانوے نام ہیں جن میں خاص درج ذیل ہیں۔

طابہ، طیبہ، عاصمہ، قریتہ الانصار، قبتہ الاسلام، قلب الایمان، مومنہ، مبارکہ، مختارہ، مدینتہ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، مسلمہ المجبہ، دارالایمان، حرم رسول اللہ ، دارالابرار، دارالاخیار، دارالسلام، دارالفتح، دارالسنہ، الدرع الحصینہ، ذات الحرار، ذات النخلہ، سیدہ البلدان، بیت رسول اللہ، آکلتہ البلدان، البارہ اور الجابرہ وغیرہ۔

اہل یہود

ابن منذر کا قول ہے کہ اُنھوں نے سلیمان بن عبداللہ بن حنظلہ الغسیل اور بعض اہل قریش سے مدینہ منورہ کے وجود سے متعلق سنا تھا۔ اُنھوں نے ابو عبیدہ بن عبداللہ بن عمار بن یاسر سے یہ روایت نقل کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو بہت سے بنی اسرائیل بھی آپکی ہمراہی میں تھے۔ گھر واپس ہوتے ہوئے جب آپ مدینہ منورہ سے گزرے تو آپکو اس شہر میں، اس شہر کی مناسبت نظر آئی جس کا ذکر توراۃ میں آیا ہے، کہ وہاں ایک ایسا نبی پیدا ہوگا جو تمام انبیاء کا خاتم ہوگا۔ بنی اسرائیل کا ایک گروہ موضع سُوق قینقاع میں سکونت پذیر ہوگیا۔

مشہور راویٔ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب بنی اسرائیل بختنصر کی ایذارسانی سے عاجز آگئے تو وہاں سے بھاگ نکلے اور ادھر اُدھر منتشر ہوگئے۔ انہوں نے توراۃ میں پڑھا تھا کہ عرب کے ایک ایسے موضع میں جو کھجور کے درختوں کے لئے مشہور ہے محمد نام کے ایک نبی ظاہر ہوں گے۔ سرزمین شام سے گزرتے ہوئے انہوں نے شام سے یمن تک سارے موضعوں میں وہ موضع تلاش کیا جو توراۃ میں بیان کئے گئے مقام سے مشابہت رکھتا ہو۔ جب انہیں یثرب کا پتہ چلا تو بنی ہارون کا ایک گروہ مدینہ منورہ میں ساکن ہوگیا۔ اس طائفہ کے اجداد واسلاف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم کرتے ہوئے انتقال کرتے رہے اور انتقال سے قبل انھوں نے اپنی اولاد کو بھی ہدایت دی کہ وہ آپ کی اتباع کرتے رہیں۔ مگر ان کی آئندہ اولاد نے جس نے پیغمبر علیہ السلام کو دیکھا تھا آپ کے پیغام کو نہیں مانا اور بدعہدی، غداری اور بغض وحسد سے کام لیکر اس نئے مذہب کی بنیاد متزلزل کرنے اور پیغمبر اسلام کو (معاذ اللہ) قتل کرنے کی سازشیں کرنے لگے. تاکہ ان کا وہ اثر واقتدار ہاتھ سے نہ نکل جائے جو انہوں نے مدینہ منورہ میں حاصل کرلیا تھا۔ حضرت پیغمبر علیہ وسلم نے ان سے ایک معاہدہ کرکے اس پر اپنے دستخط بھی فرمادیئے، جس کی رو سے ان کو آزادیٔ مذہب اور جان ومال کی حفاظت کی ضمانت دی گئی تھی۔ اگر وہ اس معاہدے کی خلاف ورزی نہ کرتے تو مسلمانوں کیساتھ اب تک امن وعافیت سے رہ رہے ہوتے۔ انہوں نے عہد شکنی اور غداری کے باعث حضرت پیغمبر علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی جانب سے وہ سزا پائی جس کے وہ مستحق تھے۔

مدینہ منورہ میں یہودیوں کیساتھ دیگر قبائل بھی سکونت پذیر تھے۔ ابن زبالہ کے بقول ابتدائی زمانے میں مدینہ منورہ کے اندر بنوہیف اور عمالیق کے اجداد آباد تھے۔ اس زمانے میں یہودیوں کے ۲۰ قبیلے اور عربوں کے ۷۰ سے زیادہ قبیلے مدینہ منورہ میں بودوباش رکھتے تھے۔

انصار

اسلام کے ظہور سے نو سو سال پہلے دوسری صدی قبل مسیح میں۔ یمن میں سیل العرم (طغیانِ ساحل) کے بعد یمنی قبائل اس علاقے میں ہجرت کر کے جزیرہ عرب کے مختلف حصوں میں آباد ہو گئے تھے۔ ان میں اوس اور خزرج کے قبائل بھی شامل تھے۔ (جو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے پیرو اور مددگار تھے) اور جنہوں نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ یہ قبائل حارثہ ثعلبہ ابن عمرو بن عامر بن ماَالسماء کی نسل سے تھے۔ جن کا سلسلہ نصب مورخین کے نزدیک قحطان پر منتہی ہوتا ہے۔ اوس اور خزرج مدینہ منورہ کے مختلف حصوں میں پھیل گئے اور وہاں سکونت اختیار کرلی۔ ان میں سے کچھ نے ان یہودیوں کے ساتھ مل جل کر رہنا شروع کردیا جن کے ہاتھوں میں اسوقت مدینہ منورہ کی اقتصادیات اور تجارت تھی۔ انہوں نے یہودیوں کو فتنہ وشر سے باز رکھنے کے لئے ان سے موافقت کی۔ اوس اور خزرج نے ثروت واقتدار حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی جس سے یہودیوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ دونوں قبیلے برسر اقتدار نہ آجائیں۔ اس لئے انہوں نے معاہدے کو توڑ دیا۔ اوس اور خزرج نے اس خوف سے کہ کہیں یہودی ان کو مدینہ منورہ سے شہر بدر نہ کردیں ان کے خلاف مستعدی سے تیاری شروع کردی۔

Marfat.com

انصار

اسلام کے ظہور سے نو سو سال پہلے دوسری صدی قبل مسیح میں یمن میں سیل العرم (طغیانِ ساحل) کے بعد یمنی قبائل اس علاقے میں ہجرت کر کے جزیرہَ عرب کے مختلف حصوں میں آباد ہوگئے تھے۔ ان میں اوس اور خزرج کے قبائل بھی شامل تھے۔ (جو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے پیرو اور مددگار تھے) اور جنہوں نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ یہ قبائل حارثہ ثعلبہ ابن عمرو بن عامر بن ماَالسماء کی نسل سے تھے۔ جن کا سلسلہ نصب مورخین کے نزدیک قحطان پر منتہی ہوتا ہے۔ اوس اور خزرج مدینہ منورہ کے مختلف حصوں میں پھیل گئے اور وہاں سکونت اختیار کرلی۔ ان میں سے کچھ نے ان یہودیوں کے ساتھ مل جل کر رہنا شروع کردیا جن کے ہاتھوں میں اسوقت مدینہ منورہ کی اقتصادیات اور تجارت تھی۔ انہوں نے یہودیوں کو فتنہ وشر سے باز رکھنے کے لئے ان سے موافقت کی۔ اوس اور خزرج نے ثروت واقتدار حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی جس سے یہودیوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ دونوں قبیلے برسراقتدار نہ آجائیں۔ اس لئے انہوں نے معاہدے کو توڑ دیا۔ اوس اور خزرج نے اس خوف سے کہ کہیں یہودی ان کو مدینہ منورہ سے شہر بدر نہ کردیں ان کے خلاف مستعدی سے تیاری شروع کردی۔

یہودی فتنہ جارحیت

مدینہ منورہ میں یہودیوں کے زمانۂ اقتدار میں قبیلہ اوس اور خزرج کی نئی نویلی دلہنوں کو اس وقت تک اپنے شوہروں کے پاس جانے کی اجازت نہ دی جاتی تھی جب تک وہ شاہ یہود فیطون کے ساتھ رات نہ گزاریں جو ان کی عصمت دری کرتا تھا۔ اس کا اس درجہ ذلت آمیز رویہ اور شرمناک اطاعت ناقابل برداشت تھی۔ ایک مرتبہ جب مالک بن عجلان خزرجی کی بہن کی شادی ہوئی تو اس نے ایسا کیا کہ اپنے لباس میں ایک تلوار چھپا کر عورتوں میں شامل ہو گیا اور جب عورتیں شاہ یہود کے دربار میں پہنچیں تو اس نے چپکے سے اندر داخل ہو کر فیطون کو قتل کر دیا۔ یہودیوں کے انتقام کے خوف سے اوس اور خزرج کے لوگوں نے شام میں بسنے والے اپنے اہل خاندان سے مدد چاہی۔ چنانچہ وہ ان کی مدد کے لئے آئے اور یہودیوں کو شکست دیکر ان کی ریاست کا خاتمہ کر دیا۔ یہ واقعہ یاقوت الحموی نے اپنی کتاب "معجم البلدان" میں بیان کیا ہے (۱)، لیکن جیسے جیسے اوس اور خزرج کا جاہ و جلال بڑھتا گیا اور ان میں خوشحالی آئی تو آپس میں سخت رقابت پیدا ہو گئی۔ اور ان کے درمیان آپس میں جنگ پھوٹ پڑی۔ یہ جنگ و جدل ظہور اسلام تک جاری رہا۔ جس کے بعد کل کے دشمن آج کے بھائی بن گئے۔

مدینہ منورہ عہدِ اسلام میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۲۲ عیسوی میں مدینہ منورہ کو ہجرت فرما کر سنہ ہجری کا آغاز فرمایا۔ آپ نے انصار (اوس اور خزرج) کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط فرمائے جس میں آپ کی اور آپ کے متبعین کی اعانت اور حفاظت کا عہد کیا تھا۔ وہ اس عہد کے پابند رہے اور دین اسلام کی مدافعت کے لئے انہوں نے بڑی قربانیاں دیں اور مدینہ منورہ دین کا ایک ایسا مرکز و مرجع اور مستحکم قلعہ بن گیا جہاں سے اسلام کی روشنی سارے عالم میں پھیل گئی۔

۲ ہجری (۶۲۴ عیسوی) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت ایک عسکر اسلامی بدر کی طرف بڑھا جہاں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان پہلی جنگ ہوئی۔ یہ جنگ کفار و مشرکین کی شکست پر ختم ہوئی۔ اور ان کے ستر آدمی اس جنگ میں کام آئے جن میں ابو جہل بھی تھا۔ اس کے علاوہ دشمن کے ستر آدمی بھی قید کر لئے گئے۔

مدینہ منورہ سے کچھ دور دو جنگیں ہوئیں جن میں کفار بڑی تعداد میں فوج اور ہتھیار لے کر میدان میں اترے۔ لیکن

---

(۱) میں (راقم الحروف) نے طبع ثانی میں بتایا تھا کہ حسن عواد نے اس واقعہ کو شامل کئے جانے پر بحث کی تھی اور اس کے غیر مصدقہ ہونے کی بنا پر اس سے انکار کیا تھا۔ مگر یاقوت نے اپنی کتاب کے صفحہ ۸۵ پر اور سمہودی نے کتاب "وفا الوفا" کے صفحہ ۱۷۸ پر اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ احمد ابن عبدالحمید عباسی نے اپنی کتاب "عمدۃ الاخبار فی مدینۃ المختار" کے صفحات ۳۴-۳۵ پر بھی اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اگرچہ یہ بیانات اس واقعہ کی تصدیق نہیں کرتے لیکن یہودیوں کے ظلم و بربریت اور نفرت انگیز کارناموں کے پیش نظر اس واقعہ کو بعید از امکان بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔)

Marfat.com

یہودی فتنہ جارحیت

مدینہ منورہ میں یہودیوں کے زمانۂ اقتدار میں قبیلہ اوس اور خزرج کی نئی نویلی دلہنوں کو اس وقت تک اپنے شوہروں کے پاس جانے کی اجازت نہ دی جاتی تھی جب تک وہ شاہ یہود فیطون کے ساتھ رات نہ گزاریں جو ان کی عصمت دری کرتا تھا۔ اس کا اس درجہ ذلت آمیز رویہ اور شرمناک اطاعت ناقابل برداشت تھی۔ ایک مرتبہ جب مالک بن عجلان خزرجی کی بہن کی شادی ہوئی تو اس نے ایسا کیا کہ اپنے لباس میں ایک تلوار چھپا کر عورتوں میں شامل ہو گیا اور جب عورتیں شاہ یہود کے دربار میں پہنچیں تو اس نے چپکے سے اندر داخل ہو کر فیطون کو قتل کر دیا۔ یہودیوں کے انتقام کے خوف سے اوس اور خزرج کے لوگوں نے شام میں بسنے والے اپنے اہل خاندان سے مدد چاہی۔ چنانچہ وہ ان کی مدد کے لئے آئے اور یہودیوں کو شکست دیکر ان کی ریاست کا خاتمہ کر دیا۔ یہ واقعہ یاقوت الحموی نے اپنی کتاب "معجم البلدان" میں بیان کیا ہے (۱)، لیکن جیسے جیسے اوس اور خزرج کا جاہ و جلال بڑھتا گیا اور ان میں خوشحالی آئی تو آپس میں سخت رقابت پیدا ہو گئی۔ اور ان کے درمیان آپس میں جنگ پھوٹ پڑی۔ یہ جنگ و جدل ظہور اسلام تک جاری رہا۔ جس کے بعد کل کے دشمن آج کے بھائی بن گئے۔

مدینہ منورہ عہد اسلام میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۲۲ عیسوی میں مدینہ منورہ کو ہجرت فرما کر سنہ ہجری کا آغاز فرمایا۔ آپ نے انصار (اوس اور خزرج) کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط فرمائے جس میں آپ کی اور آپ کے متبعین کی اعانت اور حفاظت کا عہد کیا تھا۔ وہ اس عہد کے پابند رہے اور دین اسلام کی مدافعت کے لئے انہوں نے بڑی قربانیاں دیں اور مدینہ منورہ دین کا ایک ایسا مرکز و مرجع اور مستحکم قلعہ بن گیا جہاں سے اسلام کی روشنی سارے عالم میں پھیل گئی۔

۲ ہجری (۶۲۴ عیسوی) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت ایک عسکر اسلامی بدر کی طرف بڑھا جہاں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان پہلی جنگ ہوئی۔ یہ جنگ کفار و مشرکین کی شکست پر ختم ہوئی۔ اور ان کے ستر آدمی اس جنگ میں کام آئے جن میں ابو جہل بھی تھا۔ اس کے علاوہ دشمن کے ستر آدمی بھی قید کر لئے گئے۔

مدینہ منورہ سے کچھ دور دو جنگیں ہوئیں جن میں کفار بڑی تعداد میں فوج اور ہتھیار لے کر میدان میں اترے۔ لیکن

---

(۱) میں (راقم الحروف) نے طبع ثانی میں بتایا تھا کہ حسن عواد نے اس واقعہ کو شامل کئے جانے پر بحث کی تھی اور اس کے غیر مصدقہ ہونے کی بنا پر اس سے انکار کیا تھا۔ مگر یاقوت نے اپنی کتاب کے صفحہ ۸۵ پر اور سمہودی نے کتاب "وفاء الوفا" کے صفحہ ۱۷۸ پر اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ احمد ابن عبدالحمید عباسی نے اپنی کتاب "عمدۃ الاخبار فی مدینۃ المختار" کے صفحات ۳۴-۳۵ پر بھی اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اگرچہ یہ بیانات اس واقعہ کی تصدیق نہیں کرتے لیکن یہودیوں کے ظلم و بربریت اور نفرت انگیز کارناموں کے پیش نظر اس واقعہ کو بعید از امکان بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔)

انہیں خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی۔ بلکہ ان جنگوں میں ان کا زور اور حوصلہ ٹوٹ گیا بعد میں جس کے دور رس نتائج بر آمد ہوئے۔ ان میں پہلی جنگ اُحد تھی جو مدینہ منورہ سے ۴ کلو میٹر دور لڑی گئی جس میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں ۶۴ انصار اور ۶ مہاجرین تھے۔ یہ جنگ ۳ ہجری (۶۲۵ عیسوی) میں لڑی گئی۔

دوسری جنگ خندق تھی جو ۵ ہجری (۶۲۷ عیسوی) میں مدینہ منورہ سے ڈھائی کلو میٹر باہر جبل سلع کے شمال مغرب میں لڑی گئی۔

۸ ہجری (۶۳۰ عیسوی) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ایک فوج مکہ مکرمہ کی جانب بڑھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رمضان المبارک کے مہینے میں مکہ مکرمہ کے اندر فاتحانہ داخل ہوئی۔ اسی سال جنگ حُنین لڑی گئی جس میں پہلے تو کفار و مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں کی شکست کے آثار نظر آئے لیکن بعد میں وہ غالب آئے اور مشرکین پر فتحِ عظیم حاصل کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی فوج کے مدینہ منورہ واپس چلے جانے کے بعد عربوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا اور جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے۔ اہل قریش نے بھی نئے مذہب کی اشاعت میں مزاحمت ختم کر دی اور مدینہ منورہ کے اندر عرب قبائل کا ایک سیلاب عظیم حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے لئے امنڈ آیا۔

ان فتوحات کے بعد مدینہ منورہ پر مسلمانوں کے خلاف کوئی حملہ نہیں ہوا اور لشکرِ اسلامی نے چاروں طرف پھیل کر اشاعتِ دین کا کام کیا اور اسلامی اصولوں کی بنیاد ڈالی۔

ہجرت، تاریخِ مدینہ اور تمام عالم کے لئے ایک اہم اور عظیم واقعہ ہے۔ اس واقعہ کے نتائج و اثرات محض شہر مدینہ منورہ اور جزیرہ نمائے عرب تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ تمام دنیا کے گوشے گوشے تک پھیلتے چلے گئے۔ واقعۂ ہجرت ہی کی بدولت ایک ایسی تہذیب وجود میں آئی اور ایک ایسا نظام عدل قائم ہوا جس کی نورانی شعاعوں نے تمام عالم کو منور کر دیا۔

مدینہ منورہ خلفائے راشدینؓ کے عہد میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے سب سے پہلے خلیفہ ہوئے۔ مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے آپ کی اطاعت کا اعلان کر کے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا۔ ۱۱ ہجری (۶۳۲ عیسوی) میں سقیفہ بنی ساعدہ کے مقام پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مذہب جدید کی حفاظت و مدافعت کی ذمہ داری قبول کی اور ان لوگوں کے خلاف اعلان جنگ کیا جنھوں نے عقائد اسلام کی تکذیب کی اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا۔ آپ کے عہد خلافت میں عرب کے اندر اسلام کی بنیادیں مضبوط ہوئیں۔ آپ نے اشاعت اسلام کی غرض سے اسلامی افواج کو عراق اور شام کی طرف بھی بھیجا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ۱۳ ہجری (۶۳۵ عیسوی) میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلام کی زبردست اشاعت ہوئی اور یہ دور دراز علاقوں تک پھیل گیا۔ اسلامی افواج نے جزیرہ نمائے عرب کی حدود پار کر کے ایران اور روم کی حکومتوں کو

Marfat.com

انہیں خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی۔ بلکہ ان جنگوں میں ان کا زور اور حوصلہ ٹوٹ گیا بعد میں جس کے دور رس نتائج بر آمد ہوئے۔ ان میں پہلی جنگ اُحد تھی جو مدینہ منورہ سے ۴ کلومیٹر دور لڑی گئی جس میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں ۶۴ انصار اور ۶ مہاجرین تھے۔ یہ جنگ ۳ ہجری (۶۲۵ عیسوی) میں لڑی گئی۔

دوسری جنگ خندق تھی جو ۵ ہجری (۶۲۷ عیسوی) میں مدینہ منورہ سے ڈھائی کلومیٹر باہر جبل سلع کے شمال مغرب میں لڑی گئی۔

۸ ہجری (۶۳۰ عیسوی) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ایک فوج مکہ مکرمہ کی جانب بڑھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رمضان المبارک کے مہینے میں مکہ مکرمہ کے اندر فاتحانہ داخل ہوئی۔ اسی سال جنگ حُنین لڑی گئی جس میں پہلے تو کفار و مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں کی شکست کے آثار نظر آئے لیکن بعد میں وہ غالب آئے اور مشرکین پر فتحِ عظیم حاصل کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی فوج کے مدینہ منورہ واپس چلے جانے کے بعد عربوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا اور جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے۔ اہل قریش نے بھی نئے مذہب کی اشاعت میں مزاحمت ختم کر دی اور مدینہ منورہ کے اندر عرب قبائل کا ایک سیلاب عظیم حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے لئے امنڈ آیا۔

ان فتوحات کے بعد مدینہ منورہ پر مسلمانوں کے خلاف کوئی حملہ نہیں ہوا اور لشکرِ اسلامی نے چاروں طرف پھیل کر اشاعت دین کا کام کیا اور اسلامی اصولوں کی بنیاد ڈالی۔

ہجرت، تاریخِ مدینہ اور تمام عالم کے لئے ایک اہم اور عظیم واقعہ ہے۔ اس واقعہ کے نتائج و اثرات محض شہر مدینہ منورہ اور جزیرہ نمائے عرب تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ تمام دنیا کے گوشے گوشے تک پھیلتے چلے گئے۔ واقعۂ ہجرت ہی کی بدولت ایک ایسی تہذیب وجود میں آئی اور ایک ایسا نظام عدل قائم ہوا جس کی نورانی شعاعوں نے تمام عالم کو منور کر دیا۔

مدینہ منورہ خلفائے راشدینؓ کے عہد میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے سب سے پہلے خلیفہ ہوئے۔ مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے آپ کی اطاعت کا اعلان کر کے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا۔ ۱۱ ہجری (۶۳۳ عیسوی) میں سقیفہ بنی ساعدہ کے مقام پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مذہب جدید کی حفاظت و مدافعت کی ذمہ داری قبول کی اور ان لوگوں کے خلاف اعلان جنگ کیا جنہوں نے عقائد اسلام کی تکذیب کی اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا۔ آپ کے عہد خلافت میں عرب کے اندر اسلام کی بنیادیں مضبوط ہوئیں۔ آپ نے اشاعت اسلام کی غرض سے اسلامی افواج کو عراق اور شام کی طرف بھی بھیجا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ۱۳ ہجری (۶۳۵ عیسوی) میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسلام کی زبردست اشاعت ہوئی اور یہ دور دراز علاقوں تک پھیل گیا۔ اسلامی افواج نے جزیرہ نمائے عرب کی حدود پار کر کے ایران اور روم کی حکومتوں کو

شکست دی۔ یہ افواج مغرب کی جانب دور تک جا کر مصر میں داخل ہو گئیں اور جہاں جہاں پہنچیں وہاں امن و آشتی، عدل و انصاف اور صلاح و تقویٰ کا پیغام سناتی رہیں۔

اہالیانِ مدینہ منورہ افواجِ اسلامی کی فتح و کامرانی کا مژدہ سننے کے منتظر رہتے تھے اور جب فتح کی خوشخبری وہاں پہنچتی تو بڑی مسرت سے اس کا استقبال کرتے اور اس خوش کن خبر کو سارے جزیرہ نمائے عرب میں پھیلا دیتے تھے۔

مدینہ منورہ کے اندر جو اس وقت تک نو آمدہ اسلامی ریاست کا دارالسلطنت بن چکا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان انتظامی اور معاشی اصولوں پر مبنی حکمت عملی تیار کی جن کے تحت ریاست کا نظام جاری ہونا تھا اور یہ تمام تر اصول اسلامی تعلیمات پر مبنی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ فوجی اڈے اور قیام گاہیں پھیلتے ہوئے قصبات میں تبدیل ہو کر علم کا مرکز بن گئے جن میں کوفہ، بصرہ اور فسطاط قابل ذکر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال قائم کیا اور آپ کے عہد میں مسلم آبادی کی مردم شماری بھی عمل میں آئی۔ اس طرح سماج میں نظامِ تحفظ قائم ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ایسی مثال قائم کی جس کو دیکھ کر لوگوں نے نئے مذہب کا استقبال کیا۔ اس مذہب کے عدل، صدق اور رواداری سے بہرہ مند ہونے کے لئے لوگوں نے بڑے جوش کے ساتھ اس مذہب کو قبول کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی افواج کو ہدایات دیں کہ وہ حملے کے وقت بوڑھوں، عورتوں، بچوں اور دشمن کے راہبوں اور پادریوں کو قتل کرنے سے احتراز کریں۔ آپ نے افواج کو یہ بھی ہدایت دی تھی کہ وہ دشمن کی مقدس مذہبی عمارتوں اور کلیساؤں کو مسمار نہ کریں۔ یہ ہدایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کی پیروی میں تھیں جو آپ نے زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ موتہ کے موقع پر انہیں جانب شمال روانہ کرتے وقت فرمائی تھیں۔

خلیفۂ سوم حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا انتخاب ایک مجلس شوریٰ کے ذریعے عمل میں آیا جس کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ۲۴ ہجری (۶۴۶ عیسوی) میں اپنی وفات سے قبل نامزد کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ اور شمال میں بحرِ روم تک پھیل کر قبرص پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ۳۶ ہجری (۶۵۷ عیسوی) میں مسجد نبوی کے قریب آپ کے مکان پر باغیوں کے ایک گروہ نے شہید کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے عہد متابعت کر کے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر دیا۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جو حالت تزلزل اور اضطراب پیدا ہوئی وہ دوسرے علاقوں تک پھیلتی چلی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بعد عراق میں جنگ جمل شروع ہوئی جس میں حضرت سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف فوج کی قیادت کی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور خوارج کے درمیان جو پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متبعین میں سے تھے اور اب باغی ہو گئے تھے کئی معرکے ہوئے۔ ۴۰ ہجری (۶۶۱ عیسوی) میں کوفہ کے اندر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ نے آپ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا متابعت کا اعلان کیا جنہوں نے مسلمانوں میں خونریزی سے بچنے کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔

Marfat.com

شکست دی۔ یہ افواج مغرب کی جانب دور تک جا کر مصر میں داخل ہو گئیں اور جہاں جہاں پہنچیں وہاں امن و آشتی، عدل و انصاف اور صلاح و تقویٰ کا پیغام سناتی رہیں۔

اہالیانِ مدینہ منورہ افواجِ اسلامی کی فتح و کامرانی کا مژدہ سننے کے منتظر رہتے تھے اور جب فتح کی خوشخبری وہاں پہنچتی تو بڑی مسرت سے اس کا استقبال کرتے اور اس خوش کن خبر کو سارے جزیرہ نمائے عرب میں پھیلا دیتے تھے۔

مدینہ منورہ کے اندر جو اس وقت تک نو آمدہ اسلامی ریاست کا دارالسلطنت بن چکا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان انتظامی اور معاشی اصولوں پر مبنی حکمت عملی تیار کی جن کے تحت ریاست کا نظام جاری ہونا تھا اور یہ تمام تر اصول اسلامی تعلیمات پر مبنی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ فوجی اڈے اور قیام گاہیں پھیلتے ہوئے قصبات میں تبدیل ہو کر علم کا مرکز بن گئے جن میں کوفہ، بصرہ اور فسطاط قابل ذکر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال قائم کیا اور آپ کے عہد میں مسلم آبادی کی مردم شماری بھی عمل میں آئی۔ اس طرح سماج میں نظامِ تحفظ قائم ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ایسی مثال قائم کی جس کو دیکھ کر لوگوں نے نئے مذہب کا استقبال کیا۔ اس مذہب کے عدل، صدق اور رواداری سے بہرہ مند ہونے کے لئے لوگوں نے بڑے جوش کے ساتھ اس مذہب کو قبول کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی افواج کو ہدایات دیں کہ وہ حملے کے وقت بوڑھوں، عورتوں، بچوں اور دشمن کے راہبوں اور پادریوں کو قتل کرنے سے احتراز کریں۔ آپ نے افواج کو یہ بھی ہدایت دی تھی کہ وہ دشمن کی مقدس مذہبی عمارتوں اور کلیساؤں کو مسمار نہ کریں۔ یہ ہدایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کی پیروی میں تھیں جو آپ نے زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کو غزوہ موتہ کے موقع پر انہیں جانب شمال روانہ کرتے وقت فرمائی تھیں۔

خلیفۂ سوم حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا انتخاب ایک مجلس شوریٰ کے ذریعے عمل میں آیا جس کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ۲۴ ہجری (۶۴۶ عیسوی) میں اپنی وفات سے قبل نامزد کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ اور شمال میں بحر روم تک پھیل کر قبرص پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ۳۶ ہجری (۶۵۷ عیسوی) میں مسجد نبوی کے قریب آپ کے مکان پر باغیوں کے ایک گروہ نے شہید کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے عہد متابعت کر کے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر دیا۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جو حالت تزلزل اور اضطراب پیدا ہوئی وہ دوسرے علاقوں تک پھیلتی چلی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بعد عراق میں جنگ جمل شروع ہوئی جس میں حضرت سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف فوج کی قیادت کی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور خوارج کے درمیان جو پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متبعین میں سے تھے اور اب باغی ہو گئے تھے کئی معرکے ہوئے۔ ۴۰ ہجری (۶۶۱ عیسوی) میں کوفہ کے اندر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ نے آپ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا متابعت کا اعلان کیا جنہوں نے مسلمانوں میں خونریزی سے بچنے کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔

مدینہ منورہ عہد اموی میں

اس دور پرفتن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ربیع الاول ۴۱ ہجری (۶۶۲ عیسوی) میں اقتدار حاصل کر کے دمشق کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عراق کے ہاتھ میں قیادت آ جانے سے اور اموی عہد میں شام کی طرف منتقل ہو جانے کے باعث مدینہ منورہ کی سیاسی اہمیت کم رہ گئی لیکن اس کا مذہبی تقدس اور اہمیت برقرار رہی۔

عین الزرقاً

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں حاکم مدینہ منورہ مروان نے مدینہ منورہ کے ایک معروف چشمے "العین الزرقاً" (چشمہ کبود) کو صاف کرا کے دوبارہ جاری کیا جس کے بارے میں اس کتاب کے آئندہ اوراق میں تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ عہد جاہلیت میں اور ظہور اسلام کے بعد اہل مدینہ منورہ نے کثیر تعداد میں کنوئیں کھدوائے اور نہریں بنوائیں تاکہ ان کا پانی پینے کے کام آئے اور اس سے آبپاشی بھی ہو سکے۔ اس علاقے کے مشہور کنوئیں یہ ہیں: بیر السقیا، بیر البضاعہ، بیر الاریس، بیر الرومہ، بیر الغرس اور بیر البصنہ۔ یہ تمام کنوئیں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے لئے مشہور ہیں۔ العین الزرقا کا اجراء اموی دور کا ایک اہم کارنامہ ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یزید بن معاویہ کی متابعت سے انکار

اموی عہد حکومت کا ایک اہم واقعہ حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا یزید ابن معاویہ کی متابعت و مبابعت سے انکار ہے۔ جس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ پھر آپ نے عراق کا سفر اختیار کیا جہاں اہل کوفہ نے مسلم بن عقیل بن ابی طالب کی وساطت و سفارت سے آپ کو خلیفہ و جانشین نامزد کر دیا۔ ۶۱ ہجری (۶۸۲ عیسوی) میں یزید کی فوجوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے کا محاصرہ کر لیا جس کے نتیجے میں جنگ ہوئی اس جنگ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

معرکۂ حرّۃ الشرقیہ

۶۳ ہجری (۶۸۴ عیسوی) میں اہل مدینہ منورہ نے یزید کو شراب نوشی اور فسق و فجور جیسے اسلامی محرمات کا مرتکب قرار دیکر اس کی اطاعت سے انکار کر دیا اور عبد اللہ بن مطیع قرشی کو مہاجرین سے اور عبد اللہ بن حنظلہ انصاری کو انصاریوں میں سے اپنا قائد نامزد کر دیا۔ اس پر یزید سے جنگ شروع ہو گئی۔ جو معرکۂ حرّۃ الشرقیہ کے نام سے مشہور ہے۔ یزید نے مسلم بن عقبہ المزنی الغطفانی کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا۔ یہ ایک معمر شخص تھا اور عادی مجرم تھا۔ اس

Marfat.com

مدینہ منورہ عہد اموی میں

اس دور پر فتن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ربیع الاول ۴۱ ہجری (۶۶۲ عیسوی) میں اقتدار حاصل کر کے دمشق کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عراق کے ہاتھ میں قیادت آ جانے سے اور اموی عہد میں شام کی طرف منتقل ہو جانے کے باعث مدینہ منورہ کی سیاسی اہمیت کم رہ گئی لیکن اس کا مذہبی تقدس اور اہمیت برقرار رہی۔

عین الزرقاَ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں حاکم مدینہ منورہ مروان نے مدینہ منورہ کے ایک معروف چشمے "العین الزرقا" (چشمہ کبود) کو صاف کرا کے دوبارہ جاری کیا جس کے بارے میں اس کتاب کے آئندہ اوراق میں تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ عہد جاہلیت میں اور ظہور اسلام کے بعد اہل مدینہ منورہ نے کثیر تعداد میں کنوئیں کھدوائے اور نہریں بنوائیں تاکہ ان کا پانی پینے کے کام آئے اور اس سے آبپاشی بھی ہو سکے۔ اس علاقے کے مشہور کنوئیں یہ ہیں: بیر السقیا، بیر البضاعہ، بیر الاریس، بیر الرومہ، بیر الغرس اور بیر البصنہ۔ یہ تمام کنوئیں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے لئے مشہور ہیں۔ العین الزرقا کا اجراء اموی دور کا ایک اہم کارنامہ ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یزید بن معاویہ کی متابعت سے انکار

اموی عہد حکومت کا ایک اہم واقعہ حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا یزید ابن معاویہ کی متابعت و مبایعت سے انکار ہے۔ جس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ پھر آپ نے عراق کا سفر اختیار کیا جہاں اہل کوفہ نے مسلم بن عقیل بن ابی طالب کی وساطت و سفارت سے آپ کو خلیفہ و جانشین نامزد کر دیا۔ ۶۱ ہجری (۶۸۲ عیسوی) میں یزید کی فوجوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے کا محاصرہ کر لیا جس کے نتیجے میں جنگ ہوئی اس جنگ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

معرکہَ حرۃ الشرقیہ

۶۳ ہجری (۶۸۴ عیسوی) میں اہل مدینہ منورہ نے یزید کو شراب نوشی اور فسق و فجور جیسے اسلامی محرمات کا مرتکب قرار دیکر اس کی اطاعت سے انکار کر دیا اور عبد اللہ بن مطیع قرشی کو مہاجرین سے اور عبد اللہ بن حنظلہ انصاری کو انصاریوں میں سے اپنا قائد نامزد کر دیا۔ اس پر یزید سے جنگ شروع ہو گئی۔ جو معرکہَ حرۃ الشرقیہ کے نام سے مشہور ہے۔ یزید نے مسلم بن عقبہ المزنی الغطفانی کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا۔ یہ ایک معمر شخص تھا اور عادی مجرم تھا۔ اس

کے لشکر میں شامی، اردنی، فلسطینی اور قنسرینی سپاہی شامل تھے۔ جنہوں نے مدینہ کے مشرق کی جانب حملہ کیا اور خوب جم کر جنگ ہوئی۔ چونکہ مذکورہ قائدین بالکل نئے تھے اور دشمن کی فوج زیادہ ہونے کے علاوہ وہ ہتھیاروں سے پوری طرح لیس تھے۔ اس لئے ان قائدین کو شکست ہوئی جس کے بعد اموی فوج نے تین دن تک لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم رکھا۔ اس معرکے میں مہاجرین اور انصار کے سات سو آدمی شہید ہوئے اور تقریباً ۱۰۰۰۰ اہل مدینہ منورہ اس معرکے میں کام آئے۔

مدینہ منورہ
عبداللہ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کے دور میں

مدینہ منورہ میں باغیوں کی سرکوبی کے بعد مسلم بن عقبہ کی فوج نے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف کوچ کیا۔ اموی فوج نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا لیکن یزید کی موت ہو جانے کے باعث فوج حملے سے باز رہی اور اس نے شام کی طرف اپنا رخ موڑ دیا۔

یزید کے بعد اس کے بیٹے معاویہ کو جانشین بنایا گیا جو کمزور و ضعیف ہونے کی وجہ سے صرف چالیس دن تک برسرِاقتدار رہنے کے بعد بغیر کوئی جانشین نامزد کئے انتقال کر گیا۔ اس کے بعد عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ایسے قائد بن کر ابھرے جن کا کوئی مدمقابل نہیں تھا۔ اور جن کو اہل حجاز، کوفہ، بصرہ، خراسان، مصر و شام کی حمایت و پشت پناہی حاصل تھی۔ انہوں نے اپنے بھائی عبید اللہ ابن زبیر کو حاکم مدینہ منورہ نامزد کیا۔ مگر ان کے حامیوں میں افتراق و انتشار پھیل جانے کے باعث ان کی حیثیت کم ہونے لگی۔ بعض ریاستوں نے بغاوت کر دی جنہوں نے پہلے ان کی تائید و حمایت کی تھی۔ جس کے بعد اہل شام نے ۶۴ ہجری (۶۸۵ عیسوی) میں عبدالملک ابن مروان کو خلیفہ نامزد کر دیا اور ابن زبیر کی حامی ریاستوں اور اموی خلیفہ کے حامیوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ اس وقت تمام عالم اسلام کشمکش اور انتشار میں مبتلا ہو گیا۔ ابن زبیر، ان کے حامیوں اور بنی امیہ کے موافقین کے درمیان مسلح جنگ سارے عالم اسلام کے لئے نقصان دہ تھی۔ اکثر لوگ بنی امیہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا انتقام لینا چاہتے تھے اور ان میں وہ تمام گروہ شامل تھے جو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بغاوت کر کے بالکل جدا ہو گئے تھے۔

Marfat.com

کے لشکر میں شامی، اردنی، فلسطینی اور قنسرینی سپاہی شامل تھے۔ جنہوں نے مدینہ کے مشرق کی جانب حملہ کیا اور خوب جم کر جنگ ہوئی۔ چونکہ مذکورہ قائدین بالکل نئے تھے اور دشمن کی فوج زیادہ ہونے کے علاوہ وہ ہتھیاروں سے پوری طرح لیس تھے۔ اس لئے ان قائدین کو شکست ہوئی جس کے بعد اموی فوج نے تین دن تک لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم رکھا۔ اس معرکے میں مہاجرین اور انصار کے سات سو آدمی شہید ہوئے اور تقریباً ۱۰۰۰۰ اہل مدینہ منورہ اس معرکے میں کام آئے۔

مدینہ منورہ
عبداللہ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کے دور میں

مدینہ منورہ میں باغیوں کی سرکوبی کے بعد مسلم بن عقبہ کی فوج نے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف کوچ کیا۔ اموی فوج نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا لیکن یزید کی موت ہو جانے کے باعث فوج حملے سے باز رہی اور اس نے شام کی طرف اپنا رخ موڑ دیا۔

یزید کے بعد اس کے بیٹے معاویہ کو جانشین بنایا گیا جو کمزور و ضعیف ہونے کی وجہ سے صرف چالیس دن تک برسر اقتدار رہنے کے بعد بغیر کوئی جانشین نامزد کئے انتقال کر گیا۔ اس کے بعد عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ایسے قائد بن کر ابھرے جن کا کوئی مدمقابل نہیں تھا۔ اور جن کو اہل حجاز، کوفہ، بصرہ، خراسان، مصر و شام کی حمایت و پشت پناہی حاصل تھی۔ انہوں نے اپنے بھائی عبید اللہ ابن زبیر کو حاکم مدینہ منورہ نامزد کیا۔ مگر ان کے حامیوں میں افتراق و انتشار پھیل جانے کے باعث ان کی حیثیت کم ہونے لگی۔ بعض ریاستوں نے بغاوت کر دی جنہوں نے پہلے ان کی تائید و حمایت کی تھی۔ جس کے بعد اہلِ شام نے ۶۴ ہجری (۶۸۵ عیسوی) میں عبدالملک ابن مروان کو خلیفہ نامزد کر دیا اور ابن زبیر کی حامی ریاستوں اور اموی خلیفہ کے حامیوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ اس وقت تمام عالم اسلام کشمکش اور انتشار میں مبتلا ہو گیا۔ ابن زبیر، ان کے حامیوں اور بنی امیہ کے موافقین کے درمیان مسلح جنگ سارے عالم اسلام کے لئے نقصان دہ تھی۔ اکثر لوگ بنی امیہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا انتقام لینا چاہتے تھے اور ان میں وہ تمام گروہ شامل تھے جو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بغاوت کر کے بالکل جدا ہو گئے تھے۔

امویوں کی مدینہ منورہ پر
قبضے کی کوشش

ایک ایسے نازک موقع پر جبکہ تمام عالم اسلام افتراق اور انتشار کا شکار تھا مدینہ منورہ اس کی لپیٹ میں آئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ عبد الملک ابن مروان نے طاقت حاصل کرنے کے بعد اپنی حکومت کو مستحکم بنالیا اور پھر ان باغی ریاستوں کو محکوم و مطیع کرنے کی جانب اپنی توجہ مبذول کی۔ اس نے جیش ابن دلجہ کی زیر قیادت ایک فوج مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے بھیجی۔ اور ایک دوسرا دستہ عراق میں بغاوت کچلنے کے لئے روانہ کیا۔ جیش کے مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہی جابر ابن الاسود حاکم مدینہ منورہ فرار ہو گیا اور اموی افواج نے مدینہ منورہ میں داخل ہو کر اپنا قبضہ جما لیا۔ ابن زبیر نے بصرہ سے جوان کے زیر اقتدار تھا اموی افواج سے مقابلہ کرنے اور مدینہ منورہ پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنے کے لئے ایک فوج بھیجی اور عباس ابن سحل بن سعد کی زیر قیادت کچھ مزید فوجیوں کو بھی شامل کر دیا۔ امویوں کی افواج ابن دلجہ کی قیادت میں اور ابن زبیر کی افواج عباس ابن سحل کی قیادت میں مدینہ منورہ کے مضافات میں ایک ایسے مقام پر جمع ہوئیں جس کی مدینہ منورہ سے چار دن کی مسافت تھی۔ اس معرکے میں ابن دلجہ، زید ابن سیاہ نامی شخص کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ امویوں کو شکست فاش ہوئی اور فوجیوں کی ایک بڑی تعداد قید کر لی گئی۔ جو باقی بچے وہ شام کی طرف فرار ہو گئے۔ پانچ سو اموی فوجیوں نے جو مدینہ منورہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے عباس کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ جس کے بعد عباس نے ان کو قتل کر دیا۔ اہل مدینہ منورہ نے اموی فوج کے قائد کو ۶۵ ہجری (۶۸۶ عیسوی) میں قتل کر دینے کے بعد ابن سیاہ کا ایک فاتح کی طرح بڑا پرجوش استقبال کیا۔

مدینہ منورہ پر قبضے کی دوسری کوشش

عبد الملک نے مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کی ناکام کوشش کے بعد دوسری کوشش کی اور اپنے چچا زاد بھائی عبد الملک بن حارث کو ایک دوسری فوج کی قیادت سپرد کر کے شہر پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا انتقام لینے کے بہانے مختار سے جو حاکم کوفہ تھا مدد طلب کی۔ مختار نے ابن زبیرؓ کو امویوں کے خلاف لڑنے کے لئے فوج بھیج دی۔ لیکن مختار کا اصل مقصد شہر پر قبضہ کر کے مکہ مکرمہ کی طرف بڑھنا تھا تاکہ ابن زبیرؓ پر ایک آخری اور فیصلہ کن ضرب کاری لگائی جاسکے۔ ابن زبیرؓ کو مختار کے اخلاص و وفاداری پر شک ہو گیا اور انہوں نے عباس ابن سحل کی قیادت میں مدینہ منورہ کے دفاع کے لئے ایک فوج بھیج دی۔ ابن سحل نے مختار کی فوج سے جو رقیم نام کے ایک مقام پر خیمہ زن تھی ملاقات کی اور فوج کے قائد کو قتل کر کے بہت سے فوجیوں کو اسیر بنا لیا۔ مختار کے ارادے کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد اس کے بہت سے فوجی کوفے کی طرف بھاگ نکلے۔ اس طرح ۶۶ ہجری (۶۸۷ عیسوی) میں مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کی دوسری کوشش بھی ناکام ہو گئی۔

Marfat.com

امویوں کی مدینہ منورہ پر قبضے کی کوشش

ایک ایسے نازک موقع پر جبکہ تمام عالم اسلام افتراق اور انتشار کا شکار تھا مدینہ منورہ اس کی لپیٹ میں آئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ عبد الملک ابن مروان نے طاقت حاصل کرنے کے بعد اپنی حکومت کو مستحکم بنا لیا اور پھر ان باغی ریاستوں کو محکوم و مطیع کرنے کی جانب اپنی توجہ مبذول کی۔ اس نے جیش ابن دلجہ کی زیر قیادت ایک فوج مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے بھیجی۔ اور ایک دوسرا دستہ عراق میں بغاوت کچلنے کے لئے روانہ کیا۔ جیش کے مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہی جابر ابن الاسود حاکم مدینہ منورہ فرار ہو گیا اور اموی افواج نے مدینہ منورہ میں داخل ہو کر اپنا قبضہ جما لیا۔ ابن زبیر نے بصرہ سے جو ان کے زیر اقتدار تھا اموی افواج سے مقابلہ کرنے اور مدینہ منورہ پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنے کے لئے یک فوج بھیجی اور عباس ابن سحل بن سعد کی زیر قیادت کچھ مزید فوجیوں کو بھی شامل کر دیا۔ امویوں کی افواج ابن دلجہ کی قیادت میں اور ابن زبیر کی افواج عباس ابن سحل کی قیادت میں مدینہ منورہ کے مضافات میں ایک ایسے مقام پر جمع ہوتیں جس کی مدینہ منورہ سے چار دن کی مسافت تھی۔ اس معرکے میں ابن دلجہ، زید ابن سیاہ نامی شخص کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ امویوں کو شکست فاش ہوئی اور فوجیوں کی ایک بڑی تعداد قید کر لی گئی۔ جو باقی بچے وہ شام کی طرف فرار ہو گئے۔ پانچ سو اموی فوجیوں نے جو مدینہ منورہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے عباس کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ جس کے بعد عباس نے ان کو قتل کر دیا۔ اہل مدینہ منورہ نے اموی فوج کے قائد کو ۶۵ ہجری (۶۸۶ عیسوی) میں قتل کر دینے کے بعد ابن سیاہ کا ایک فاتح کی طرح بڑا پرجوش استقبال کیا۔

مدینہ منورہ پر قبضے کی دوسری کوشش

عبد الملک نے مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کی ناکام کوشش کے بعد دوسری کوشش کی اور اپنے چچازاد بھائی عبد الملک بن حارث کو ایک دوسری فوج کی قیادت سپرد کر کے شہر پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا انتقام لینے کے بہانے مختار سے جو حاکم کوفہ تھا مدد طلب کی۔ مختار نے ابن زبیرؓ کو امویوں کے خلاف لڑنے کے لئے فوج بھیج دی۔ لیکن مختار کا اصل مقصد شہر پر قبضہ کر کے مکہ مکرمہ کی طرف بڑھنا تھا تاکہ ابن زبیرؓ پر ایک آخری اور فیصلہ کن ضرب کاری لگائی جاسکے۔ ابن زبیرؓ کو مختار کے اخلاص و وفاداری پر شک ہو گیا اور انہوں نے عباس ابن سحل کی قیادت میں مدینہ منورہ کے دفاع کے لئے ایک فوج بھیج دی۔ ابن سحل نے مختار کی فوج سے جو رقیم نام کے ایک مقام پر خیمہ زن تھی ملاقات کی اور فوج کے قائد کو قتل کر کے بہت سے فوجیوں کو اسیر بنا لیا۔ مختار کے ارادے کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد اس کے بہت سے فوجی کوفے کی طرف بھاگ نکلے۔ اس طرح ۶۶ ہجری (۶۸۷ عیسوی) میں مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کی دوسری کوشش بھی ناکام ہو گئی۔

ابن مسیب پر دُرّے

ابن زبیرؓ کے دور حکومت میں حاکم مدینہ منورہ عبد الرحمن اشعث، ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تائید و حمایت سے انکار کرنے پر ایک ساٹھ سالہ بزرگ عالم اور مبلغ دین جناب ابن مسیب کو دُرّے لگانے کے لئے معروف ہوا۔

مدینہ منورہ پر امویوں کا قبضہ

عبد الملک ابن مروان کو ۷۳ ہجری (۶۹۲ عیسوی) میں مدینہ منورہ پر دوبارہ قبضہ کرنے میں اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں ہوئی جب تک کہ اس نے حجاج ابن یوسف کی سربراہی میں ایک بڑی فوج ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لئے مکہ مکرمہ نہیں بھیجی۔ مکہ مکرمہ جاتے ہوئے یہ فوج مدینہ منورہ کے راستے سے گزری اور عراق سے جانب مشرق جانے والی ایک سڑک پر چل کر مکہ مکرمہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا۔

عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنی امیہ کی افواج کا مقابلہ کیا اور قتل ہوئے اس کے بعد اس لشکر نے ان کی لاش کو کئی روز تک صلیب پر لٹکائے رکھا۔ اہل مدینہ منورہ نے عبد الملک ابن مروان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ طلحہ ابن عبد اللہ ابن عوف اس وقت حاکم مدینہ منورہ تھا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ میں تدفین

کہا جاتا ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد حجاج نے حکم دیا کہ ان کی تدفین یہودیوں کے قبرستان میں کی جائے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حجون میں اسی مقام پر تدفین ہوئی جہاں انہیں صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلامی طریقے پر غسل اور کفن دیا اور ان کی نماز جنازہ ادا کر کے مدینہ منورہ پہنچایا گیا جہاں ان کو دار صفیہ بنت حیی ابن اخطب زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کیا گیا۔ بعد میں یہ عمارت مسجد نبوی کی توسیع میں شامل کر لی گئی۔

مدینہ منورہ پر امویوں کی حکمرانی جاری رہی اور ان کے پیدا کردہ استحکام کی بدولت اس شہر کی اقتصادی و معاشرتی ترقی میں اضافہ ہوتا گیا اور مرکز علم و ادب کی حیثیت سے مدینہ منورہ کو ایک نئی زندگی حاصل ہوئی۔

مدینہ منورہ عباسیوں کے عہد میں

امیوں کے زوال اور حکومت کے خاتمہ کے بعد ۱۳۲ ہجری (۷۵۱ عیسوی) سے مدینہ منورہ پر عباسیوں کی حکومت

Marfat.com

ابن مسیّب پر دُرّے

ابن زبیرؓ کے دور حکومت میں حاکم مدینہ منورہ عبد الرحمن اشعث، ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تائید و حمایت سے انکار کرنے پر ایک ساٹھ سالہ بزرگ عالم اور مبلغ دین جناب ابن مسیّب کو دُرّے لگانے کے لئے معروف ہوا۔

مدینہ منورہ پر امویوں کا قبضہ

عبد الملک ابن مروان کو ۷۲ ہجری (۶۹۲ عیسوی) میں مدینہ منورہ پر دوبارہ قبضہ کرنے میں اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں ہوئی جب تک کہ اس نے حجاج ابن یوسف کی سربراہی میں ایک بڑی فوج ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لئے مکہ مکرمہ نہیں بھیجی۔ مکہ مکرمہ جاتے ہوئے یہ فوج مدینہ منورہ کے راستے سے گزری اور عراق سے جانب مشرق جانے والی ایک سڑک پر چل کر مکہ مکرمہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا۔
عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنی امیہ کی افواج کا مقابلہ کیا اور قتل ہوئے اس کے بعد اس لشکر نے ان کی لاش کو کئی روز تک صلیب پر لٹکائے رکھا۔ اہل مدینہ منورہ نے عبد الملک ابن مروان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ طلحہ ابن عبد اللہ ابن عوف اس وقت حاکم مدینہ منورہ تھا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ میں تدفین

کہا جاتا ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد حجاج نے حکم دیا کہ ان کی تدفین یہودیوں کے قبرستان میں کی جائے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حجون میں اسی مقام پر تدفین ہوئی جہاں انہیں صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلامی طریقے پر غسل اور کفن دیا اور ان کی نماز جنازہ ادا کر کے مدینہ منورہ پہنچایا گیا جہاں ان کو دار صفیہ بنت حیی ابن اخطب زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کیا گیا۔ بعد میں یہ عمارت مسجد نبوی کی توسیع میں شامل کر لی گئی۔
مدینہ منورہ پر امویوں کی حکمرانی جاری رہی اور ان کے پیدا کردہ استحکام کی بدولت اس شہر کی اقتصادی و معاشرتی ترقی میں اضافہ ہوتا گیا اور مرکز علم و ادب کی حیثیت سے مدینہ منورہ کو ایک نئی زندگی حاصل ہوئی۔

مدینہ منورہ عباسیوں کے عہد میں

امیوں کے زوال اور حکومت کے خاتمہ کے بعد ۱۳۲ ہجری (۷۵۱ عیسوی) سے مدینہ منورہ پر عباسیوں کی حکومت

رہی۔ مگر انہیں بھی امویوں کی طرح سیاسی اور نفسیاتی بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ تزلزل اور عدم استحکام اس وقت تک جاری رہا جب تک عباسیوں نے محمد ابن عبد اللہ ابن حسن المعروف بہ نفس زکیہ کو قتل نہ کر دیا۔ اس کے بعد عباسیوں نے تمام امویوں کا مدینہ منورہ سے صفایا کر دیا۔

نفس زکیہ کا قتل

مدینہ منورہ میں امویوں کی موجودگی کے باعث بغض و عداوت اور انتقام کے خوف سے عباسیوں نے شہر کے ہر ایک اموی کو قتل کر دینے کے احکام صادر کر دیئے۔ ۱۳۳ ہجری (۷۵۲ عیسوی) میں بانی حکومت عباسیہ، خلیفہ سفاح کے چچا زاد بھائی داؤد نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے مدینہ منورہ کے اندر باقی ماندہ امویوں کو بالکل صاف کر دیا۔ چونکہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد اپنے آپ کو جائز حکمران سمجھتی تھی اس لئے انہوں نے عباسیوں کی تائید و حمایت کے باوجود اپنا اثر و اقتدار بحال کرنے کی جدوجہد برابر جاری رکھی۔

محمد بن عبد اللہ بن حسن نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم نے مدینہ منورہ سے باہر جا کر مسلمانوں سے مدد مانگی اور قوت و اقتدار حاصل کرنے کے لئے وقت کے منتظر رہے۔ عباسیوں نے انہیں گرفتار کرنے کی ناکام کوشش کی مگر انہیں اپنے حامیوں کی تائید اور تحفظ حاصل رہا۔ اس پر عباسیوں نے ایک اور حربہ یہ آزمایا کہ ان کے والد عبد اللہ کو قید کر دیا جنہوں نے تین سال قید میں گزارے۔ اس کے بعد عباسیوں نے حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کو طوق و سلاسل پہنا کر عراق کے قید خانے میں مقید کر دیا جہاں ان کے اکثر بزرگ بحالت قید انتقال کر گئے۔

جب نفس زکیہ کو اپنے اہل خاندان کی مصیبت کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنے بھائی ابراہیم کی معیت میں عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی۔ نفس زکیہ نے مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں اپنی ایک آزاد ریاست قائم کر کے رجب ۱۴۵ ہجری (۷۶۳ عیسوی) میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے وزیر عدل، عدالت و انتظامیہ اور سپاہیوں کا انتخاب کیا۔

المنصور نے اپنے چچا زاد بھائی عیسیٰ ابن موسیٰ کی سربراہی میں ایک طاقتور فوج روانہ کی جس نے مدینہ منورہ سے ایک میل دور اس مقام پر پڑاؤ ڈالا جہاں نفس زکیہ نے ایک خندق کھودر کھی تھی تاکہ عباسی فوج شہر میں داخل نہ ہونے پائے۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکۂ احزاب کے موقع پر خندق کھودی تھی۔ لیکن عباسی افواج غلبہ کر کے اس خندق کو پار کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اور دونوں فوجوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ یہ لڑائی صبح سے شام تک جاری رہی لیکن دشمن کی فوج تعداد میں زیادہ اور نہایت چالاک اور مستعد تھی۔ جب نفسِ زکیہ کو اپنے فوجیوں میں تفرقہ اور فرار کا ارادہ نظر آیا تو وہ خود گھوڑے پر سوار ہو کر مقابلے کے لئے آگے بڑھے اور چند حامیوں کے ساتھ لڑتے رہے وہ عیسیٰ ابن موسیٰ کے بہت سے لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار کر بہت بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے آخر ماہ رمضان المبارک ۱۴۵ ہجری (۷۶۳ عیسوی) میں خود بھی قتل ہو گئے۔ ان کے بھائی ابراہیم نے بھی بصرہ میں عباسیوں کے خلاف سر کشی کی مگر وہ بھی لڑتے ہوئے مارے گئے۔

کہتے ہیں کہ نفس زکیہ کو جبل سلع کے مشرق اور عین الزرقاء کے شمال کی جانب دفن کیا گیا۔ بعض روایتوں کے مطابق ان کے بھائی اور بہن نے انہیں البقیع میں دفن کیا۔

8 7052

Marfat.com

رہی۔ مگر انہیں بھی امویوں کی طرح سیاسی اور نفسیاتی بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ تزلزل اور عدم استحکام اس وقت تک جاری رہا جب تک عباسیوں نے محمد ابن عبداللہ ابن حسن المعروف بہ نفس زکیہ کو قتل نہ کر دیا۔ اس کے بعد عباسیوں نے تمام امویوں کا مدینہ منورہ سے صفایا کر دیا۔

نفس زکیہ کا قتل

مدینہ منورہ میں امویوں کی موجودگی کے باعث بغض و عداوت اور انتقام کے خوف سے عباسیوں نے شہر کے ہر ایک اموی کو قتل کر دینے کے احکام صادر کر دیئے۔ ۱۳۳ ہجری (۷۵۲ عیسوی) میں بانی حکومت عباسیہ، خلیفہ سفاح کے چچا زاد بھائی داؤد نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے مدینہ منورہ کے اندر باقی ماندہ امویوں کو بالکل صاف کر دیا۔ چونکہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد اپنے آپ کو جائز حکمران سمجھتی تھی اس لئے انہوں نے عباسیوں کی تائید و حمایت کے باوجود اپنا اثر و اقتدار بحال کرنے کی جدوجہد برابر جاری رکھی۔

محمد بن عبداللہ بن حسن نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم نے مدینہ منورہ سے باہر جا کر مسلمانوں سے مدد مانگی اور قوت و اقتدار حاصل کرنے کے لئے وقت کے منتظر رہے۔ عباسیوں نے انہیں گرفتار کرنے کی ناکام کوشش کی مگر انہیں اپنے حامیوں کی تائید اور تحفظ حاصل رہا۔ اس پر عباسوں نے ایک اور حربہ یہ آزمایا کہ ان کے والد عبداللہ کو قید کر دیا جنہوں نے تین سال قید میں گزارے۔ اس کے بعد عباسیوں نے حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کو طوق و سلاسل پہنا کر عراق کے قید خانے میں مقید کر دیا جہاں ان کے اکثر بزرگ بحالت قید انتقال کر گئے۔

جب نفس زکیہ کو اپنے اہل خاندان کی مصیبت کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنے بھائی ابراہیم کی معیت میں عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی۔ نفس زکیہ نے مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں انہیں خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔ انہوں نے مدینہ منورہ میں اپنی ایک آزاد ریاست قائم کر کے رجب ۱۴۵ ہجری (۷۶۳ عیسوی) میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے وزیر عدل، عدالت و انتظامیہ اور سپاہیوں کا انتخاب کیا۔

المنصور نے اپنے چچا زاد بھائی عیسٰی ابن موسٰی کی سربراہی میں ایک طاقتور فوج روانہ کی جس نے مدینہ منورہ سے ایک میل دور اس مقام پر پڑاؤ ڈالا جہاں نفس زکیہ نے ایک خندق کھودر کھی تھی تاکہ عباسی فوج شہر میں داخل نہ ہونے پائے۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکۂ احزاب کے موقع پر خندق کھودی تھی۔ لیکن عباسی افواج غلبہ کر کے اس خندق کو پار کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اور دونوں فوجوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ یہ لڑائی صبح سے شام تک جاری رہی لیکن دشمن کی فوج تعداد میں زیادہ اور نہایت چالاک اور مستعد تھی۔ جب نفس زکیہ کو اپنے فوجیوں میں تفرقہ اور فرار کا ارادہ نظر آیا تو وہ خود گھوڑے پر سوار ہو کر مقابلے کے لئے آگے بڑھے اور چند حامیوں کے ساتھ لڑتے رہے وہ عیسٰی ابن موسٰی کے بہت سے لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار کر بہت بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے آخر ماہ رمضان المبارک ۱۴۵ ہجری (۷۶۳ عیسوی) میں خود بھی قتل ہو گئے۔ ان کے بھائی ابراہیم نے بھی بصرہ میں عباسیوں کے خلاف سرکشی کی مگر وہ بھی لڑتے ہوئے مارے گئے۔

کہتے ہیں کہ نفس زکیہ کو جبل سلع کے مشرق اور عین الزرقا کے شمال کی جانب دفن کیا گیا۔ بعض روایتوں کے مطابق ان کے بھائی اور بہن نے انہیں البقیع میں دفن کیا۔

87052

اس واقعہ کے بعد مدینہ منورہ میں پھر استحکام آیا اور اس شہر نے حیات تازہ حاصل کی۔ یہ حالتِ امن و استحکام عباسیوں کے زوال تک باقی رہی۔

عباسیوں کے عہد میں مدینہ منورہ کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ خلیفہ مہدی کے ہاتھوں مسجد نبوی کی توسیع ہے۔

مدینہ منورہ قبلِ عہد عثمانی

عباسی حکومت کے آخری ایام میں خلافت کے اندر تفرقہ و انتشار پیدا ہو گیا اور بغداد میں خلیفہ کے ہاتھوں سے قوت و اقتدار جاتا رہا۔ صوبوں کی حالت بھی کچھ بہتر نہیں تھی۔ صرف ایک طاقتور مطلق العنان حاکم ہی ان صوبوں پر حکومت کر سکتا تھا۔ جو طاقت کے ذریعے اپنے احکام پر عمل در آمد کرانے کی اہلیت رکھتا ہو مصر، شام، اردن حتیٰ کہ حجاز و حلب بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے۔ مدینہ منورہ پر اس وقت حسینی اشراف (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد) کا اثر و اقتدار تھا۔ ۳۳۵ ہجری (۹۴۸ عیسوی) میں عباسی حکومت کا ضعف و زوال اپنی انتہا پر پہنچ گیا۔ اس زمانے میں مدینہ منورہ میں درج ذیل واقعات رونما ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ مبارک کو چرانے کی کوشش

۵۵۷ ہجری (۱۱۶۴ عیسوی) میں عیسائیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کو قبر مبارک سے نکالنے اور مدینہ منورہ سے منتقل کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ انہوں نے دو ایسے آدمیوں کو بھیجا جو مراکشی بھیس میں تھے۔ اور اپنے آپ کو اندلس کا باشندہ بتاتے تھے۔ انہوں نے روضۂ اطہر کے پاس ایک مکان کرائے پر لیا اور اپنے آپ کو نیک اور پارسا ظاہر کرنے کے لئے پابندی سے نمازیں پڑھنا، غریبوں کو کھانا کھلانا اور مسجد نبوی و جنت البقیع میں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر اصحاب رضی اللہ عنہم و تابعین مدفون ہیں باقاعدگی سے حاضر ہونا شروع کر دیا۔ انہوں نے اپنے مکان سے خفیہ طریقے سے ایک ایسی سرنگ کھودنا شروع کر دی جو حجرۂ اطہر تک پہنچتی تھی۔ سرنگ سے جو مٹی نکلتی وہ اس کو اپنے مکان کے کنوئیں میں ڈالتے رہتے۔ کبھی وہ مٹی کو چمڑے کی مشکوں میں بھر کر لے جاتے اور جنت البقیع میں ڈال آتے تھے۔ اس طرح انہوں نے اپنا یہ خفیہ عمل ایک عرصے تک جاری رکھا۔ انہیں امید تھی کہ وہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے مگر وہ یہ بھول گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ جو تمام حرکات پر نظر رکھتا ہے ان کی اس کوشش کو ملیامیٹ کر دے گا۔

انہی دنوں سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ سنہری بالوں والے دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں کہ اے محمود مجھے ان دونوں سے بچا۔ سلطان نورالدین سوتے میں گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور نماز ادا کر کے پھر سو گئے۔ لیکن جب انہیں تین مرتبہ اسی طرح کا

Marfat.com

اس واقعہ کے بعد مدینہ منورہ میں پھر استحکام آیا اور اس شہر نے حیات تازہ حاصل کی۔ یہ حالتِ امن و استحکام عباسیوں کے زوال تک باقی رہی۔
عباسیوں کے عہد میں مدینہ منورہ کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ خلیفہ مہدی کے ہاتھوں مسجد نبوی کی توسیع ہے۔

مدینہ منورہ قبلِ عہد عثمانی

عباسی حکومت کے آخری ایام میں خلافت کے اندر تفرقہ و انتشار پیدا ہو گیا اور بغداد میں خلیفہ کے ہاتھوں سے قوت و اقتدار جاتا رہا۔ صوبوں کی حالت بھی کچھ بہتر نہیں تھی۔ صرف ایک طاقتور مطلق العنان حاکم ہی ان صوبوں پر حکومت کر سکتا تھا۔ جو طاقت کے ذریعے اپنے احکام پر عمل در آمد کرانے کی اہلیت رکھتا ہو مصر، شام، اردن حتیٰ کہ حجاز و حلب بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے۔ مدینہ منورہ پر اس وقت حسینی اشراف (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد) کا اثر و اقتدار تھا۔ ۳۳۵ ہجری (۹۴۸ عیسوی) میں عباسی حکومت کا ضعف و زوال اپنی انتہا پر پہنچ گیا۔ اس زمانے میں مدینہ منورہ میں درج ذیل واقعات رونما ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ مبارک کو چرانے کی کوشش

۵۵۷ ہجری (۱۱۶۴ عیسوی) میں عیسائیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو قبر مبارک سے نکالنے اور مدینہ منورہ سے منتقل کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ انہوں نے دو ایسے آدمیوں کو بھیجا جو مراکشی بھیس میں تھے۔ اور اپنے آپ کو اندلس کا باشندہ بتاتے تھے۔ انہوں نے روضۂ اطہر کے پاس ایک مکان کرائے پر لیا اور اپنے آپ کو نیک اور پارسا ظاہر کرنے کے لئے پابندی سے نمازیں پڑھنا، غریبوں کو کھانا کھلانا اور مسجد نبوی و جنت البقیع میں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر اصحاب رضی اللہ عنہم و تابعین مدفون ہیں باقاعدگی سے حاضر ہونا شروع کر دیا۔ انہوں نے اپنے مکان سے خفیہ طریقے سے ایک ایسی سرنگ کھودنا شروع کر دی جو حجرہ اطہر تک پہنچتی تھی۔ سرنگ سے جو مٹی نکلتی وہ اس کو اپنے مکان کے کنوئیں میں ڈالتے رہتے۔ کبھی وہ مٹی کو چمڑے کی مشکوں میں بھر کر لے جاتے اور جنت البقیع میں ڈال آتے تھے۔ اس طرح انہوں نے اپنا یہ خفیہ عمل ایک عرصے تک جاری رکھا۔ انہیں امید تھی کہ وہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے مگر وہ یہ بھول گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ جو تمام حرکات پر نظر رکھتا ہے ان کی اس کوشش کو ملیامیٹ کر دے گا۔
انہی دنوں سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ سنہری بالوں والے دو آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں کہ اے محمود مجھے ان دونوں سے بچا۔ سلطان نور الدین سوتے میں گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور نماز ادا کر کے پھر سو گئے۔ لیکن جب انہیں تین مرتبہ اسی طرح کا

خواب نظر آیا تو انہوں نے اپنے وزیر جمال الدین موصلی کو بلایا جو بڑا متقی اور دانشمند تھا۔ اور اس سے یہ خواب بیان کیا۔ پھر سلطان نے وزیر کو مدینہ منورہ کے سفر کی تیاری کی ہدایت کی۔ چنانچہ سلطان اور وزیر ایک بڑے قافلے کے ساتھ جس میں مشہور مورخ مجد الدین المطری کے قول کے مطابق ایک ہزار اونٹ شامل تھے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ شام سے مدینہ منورہ کا سفر ۱۶ دن میں طے کیا گیا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر سلطان سیدھے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور دوگانہ ادا کرنے کے بعد کچھ دیر مسجد میں بیٹھ کر اس شش و پنج میں مبتلا رہے کہ آئندہ کیا کیا جائے۔ وزیر نے سلطان سے دریافت کیا کہ کیا وہ ان دونوں آدمیوں کو پہچان سکیں گے۔ سلطان نے اثبات میں جواب دیا تو وزیر نے مدینہ منورہ کے تمام باشندوں کو بلایا اور ان سے وہاں کے تمام غریب و محتاج لوگوں کے نام دریافت کئے تاکہ سلطان ان میں خیرات تقسیم کر سکیں۔

جو لوگ خیرات حاصل کرنے کے لئے آئے ان میں کوئی بھی ان آدمیوں کے مشابہ نہ تھا جن کو سلطان نے خواب میں دیکھا تھا۔ تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ شہر میں صرف ایسے دو مراکشی باشندے باقی رہ گئے ہیں جو خیرات لینے نہیں آئے۔ سلطان نے ان دونوں کو بھی لانے کا حکم دیا۔ جب وہ دونوں آدمی آئے تو سلطان نے فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی دو ہیں جن کو انہوں نے خواب میں دیکھا تھا۔ جب ان سے سوالات کئے گئے تو انہوں نے بتایا کہ وہ مراکش کے رہنے والے ہیں۔ حج و زیارت کے لئے آئے ہیں اور ایک ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام کا ارادہ رکھتے ہیں۔ سلطان نے ان دونوں کو اپنے آدمیوں کے حوالے کر دیا اور خود ان کی رہائش گاہ پر پہنچے جہاں تلاشی کے دوران انہیں روپیوں کے سوا کوئی بھی ایسی چیز نظر نہ آئی جن سے ان کا مجرم ہونا ظاہر ہوتا ہو۔ تبھی تلاشی کے دوران سلطان کا پاؤں لکڑی کے ایک تختے پر پڑا۔ انہوں نے اس تختے کو ہٹایا تو اس کے نیچے ایک ایسی سرنگ کا راستہ نظر آیا جو حجرۂ مطہرہ کی طرف جاتا تھا۔ یہ سرنگ مسجد نبوی کی دیوار کے نیچے نکالی گئی تھی۔

اس انکشاف پر اہل مدینہ منورہ دنگ رہ گئے کیونکہ وہ ان دونوں مراکشی باشندوں کو بہت نیک اور پارسا سمجھتے تھے ان دونوں نے پہلے تو کوئی صحیح بات نہیں بتائی لیکن جب ان پر کوڑے برسائے گئے تو انہوں نے اقبال جرم کر لیا۔ انہوں نے اقرار کیا کہ وہ مراکشی بھیس میں دو عیسائی ہیں جنہیں ان کے بادشاہ نے کثیر رقم دیکر یہاں بھیجا ہے تاکہ وہ ہر ممکن کوشش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو حجرۂ مطہرہ سے نکال کر اپنے ساتھ لے جائیں دونوں کا جرم ثابت ہو جانے کے بعد سلطان نے انہیں سزائے موت کا حکم صادر کیا اور ان کی نعشوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔

حجرۂ مطہرہ کا تحفظ

اس واقعہ کے بعد سلطان نور الدین نے حجرۂ مطہرہ کے چاروں طرف ایک خندق کھودے جانے کا حکم دیا اور اس خندق کے اندر سیسہ پگھلوا کر بھروا دیا تاکہ آئندہ کوئی شخص دیواریں توڑ کر اندر داخل ہونے کی کوشش نہ کر سکے۔

اس واقعہ کو مشہور مورخین جمال الدین الاسنوی اور جمال الدین المطری نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے اور سید سمہودی و سید برزنجی نے اپنی کتابوں میں مذکورہ مورخین کی کتابوں ہی سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ یہ واقعہ قرین قیاس ہے کیونکہ عیسائیوں کی گھناؤنی سازشوں اور ناپاک عزائم کے پیشِ نظر ایسا ان سے بعید بھی نہیں تھا۔ اگر یہ واقعہ محض

Marfat.com

خواب نظر آیا تو انہوں نے اپنے وزیر جمال الدین موصلی کو بلایا جو بڑا متقی اور دانشمند تھا۔ اور اس سے یہ خواب بیان کیا۔ پھر سلطان نے وزیر کو مدینہ منورہ کے سفر کی تیاری کی ہدایت کی۔ چنانچہ سلطان اور وزیر ایک بڑے قافلے کے ساتھ جس میں مشہور مورخ مجد الدین المطری کے قول کے مطابق ایک ہزار اونٹ شامل تھے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ شام سے مدینہ منورہ کا سفر ۱۶ دن میں طے کیا گیا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر سلطان سیدھے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور دوگانہ ادا کرنے کے بعد کچھ دیر مسجد میں بیٹھ کر اس شش و پنج میں مبتلا رہے کہ آئندہ کیا کیا جائے۔ وزیر نے سلطان سے دریافت کیا کہ کیا وہ ان دونوں آدمیوں کو پہچان سکیں گے۔ سلطان نے اثبات میں جواب دیا تو وزیر نے مدینہ منورہ کے تمام باشندوں کو بلایا اور ان سے وہاں کے تمام غریب و محتاج لوگوں کے نام دریافت کئے تا کہ سلطان ان میں خیرات تقسیم کر سکیں۔

جو لوگ خیرات حاصل کرنے کے لئے آئے ان میں کوئی بھی ان آدمیوں کے مشابہ نہ تھا جن کو سلطان نے خواب میں دیکھا تھا۔ تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ شہر میں صرف ایسے دو مراکشی باشندے باقی رہ گئے ہیں جو خیرات لینے نہیں آئے۔ سلطان نے ان دونوں کو بھی لانے کا حکم دیا۔ جب وہ دونوں آدمی آئے تو سلطان نے فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی دو ہیں جن کو انہوں نے خواب میں دیکھا تھا۔ جب ان سے سوالات کئے گئے تو انہوں نے بتایا کہ وہ مراکش کے رہنے والے ہیں۔ حج و زیارت کے لئے آئے ہیں اور ایک ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام کا ارادہ رکھتے ہیں۔ سلطان نے ان دونوں کو اپنے آدمیوں کے حوالے کر دیا اور خود ان کی رہائش گاہ پر پہنچے جہاں تلاشی کے دوران انہیں روپیوں کے سوا کوئی بھی ایسی چیز نظر نہ آئی جن سے ان کا مجرم ہونا ظاہر ہوتا ہو۔ تبھی تلاشی کے دوران سلطان کا پاؤں لکڑی کے ایک تختے پر پڑا۔ انہوں نے اس تختے کو ہٹایا تو اس کے نیچے ایک ایسی سرنگ کا راستہ نظر آیا جو حجرۂ مطہرہ کی طرف جاتا تھا۔ یہ سرنگ مسجد نبوی کی دیوار کے نیچے نکالی گئی تھی۔

اس انکشاف پر اہل مدینہ منورہ دنگ رہ گئے کیونکہ وہ ان دونوں مراکشی باشندوں کو بہت نیک اور پارسا سمجھتے تھے ان دونوں نے پہلے تو کوئی صحیح بات نہیں بتائی لیکن جب ان پر کوڑے برسائے گئے تو انہوں نے اقبال جرم کر لیا۔ انہوں نے اقرار کیا کہ وہ مراکشی بھیس میں دو عیسائی ہیں جنہیں ان کے بادشاہ نے کثیر رقم دیکر یہاں بھیجا ہے تا کہ وہ ہر ممکن کوشش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو حجرۂ مطہرہ سے نکال کر اپنے ساتھ لے جائیں دونوں کا جرم ثابت ہو جانے کے بعد سلطان نے انہیں سزائے موت کا حکم صادر کیا اور ان کی نعشوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔

حجرۂ مطہرہ کا تحفظ

اس واقعہ کے بعد سلطان نور الدین نے حجرۂ مطہرہ کے چاروں طرف ایک خندق کھودے جانے کا حکم دیا اور اس خندق کے اندر سیسہ پگھلوا کر بھروا دیا تا کہ آئندہ کوئی شخص دیواریں توڑ کر اندر داخل ہونے کی کوشش نہ کر سکے۔
اس واقعہ کو مشہور مورخین جمال الدین الاسنوی اور جمال الدین المطری نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے اور سید سمہودی و سید برزنجی نے اپنی کتابوں میں مذکورہ مورخین کی کتابوں ہی سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ یہ واقعہ قرین قیاس ہے کیونکہ عیسائیوں کی گھناؤنی سازشوں اور ناپاک عزائم کے پیش نظر ایسا ان سے بعید بھی نہیں تھا۔ اگر یہ واقعہ محض

کسی مسلمان سلطان کی ذہنی اختراع ہوتا تو اس کے حریف و غنیم سلطان کی شہرت و حیثیت کو مسخ کرنے کے لئے اس واقعہ کو جھوٹا بتاتے اور اسے اچھال کر خوب فائدہ اٹھاتے۔ بعض لوگوں کا یہ اعتراض کہ اس عیسائی بادشاہ کا نام کیوں نہیں بتایا جاتا جس نے اس طرح کا حکم دیکر ان دونوں آدمیوں کو بھیجا تھا بالکل لغو اور بیکار ہے کیونکہ اس طرح کی حرکات راز میں رکھی جاتی ہیں اور ایسے رازوں کو فاش کرنا مصلحت کے خلاف ہوتا ہے۔ اگر وہ دونوں مجرم اس عیسائی بادشاہ کا نام بتا دیتے تو وہ اوراق تاریخ میں ثبت ہو جاتا۔

اس واقعہ پر غور کرنے سے تعجب ہوتا ہے کہ عیسائی لوگ کس دیدہ دلیری سے اس قسم کے جرائم کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس زمانے کے مسلمانوں کی کمزوری اور غفلت پر بھی تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنی لاپروائی اور غفلت کی بدولت یہ واقعہ رونما ہونے دیا۔

بہر حال یہ ایک نہایت سنگین اور خطرناک واقعہ تھا اور اس کا اختتام اسی طرح ہوا کہ سلطان نور الدین رحمتہ اللہ علیہ نے ان مجرمین کو وہی سزا دی جس کے وہ مستحق تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین
کے اجساد مطہرہ منتقل کرنے کی کوشش

اسی طرح کے دو واقعات اور پیش آئے جن سے اس دور کے مسلمانوں کے ضعف اور افتراق و انتشار کا اندازہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجسادِ مطہرہ کو مدینہ منورہ سے مصر منتقل کرنے کی کوششیں کی گئیں۔

پہلا واقعہ السمہودی نے اپنی کتاب "خلاصۃ الوفا" میں ابن النجار کی "تاریخ بغداد" کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ بعض زندیقوں نے سلطان العبیدی والئی مصر کو یہ مشورہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے اجساد مطہرہ کو مدینہ منورہ سے مصر منتقل کر دینا چاہیئے تاکہ لوگ زیارت کے لئے مصر آنے لگیں۔ اس کام کے لئے العبیدی نے خفیہ طور پر ابو الفتح نامی ایک شخص کو مدینہ منورہ بھیجا تاکہ وہ حالات کا جائزہ لے سکے۔ جب اہلِ مدینہ منورہ کو اس سازش کا علم ہوا تو وہ غصے سے بپھر گئے اور ابو الفتح اور اس کے معاونین کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس طرح یہ سازش بھی ناکام ہو گئی۔

السمہودی نے ایک دوسرے واقعہ کے سلسلے میں خادم مسجد نبوی شمس الدین صواب اللمطی کا بیان نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ شام کے شہر ایلیپو (حلب) سے مدینہ منورہ آئے اور انہوں نے امیر مدینہ منورہ سے ملاقات کرتے وقت ایک خطیر رقم پیش کی اور حجرۂ مطہرہ کو کھولنے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اجساد مطہرہ کو کھود کر نکالنے کی اجازت چاہی۔ امیر نے ان کی درخواست قبول کر لی اور خادمِ مسجد نبوی کو حجرے کے دروازے کھول دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ چالیس آدمی جن کے ہاتھوں میں کدال، پھاوڑے، جھابے اور دیگر کھدائی کے آلات تھے مشعلیں لے کر مسجد نبوی میں داخل ہو گئے۔ وہ حجرۂ مطہرہ میں داخل ہی ہونا چاہتے تھے کہ مٹی کا ایک بڑا تودہ ان کے سروں پر آ کر گرا جس میں وہ دب کر مر گئے۔ خادم مسجد نبوی کو جب مجرموں کے مذکورہ ارادے کا علم ہوا تو اسے سخت صدمہ ہوا اور ان کو مسجد

Marfat.com

کسی مسلمان سلطان کی ذہنی اختراع ہوتا تو اس کے حریف و غنیم سلطان کی شہرت و حیثیت کو مسخ کرنے کے لئے اس واقعہ کو جھوٹا بتاتے اور اسے اچھال کر خوب فائدہ اٹھاتے۔ بعض لوگوں کا یہ اعتراض کہ اس عیسائی بادشاہ کا نام کیوں نہیں بتایا جاتا جس نے اس طرح کا حکم دیکر ان دونوں آدمیوں کو بھیجا تھا بالکل لغو اور بیکار ہے کیونکہ اس طرح کی حرکات راز میں رکھی جاتی ہیں اور ایسے رازوں کو فاش کرنا مصلحت کے خلاف ہوتا ہے۔ اگر وہ دونوں مجرم اس عیسائی بادشاہ کا نام بتا دیتے تو وہ اوراق تاریخ میں ثبت ہوجاتا۔

اس واقعہ پر غور کرنے سے تعجب ہوتا ہے کہ عیسائی لوگ کس دیدہ دلیری سے اس قسم کے جرائم کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس زمانے کے مسلمانوں کی کمزوری اور غفلت پر بھی تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنی لاپروائی اور غفلت کی بدولت یہ واقعہ رونما ہونے دیا۔

بہرحال یہ ایک نہایت سنگین اور خطرناک واقعہ تھا اور اس کا اختتام اسی طرح ہوا کہ سلطان نور الدین رحمتہ اللہ علیہ نے ان مجرمین کو وہی سزا دی جس کے وہ مستحق تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے اجساد مطہرہ منتقل کرنے کی کوشش

اسی طرح کے دو واقعات اور پیش آئے جن سے اس دور کے مسلمانوں کے ضعف اور افتراق و انتشار کا اندازہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجساد مطہرہ کو مدینہ منورہ سے مصر منتقل کرنے کی کوششیں کی گئیں۔

پہلا واقعہ السمہودی نے اپنی کتاب "خلاصتہ الوفا" میں ابن النجار کی "تاریخ بغداد" کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ بعض زندیقوں نے سلطان العبیدی والئی مصر کو یہ مشورہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے اجساد مطہرہ کو مدینہ منورہ سے مصر منتقل کر دینا چاہیئے تاکہ لوگ زیارت کے لئے مصر آنے لگیں۔ اس کام کے لئے العبیدی نے خفیہ طور پر ابوالفتح نامی ایک شخص کو مدینہ منورہ بھیجا تاکہ وہ حالات کا جائزہ لے سکے۔ جب اہل مدینہ منورہ کو اس سازش کا علم ہوا تو وہ غصے سے بپھر گئے اور ابوالفتح اور اس کے معاونین کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس طرح یہ سازش بھی ناکام ہو گئی۔

السمہودی نے ایک دوسرے واقعہ کے سلسلے میں خادم مسجد نبوی شمس الدین صواب اللمطی کا بیان نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ شام کے شہر ایلیپو (حلب) سے مدینہ منورہ آئے اور انہوں نے امیر مدینہ منورہ سے ملاقات کرتے وقت ایک خطیر رقم پیش کی اور حجرۂ مطہرہ کو کھولنے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اجساد مطہرہ کو کھود کر نکالنے کی اجازت چاہی۔ امیر نے ان کی درخواست قبول کر لی اور خادم مسجد نبوی کو حجرے کے دروازے کھول دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ چالیس آدمی جن کے ہاتھوں میں کدال، پھاوڑے، چھابے اور دیگر کھدائی کے آلات تھے مشعلیں لے کر مسجد نبوی میں داخل ہو گئے۔ وہ حجرۂ مطہرہ میں داخل ہی ہونا چاہتے تھے کہ مٹی کا ایک بڑا تودہ ان کے سروں پر آ کر گرا جس میں وہ دب کر مر گئے۔ خادم مسجد نبوی کو جب مجرموں کے مذکورہ ارادے کا علم ہوا تو اسے سخت صدمہ ہوا اور ان کو مسجد

میں داخلے کی اجازت دینے پر افسوس کرنے لگا۔
حلب کے یہ باشندے شیعہ تھے اور اس وقت تک امیر مدینہ منورہ بھی شیعہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ واقعہ صرف ایک ہی ماخذ پر مبنی ہے اور اس کی صداقت متنازعہ ہے۔ میں (راقم الحروف) نے اس واقعہ کو السمہودی سے نقل کر کے بیان کیا ہے۔
عبیدی حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تسلیم کئے جاتے ہیں لیکن اس میں بعض مورخین اختلاف رائے رکھتے ہیں اور عبیدیوں کو یہودی اور مجوسی النسل (آتش پرست) بتاتے ہیں۔ بعض مورخین نے عبیدیوں کو زندیق کہا ہے جو مذہب تناسخ کی اشاعت کرتے تھے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے ظالم و جابر، شرپسند، فتنہ پرور اور بد باطن حکمران تھے۔

احمد ذکی پاشا کی رائے

احمد ذکی پاشا المعروف بہ "شیخ العرب" نے "مجلۃ الھلال" شمارہ نمبر ۱۹۲۰ جلد نمبر ۲۷ میں ایک مضمون میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ مورخین جمال الدین المطری اور جمال الدین الاسنوی سے منقول ہے جنہوں نے اس واقعہ کے بارے میں مختلف بیانات دیئے ہیں۔ احمد ذکی پاشا کا کہنا ہے کہ جن مورخین نے نور الدین اور ان کے معاصرین اور جانشینوں کے حالات قلمبند کئے ہیں انہوں نے اس سنجیدہ واقعہ کا کوئی بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ اس لئے ان کے خیال میں یہ واقعہ ایک بے بنیاد، جھوٹی اور من گھڑت داستان سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔
مگر میرے (راقم الحروف) خیال میں یہ واقعہ تھوڑی بہت تاریخی اہمیت ضرور رکھتا ہے۔ مدینہ منورہ کی ایک مشہور شاہراہ کا نام سقیفتہ الرصاص (سیسے کا سائبان) ہے۔ یہ مسجد نبوی سے جنوب مغرب میں باب السلام کے قریب واقع ہے۔ ایک اور مقام دارالضیافتہ (مہمان خانہ) بھی مسجد نبوی کے شمال میں باب مجیدی کے قریب ہے۔ میں ان دونوں جگہوں سے واقف ہوں اور ان کے جائے وقوع کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ اگرچہ شہر کی سڑکوں کو وسعت دینے کی خاطر ان کو اب اس جگہ سے ہٹا دیا گیا ہے لیکن اہالیانِ مدینہ منورہ کو عام طور پر معلوم ہے کہ سقیفتہ الرصاص اسی مقام کے لئے معروف ہے جہاں حجرہ مطہرہ کے چاروں طرف خندق میں سیسہ ڈالا گیا تھا۔
دارالضیافتہ وہی جگہ ہے جہاں سلطان نور الدین نے مدینہ منورہ کے باشندوں کو مدعو کیا تھا تاکہ مذکورہ دونوں مراکشی باشندوں کی شناخت ہو سکے بعد میں یہ جگہ غریب و محتاج لوگوں کی آسائش کے لئے تعمیر کر دی گئی تھی۔ احمد ذکی پاشا نے اپنے بیان میں مذکورہ حقائق کے تسلسل کو نظر انداز کر دیا ہے۔ یہ بعید از امکان نہیں کہ اس واقعہ کو راز میں رکھا گیا ہو اور جن مورخین نے سلطان نور الدین کے حالات قلمبند کئے ہیں انہیں اس واقعہ کے بارے میں کوئی علم نہ ہو سکا ہو۔ المطری اور الاسنوی کے بیانات میں اختلاف فطری بات ہے کیونکہ دونوں مورخین نے واقعات کو قلمبند کرتے وقت ایک جداگانہ طرز اختیار کیا ہے۔

Marfat.com

میں داخلے کی اجازت دینے پر افسوس کرنے لگا۔
حلب کے یہ باشندے شیعہ تھے اور اس وقت تک امیر مدینہ منورہ بھی شیعہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ واقعہ صرف ایک ہی ماخذ پر مبنی ہے اور اس کی صداقت متنازعہ ہے۔ میں (راقم الحروف) نے اس واقعہ کو السمہودی سے نقل کر کے بیان کیا ہے۔
عبیدی حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تسلیم کئے جاتے ہیں لیکن اس میں بعض مورخین اختلاف رائے رکھتے ہیں اور عبیدیوں کو یہودی اور مجوسی النسل (آتش پرست) بتاتے ہیں۔ بعض مورخین نے عبیدیوں کو زندیق کہا ہے جو مذہب تناسخ کی اشاعت کرتے تھے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے ظالم و جابر، شرپسند، فتنہ پرور اور بدباطن حکمران تھے۔

احمد ذکی پاشا کی رائے

احمد ذکی پاشا المعروف بہ "شیخ العرب" نے "مجلہ الہلال" شمارہ نمبر ۱۹۲۰ جلد نمبر ۲۷ میں ایک مضمون میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ مورخین جمال الدین المطری اور جمال الدین الاسنوی سے منقول ہے جنہوں نے اس واقعہ کے بارے میں مختلف بیانات دیئے ہیں۔ احمد ذکی پاشا کا کہنا ہے کہ جن مورخین نے نور الدین اور ان کے معاصرین اور جانشینوں کے حالات قلمبند کئے ہیں انہوں نے اس سنجیدہ واقعہ کا کوئی بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ اس لئے ان کے خیال میں یہ واقعہ ایک بے بنیاد، جھوٹی اور من گھڑت داستان سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔
مگر میرے (راقم الحروف) خیال میں یہ واقعہ تھوڑی بہت تاریخی اہمیت ضرور رکھتا ہے۔ مدینہ منورہ کی ایک مشہور شاہراہ کا نام سقیفۃ الرصاص (سیسے کا سائبان) ہے۔ یہ مسجد نبوی سے جنوب مغرب میں باب السلام کے قریب واقع ہے۔ ایک اور مقام دارالضیافۃ (مہمان خانہ) بھی مسجد نبوی کے شمال میں باب مجیدی کے قریب ہے۔ میں ان دونوں جگہوں سے واقف ہوں اور ان کے جائے وقوع کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ اگرچہ شہر کی سڑکوں کو وسعت دینے کی خاطر ان کو اب اس جگہ سے ہٹا دیا گیا ہے لیکن اہالیانِ مدینہ منورہ کو عام طور پر معلوم ہے کہ سقیفۃ الرصاص اسی مقام کے لئے معروف ہے جہاں حجرہ مطہرہ کے چاروں طرف خندق میں سیسہ ڈالا گیا تھا۔ دارالضیافۃ وہی جگہ ہے جہاں سلطان نور الدین نے مدینہ منورہ کے باشندوں کو مدعو کیا تھا تاکہ مذکورہ دونوں مراکشی باشندوں کی شناخت ہو سکے بعد میں یہ جگہ غریب و محتاج لوگوں کی آسائش کے لئے تعمیر کر دی گئی تھی۔ احمد ذکی پاشا نے اپنے بیان میں مذکورہ حقائق کے تسلسل کو نظر انداز کر دیا ہے۔ یہ بعید از امکان نہیں کہ اس واقعہ کو راز میں رکھا گیا ہو اور جن مورخین نے سلطان نور الدین کے حالات قلمبند کئے ہیں انہیں اس واقعہ کے بارے میں کوئی علم نہ ہو سکا ہو۔ المطری اور الاسنوی کے بیانات میں اختلاف فطری بات ہے کیونکہ دونوں مورخین نے واقعات کو قلمبند کرتے وقت ایک جداگانہ طرز اختیار کیا ہے۔

حجاز میں آتش زدگی

۶۵۴ ہجری (۱۲۵۸ عیسوی) میں الحرۃ الشرقیہ کی جانب کوہ آتش فشاں کا پھٹنا مدینہ منورہ کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کوہ آتش فشاں کا ذکر فرمایا ہے اور معتبر کتب احادیث صحیحین میں بھی یہ واقعہ درج ہوا ہے۔ ایک حدیث شریف میں روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک حجاز میں ایک بڑی آگ نمودار نہ ہو جائے اور جس کی روشنی سے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔

رافع بن بشر السلمی نے ابیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مقام حبس سے ایک ایسی آگ ظاہر ہو گی جو رات میں غلبہ کرے گی اور دن کے وقت فرو ہو جائے گی۔

یہ آتش فشاں بڑی شدت سے پھٹا اور بقول مورخین پھٹنے سے پہلے ایک زلزلہ آیا جس کے ایک دن میں ۱۸ جھٹکے محسوس کئے گئے جنہوں نے عمارتوں کو ہلا کر رکھ دیا اس کی شدت اور گڑگڑاہٹ اس قدر تھی کہ مسجد نبوی کی چھت میں ایک بڑا شگاف پڑ گیا۔

بقول قسطلانی کوہ آتش فشاں ایک جمعہ کی دوپہر میں پھٹا اور گھرے دھوئیں کے ساتھ لاوا پھوٹا جس نے تمام ماحول کو آلودہ کر دیا۔ رات ہونے پر دھماکوں نے شدت اختیار کر لی اور ان کے بعد جو آگ ظاہر ہوئی اس نے تمام شہر کو روشن کر دیا۔ ۳ جمادی الاول ۶۵۴ھ (۱۲۵۸ء) کو قرطبی نے ایک آگ کا ذکر کیا ہے جو حجاز میں مدینہ منورہ کے قریب لگی اور بدھ کے روز رات میں شدید زلزلہ آیا تھا۔ یہ آگ جمعہ کی صبح میں کافی دیر سے فرو ہوئی۔ قرطبی نے بعض عینی شاہدوں کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ آگ مدینہ منورہ سے ۵ دن کی مسافت والے فاصلے سے بخوبی نظر آ رہی تھی، بعض کا بیان ہے کہ یہ آگ مکہ معظمہ سے نظر آ رہی تھی۔ اور تیماء کے رہنے والوں نے اس کی چمک اور روشنی میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ عماد بن کثیر نے قاضی القضاۃ صدر الدین الحنفی کا بیان نقل کیا ہے کہ ان کے والد نے بدووں کو یہ کہتے سنا کہ ان کے اونٹوں کی گردنیں اس روشنی میں صاف نظر آ رہی تھیں۔

تین ماہ تک آتشفشانی

کوہ آتش فشاں مسلسل تین ماہ تک آتش فشانی کرتا رہا اور بالآخر آگ فرو ہو کر ساکن ہو گیا۔ پہاڑ سے جو لاوا پھوٹا تھا اس نے پورے الحرۃ الشرقیہ کو ہڑپ کر لیا اور رفتہ رفتہ بہتا ہوا جبل وعیرہ کے دامن تک آ گیا۔ پھر وادی قناۃ (حمزہ) سے گزرتا ہوا جبل احمد کے مشرقی محاذ کی طرف حرۃ العریض میں پہنچ کر ایک ٹھنڈے ٹھوس مادے میں تبدیل ہو گیا۔ قسطلانی کے بیان کے مطابق یہ لاوا جبل وعیرہ تک پہنچا اور وادی الشظاۃ میں آ کر مسجد نبوی سے کچھ ہی دور منجمد ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لاوا ۱۴ میل لمبے، ۴ میل چوڑے اور ڈیڑھ میٹر گہرے راستے سے بہہ کر آیا تھا۔ اس کے بہاؤ سے وادی وعیرہ کے اندر پانی کا ایک ذخیرہ دان جس میں بارش کا پانی جمع ہوتا تھا بالکل مسدود ہو گیا تھا۔ اس ذخیرہ دان کی جائے وقوع مدینہ منورہ سے ۲۲ کلومیٹر ہے اور یہ العاقول کے نام سے معروف ہے۔ جبل مقعد مطیر پر جہاں سے نل کے ذریعے مدینہ منورہ کو تازہ پانی مہیا ہوتا ہے اگر کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو پگھلی ہوئی چٹانیں بخوبی نظر

Marfat.com

حجاز میں آتش زدگی

۶۵۴ ہجری (۱۲۵۸ عیسوی) میں الحرۃ الشرقیہ کی جانب کوہ آتش فشاں کا پھٹنا مدینہ منورہ کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کوہ آتش فشاں کا ذکر فرمایا ہے اور معتبر کتب احادیث صحیحین میں بھی یہ واقعہ درج ہوا ہے۔ ایک حدیث شریف میں روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک حجاز میں ایک بڑی آگ نمودار نہ ہو جائے اور جس کی روشنی سے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔

رافع بن بشر السلمی نے ابیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مقام حبس سے ایک ایسی آگ ظاہر ہوگی جو رات میں غلبہ کرے گی اور دن کے وقت فرو ہو جائے گی۔

یہ آتش فشاں بڑی شدت سے پھٹا اور بقول مورخین پھٹنے سے پہلے ایک زلزلہ آیا جس کے ایک دن میں ۱۸ جھٹکے محسوس کئے گئے جنہوں نے عمارتوں کو ہلا کر رکھ دیا اس کی شدت اور گڑگڑاہٹ اس قدر تھی کہ مسجد نبوی کی چھت میں ایک بڑا شگاف پڑ گیا۔

بقول قسطلانی کوہ آتش فشاں ایک جمعہ کی دوپہر میں پھٹا اور گہرے دھوئیں کے ساتھ لاوا پھوٹا جس نے تمام ماحول کو آلودہ کر دیا۔ رات ہونے پر دھماکوں نے شدت اختیار کر لی اور ان کے بعد جو آگ ظاہر ہوئی اس نے تمام شہر کو روشن کر دیا۔ ۳ جمادی الاول ۶۵۴ھ (۱۲۵۸ء) کو قرطبی نے ایک آگ کا ذکر کیا ہے جو حجاز میں مدینہ منورہ کے قریب لگی اور بدھ کے روز رات میں شدید زلزلہ آیا تھا۔ یہ آگ جمعہ کی صبح میں کافی دیر سے فرو ہوئی۔ قرطبی نے بعض عینی شاہدوں کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ آگ مدینہ منورہ سے ۵ دن کی مسافت والے فاصلے سے بخوبی نظر آ رہی تھی، بعض کا بیان ہے کہ یہ آگ مکہ معظمہ سے نظر آ رہی تھی۔ اور تیماء کے رہنے والوں نے اس کی چمک اور روشنی میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ عماد بن کثیر نے قاضی القضاۃ صدر الدین الحنفی کا بیان نقل کیا ہے کہ ان کے والد نے بدوؤں کو یہ کہتے سنا کہ ان کے اونٹوں کی گردنیں اس روشنی میں صاف نظر آ رہی تھیں۔

تین ماہ تک آتشفشانی

کوہ آتش فشاں مسلسل تین ماہ تک آتش فشانی کرتا رہا اور بالآخر آگ فرو ہو کر ساکن ہو گیا۔ پہاڑ سے جو لاوا پھوٹا تھا اس نے پورے الحرۃ الشرقیہ کو ہڑپ کر لیا اور رفتہ رفتہ بہتا ہوا جبل وعیرہ کے دامن تک آ گیا۔ پھر وادی قناۃ (حمزہ) سے گزرتا ہوا جبل احمد کے مشرقی محاذ کی طرف حرۃ العریض میں پہنچ کر ایک ٹھنڈے ٹھوس مادے میں تبدیل ہو گیا۔ قسطلانی کے بیان کے مطابق یہ لاوا جبل وعیرہ تک پہنچا اور وادی الشظاۃ میں آ کر مسجد نبوی سے کچھ ہی دور منجمد ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لاوا ۱۴ میل لمبے، ۴ میل چوڑے اور ڈیڑھ میٹر کھرے راستے سے بہہ کر آیا تھا۔ اس کے بہاؤ سے وادی وعیرہ کے اندر پانی کا ایک ذخیرہ دان جس میں بارش کا پانی جمع ہوتا تھا بالکل مسدود ہو گیا تھا۔ اس ذخیرہ دان کی جائے وقوع مدینہ منورہ سے ۲۲ کلومیٹر ہے اور یہ العاقول کے نام سے معروف ہے۔ جبل مقعد مطیر پر جہاں سے نل کے ذریعے مدینہ منورہ کو تازہ پانی مہیا ہوتا ہے اگر کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو پگھلی ہوئی چٹانیں بخوبی نظر

آتی ہیں۔

کوہ آتش فشاں کے بارے میں مورخین کے اقوال میں تضاد نہیں ہے۔ اگرچہ بعض جزئیات مختلف طریقے سے بیان کی گئی ہیں۔ تمام بیانات کوہ آتش فشاں کی شدت اور لاوے کی مدینہ منورہ کی طرف ریزش کا حوالہ دیتے ہیں۔ لیکن یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ شہر محفوظ رہا۔

مسجد نبوی میں آتش زدگی

مسجد نبوی میں آگ لگنے سے متعلق دو واقعے قابلِ ذکر ہیں۔ ماہ جمادی الاول ۶۵۴ ہجری (۱۲۵۸ عیسوی) میں حجاز کے علاقے میں کوہ آتش فشاں پھٹا۔ اسی سال ماہ رمضان المبارک میں مسجد نبوی کے مخزن کے اندر آگ لگی۔ مسجد نبوی کا فراش مسجد کے شمال مغربی حصے سے قندیلیں نکالنے کے لئے اندر داخل ہوا اور مشعل جو اس کے ہاتھ میں تھی اس نے غلطی سے اس قندیل دان میں رکھ دی جس میں بہت سی قندیلیں تھیں جن میں آگ بھڑک اٹھی اور شعلوں کی لپک سے فرش کے قالین اور جائے نمازوں نے بھی آگ پکڑلی۔ بے چارہ فراش آگ بجھانے میں ناکام رہا۔ آگ پھیل کر چھت تک پہنچی اور اس کے اندرونی حصے کو لپیٹ میں لیتی ہوئی محراب، منبر، خزانہ، صندوق، قرآن مجید اور دوسری کتابوں میں لگ گئی۔ امیر مدینہ منورہ بہت سے باشندوں کو اپنے ہمراہ لے کر آگ بجھانے کے لئے آئے۔ اس آگ نے دیواروں پر بنے نقوش و نگار بھی مٹا دیئے۔ صرف مسجد کا وہ وسطی گنبد نقصان سے محفوظ رہا جس کو ۵۷۶ ہجری (۱۱۸۲ عیسوی) میں سلطان ناصر الدین اللہ نے مسجد کے بیش قیمت ذخائر رکھنے کے لئے بنوایا تھا۔ یہ ذخائر جو ۳۰۱ ہجری (۹۱۴ عیسوی) میں بنائے گئے تھے بڑے بڑے صندوقوں میں تھے اور جن میں مصحفِ عثمانی بھی شامل تھا۔ عمارت جن شہتیروں پر قائم تھی وہ کھجور کے جھلسے ہوئے تنوں کی طرح رہ گئے تھے۔ عمارت کے جس حصے کو آگ لگی وہ اموی اور عباسی خلفاء کا بنوایا ہوا تھا۔

دوسری بار ۸۸۶ ھ (۱۴۸۴ء) میں بھی مسجد نبوی میں آگ لگی تھی۔ ماہ رمضان المبارک میں ایک روز جبکہ آسمان ابر آلود تھا اور موذن مینار پر کھڑا اذان دے رہا تھا، دفعتاً مینار پر بجلی گر پڑی جس سے فوراً موذن کی موت واقع ہو گئی اور مسجد کی چھت میں بھی آگ لگ گئی۔ مسجد کے دروازوں کو کھول دیا گیا تا کہ لوگ اندر داخل ہو کر آگ بجھانے میں مدد دے سکیں۔ آگ نے مشرقی حصے کو جلا دیا تھا اور شمال و مغرب کی طرف پھیل رہی تھی۔ آگ بجھانے کے لئے جو لوگ دوڑے ان میں سے کچھ لوگ چھت سے گر کر مر گئے۔ جس سے مجمع میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا۔ آگ کے شعلوں سے جس نے مسجد کو عظیم نقصان پہنچایا تھا دس آدمیوں کو موت واقع ہوئی اس آگ نے محراب، منبر، مینار اور دروازوں کو بری طرح جلا دیا تھا۔ آگ کے شعلے قرب و جوار کے مکانات تک پھیل گئے تھے اور ان کے مکین بری طرح بدحواس ہو کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

آتش زدگی کے پہلے حادثہ کے بعد متعدد مسلمان حکمرانوں نے مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر کرائی۔ دوسری مرتبہ آگ لگنے کے بعد سلطان قیتبائی نے مسجد کو دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔

Marfat.com

آتی ہیں۔

کوہ آتش فشاں کے بارے میں مورخین کے اقوال میں تضاد نہیں ہے۔ اگرچہ بعض جزئیات مختلف طریقے سے بیان کی گئی ہیں۔ تمام بیانات کوہ آتش فشاں کی شدت اور لاوے کی مدینہ منورہ کی طرف ریزش کا حوالہ دیتے ہیں۔ لیکن یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ شہر محفوظ رہا۔

مسجد نبوی میں آتش زدگی

مسجد نبوی میں آگ لگنے سے متعلق دو واقعے قابلِ ذکر ہیں۔ ماہ جمادی الاول ۶۵۴ ہجری (۱۲۵۸ عیسوی) میں حجاز کے علاقے میں کوہ آتش فشاں پھٹا۔ اسی سال ماہ رمضان المبارک میں مسجد نبوی کے مخزن کے اندر آگ لگی۔ مسجد نبوی کا فراش مسجد کے شمال مغربی حصے سے قندیلیں نکالنے کے لئے اندر داخل ہوا اور مشعل جو اس کے ہاتھ میں تھی اس نے غلطی سے اس قندیل دان میں رکھ دی جس میں بہت سی قندیلیں تھیں جن میں آگ بھڑک اٹھی اور شعلوں کی لپک سے فرش کے قالین اور جائے نمازوں نے بھی آگ پکڑلی۔ بے چارہ فراش آگ بجھانے میں ناکام رہا۔ آگ پھیل کر چھت تک پہنچی اور اس کے اندرونی حصے کو لپیٹ میں لیتی ہوئی محراب، منبر، خزانہ، صندوق، قرآن مجید اور دوسری کتابوں میں لگ گئی۔ امیر مدینہ منورہ بہت سے باشندوں کو اپنے ہمراہ لے کر آگ بجھانے کے لئے آئے۔ اس آگ نے دیواروں پر بنے نقوش و نگار بھی مٹا دیئے۔ صرف مسجد کا وہ وسطی گنبد نقصان سے محفوظ رہا جس کو ۵۷۶ ہجری (۱۱۸۲ عیسوی) میں سلطان ناصر الدین اللہ نے مسجد کے بیش قیمت ذخائر رکھنے کے لئے بنوایا تھا۔ یہ ذخائر جو ۳۰۱ ہجری (۹۱۴ عیسوی) میں بنائے گئے تھے بڑے بڑے صندوقوں میں تھے اور جن میں مصحف عثمانی بھی شامل تھا۔ عمارت جن شہتیروں پر قائم تھی وہ کھجور کے جھلسے ہوئے تنوں کی طرح رہ گئے تھے۔ عمارت کے جس حصے کو آگ لگی وہ اموی اور عباسی خلفاء کا بنوایا ہوا تھا۔

دوسری بار ۸۸۶ ھ (۱۴۸۴ ء) میں بھی مسجد نبوی میں آگ لگی تھی۔ ماہ رمضان المبارک میں ایک روز جبکہ آسمان ابر آلود تھا اور موذن مینار پر کھڑا اذان دے رہا تھا، دفعتاً مینار پر بجلی گر پڑی جس سے فوراً موذن کی موت واقع ہو گئی اور مسجد کی چھت میں بھی آگ لگ گئی۔ مسجد کے دروازوں کو کھول دیا گیا تاکہ لوگ اندر داخل ہو کر آگ بجھانے میں مدد دے سکیں۔ آگ نے مشرقی حصے کو جلا دیا تھا اور شمال و مغرب کی طرف پھیل رہی تھی۔ آگ بجھانے کے لئے جو لوگ دوڑے ان میں سے کچھ لوگ چھت سے گر کر مر گئے۔ جس سے مجمع میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا۔ آگ کے شعلوں سے جس نے مسجد کو عظیم نقصان پہنچایا تھا دس آدمیوں کو موت واقع ہوئی اس آگ نے محراب، منبر، مینار اور دروازوں کو بری طرح جلا دیا تھا۔ آگ کے شعلے قرب و جوار کے مکانات تک پھیل گئے تھے اور ان کے مکین بری طرح بدحواس ہو کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

آتش زدگی کے پہلے حادثہ کے بعد متعدد مسلمان حکمرانوں نے مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر کرائی۔ دوسری مرتبہ آگ لگنے کے بعد سلطان قیتبائی نے مسجد کو دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔

مدینہ منورہ عہد عثمانی میں

۹۲۲ھ (۱۵۱۹ء) میں فتح مصر کے بعد سلاطین عثمانی میں اہل مدینہ منورہ کا سب سے پہلے سلطان سلیم سے رابطہ قائم ہوا۔ وہ اس طرح کہ امیر مدینہ منورہ شریف برکات نے حرمین شریفین کی چابیاں دے کر اپنے لڑکے کو مصر بھیجا جس نے وہ چابیاں سلطان کے حوالے کردیں۔ اس بات سے سلطان بہت خوش ہوئے اور شریف برکات اور اس کے لڑکے کے لئے حرمین شریفین کے عہدۂ امارت کی تصدیق کردی۔

عثمانی ترکوں نے مدینہ منورہ میں درج ذیل چار مذہبی اور انتظامی مجالس قائم کیں:

۱۔ مجلس برائے قانون شرعی۔

۲۔ محکمہ پولیس برائے امن داخلی۔

۳۔ فوجی گورنر برائے امن خارجی، جس کو "محافظ مدینہ منورہ" کہا جاتا تھا۔

۴۔ شیخ حرم نبوی شریف، جو ان سب میں اعلیٰ ترین عہدہ تھا، جس کو براہ راست سلطان تک رسائی تھی اور اس کے لئے شرط تھی کہ قاضی ترکوں میں سے ہوگا۔ یہ عہدہ ایک سال کی مدت کے لئے ہوتا تھا جس کے بعد کوئی دوسرا قاضی مقرر کیا جاتا تھا۔ شیخ المسجد کے عہدے کے لئے ایک ایسا عالم دین، تجربہ کار فقیہہ اور ماہر دینیات ہونا شرط تھا جس نے مشیخت الاسلام استنبول میں بھی خدمات انجام دی ہوں۔

ہر جمعہ کو شیخ حرمین شریفین کی زیر صدارت ایک مجلس منعقد ہوتی تھی۔ جس میں محافظ مدینہ منورہ، قائد پولیس، مفتیان (چاروں مکتب خیال کے) رئیس البلدیہ اور بہت سے معززین و عمائدین شہر شرکت کرتے تھے۔ یہ مجلس اہل شہر کی شکایات سنتی تھی اور ان کے مسائل کا حل تلاش کرتی تھی۔

عثمانی ترک بڑے نیک طینت اور فراخدل تھے۔ اور اہل مدینہ منورہ کو زر کثیر، عطیات و تحائف سے نوازتے رہتے تھے۔ جس کی بدولت مدینہ منورہ میں بڑی تیزی سے خوشحالی آگئی اور مختلف علوم کے میدانوں میں ترقی ہوئی۔

دیوارِ مدینہ منورہ

ترکوں کے عہد حکومت میں مدینہ منورہ کی بڑی دیوار تعمیر ہوئی۔ اس کی تعمیر کا کام سلطان سلیم کے لڑکے سلطان سلیمان نے ۹۳۷ھ (۱۵۳۳ء) میں شروع کیا اور ۹۴۸ھ (۱۵۴۴ء) میں یہ تعمیر مکمل ہوئی۔

سلطان نے قلعہ سے ملحق ایک دوسرا قلعہ بھی تعمیر کرایا تھا۔ اس کا مینار شمال مغرب کی جانب جبل سلع کی چوٹی سے ہمسری کرتا تھا۔ یہ دیوار ۲۳۰۴ میٹر لمبی تھی۔ بعض اقوال کے مطابق اس کی لمبائی ۳۰۰۰ میٹر تھی۔ السمہودی کے بیان کے مطابق اس دیوار کی تعمیر پر ایک لاکھ دینار خرچ آیا تھا۔ عمر ابن محمود المدنی نے اپنی کتاب "تاریخ العباسی" میں جعفر ابن حسین ہاشم کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس دیوار کی تعمیر پر ستر ہزار دینار کے علاوہ وسیع مقدار میں لکڑی، لوہا، سیسہ، رسی، رنگ، ۱۴ ہزار نپانے گیہوں، چاول، جو اور پھلیاں وغیرہ خرچ آیا تھا۔

اس دیوار میں چار دروازے تھے: باب الجمعہ (البقیع کی طرف رخ والا)، باب القلعہ یا باب شامی (راہ حسرف اور

Marfat.com

مدینہ منورہ عہد عثمانی میں

۹۲۲ھ (۱۵۱۹ء) میں فتح مصر کے بعد سلاطین عثمانی میں اہل مدینہ منورہ کا سب سے پہلے سلطان سلیم سے رابطہ قائم ہوا۔ وہ اس طرح کہ امیر مدینہ منورہ شریف برکات نے حرمین شریفین کی چابیاں دے کر اپنے لڑکے کو مصر بھیجا جس نے وہ چابیاں سلطان کے حوالے کر دیں۔ اس بات سے سلطان بہت خوش ہوئے اور شریف برکات اور اس کے لڑکے کے لئے حرمین شریفین کے عہدہ امارت کی تصدیق کر دی۔

عثمانی ترکوں نے مدینہ منورہ میں درج ذیل چار مذہبی اور انتظامی مجالس قائم کیں:

۱۔ مجلس برائے قانون شرعی۔

۲۔ محکمہ پولیس برائے امن داخلی۔

۳۔ فوجی گورنر برائے امن خارجی، جس کو "محافظ مدینہ منورہ" کہا جاتا تھا۔

۴۔ شیخ حرم نبوی شریف، جو ان سب میں اعلیٰ ترین عہدہ تھا، جس کو براہ راست سلطان تک رسائی تھی اور اس کے لئے شرط تھی کہ قاضی ترکوں میں سے ہوگا۔ یہ عہدہ ایک سال کی مدت کے لئے ہوتا تھا جس کے بعد کوئی دوسرا قاضی مقرر کیا جاتا تھا۔ شیخ المسجد کے عہدے کے لئے ایک ایسا عالم دین، تجربہ کار فقیہہ اور ماہر دینیات ہونا شرط تھا جس نے مشیخت الاسلام استنبول میں بھی خدمات انجام دی ہوں۔

ہر جمعہ کو شیخ حرمین شریفین کی زیر صدارت ایک مجلس منعقد ہوتی تھی۔ جس میں محافظ مدینہ منورہ، قائد پولیس، مفتیان (چاروں مکتب خیال کے) رئیس البلدیہ اور بہت سے معززین و عمائدین شہر شرکت کرتے تھے۔ یہ مجلس اہل شہر کی شکایات سنتی تھی اور ان کے مسائل کا حل تلاش کرتی تھی۔

عثمانی ترک بڑے نیک طینت اور فراخدل تھے۔ اور اہل مدینہ منورہ کو زر کثیر، عطیات و تحائف سے نوازتے رہتے تھے۔ جس کی بدولت مدینہ منورہ میں بڑی تیزی سے خوشحالی آگئی اور مختلف علوم کے میدانوں میں ترقی ہوئی۔

دیوار مدینہ منورہ

ترکوں کے عہد حکومت میں مدینہ منورہ کی بڑی دیوار تعمیر ہوئی۔ اس کی تعمیر کا کام سلطان سلیم کے لڑکے سلطان سلیمان نے ۹۳۷ھ (۱۵۳۳ء) میں شروع کیا اور ۹۴۸ھ (۱۵۴۴ء) میں یہ تعمیر مکمل ہوئی۔

سلطان نے قلعہ سے ملحق ایک دوسرا قلعہ بھی تعمیر کرایا تھا۔ اس کا مینار شمال مغرب کی جانب جبل سلع کی چوٹی سے ہمسری کرتا تھا۔ یہ دیوار ۲۳۰۴ میٹر لمبی تھی۔ بعض اقوال کے مطابق اس کی لمبائی ۳۰۰۰ میٹر تھی۔ السمہودی کے بیان کے مطابق اس دیوار کی تعمیر پر ایک لاکھ دینار خرچہ آیا تھا۔ عمر ابن محمود المدنی نے اپنی کتاب "تاریخ العباسی" میں جعفر ابن حسین ہاشم کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس دیوار کی تعمیر پر ستر ہزار دینار کے علاوہ وسیع مقدار میں لکڑی، لوہا، سیسہ، رسی، رنگ، ۱۴ ہزار پیمانے گیہوں، چاول، جو اور پھلیاں وغیرہ خرچہ آیا تھا۔

اس دیوار میں چار دروازے تھے: باب الجمعہ (البقیع کی طرف رخ والا)، باب القلعہ یا باب شامی (راہ حسرف اور

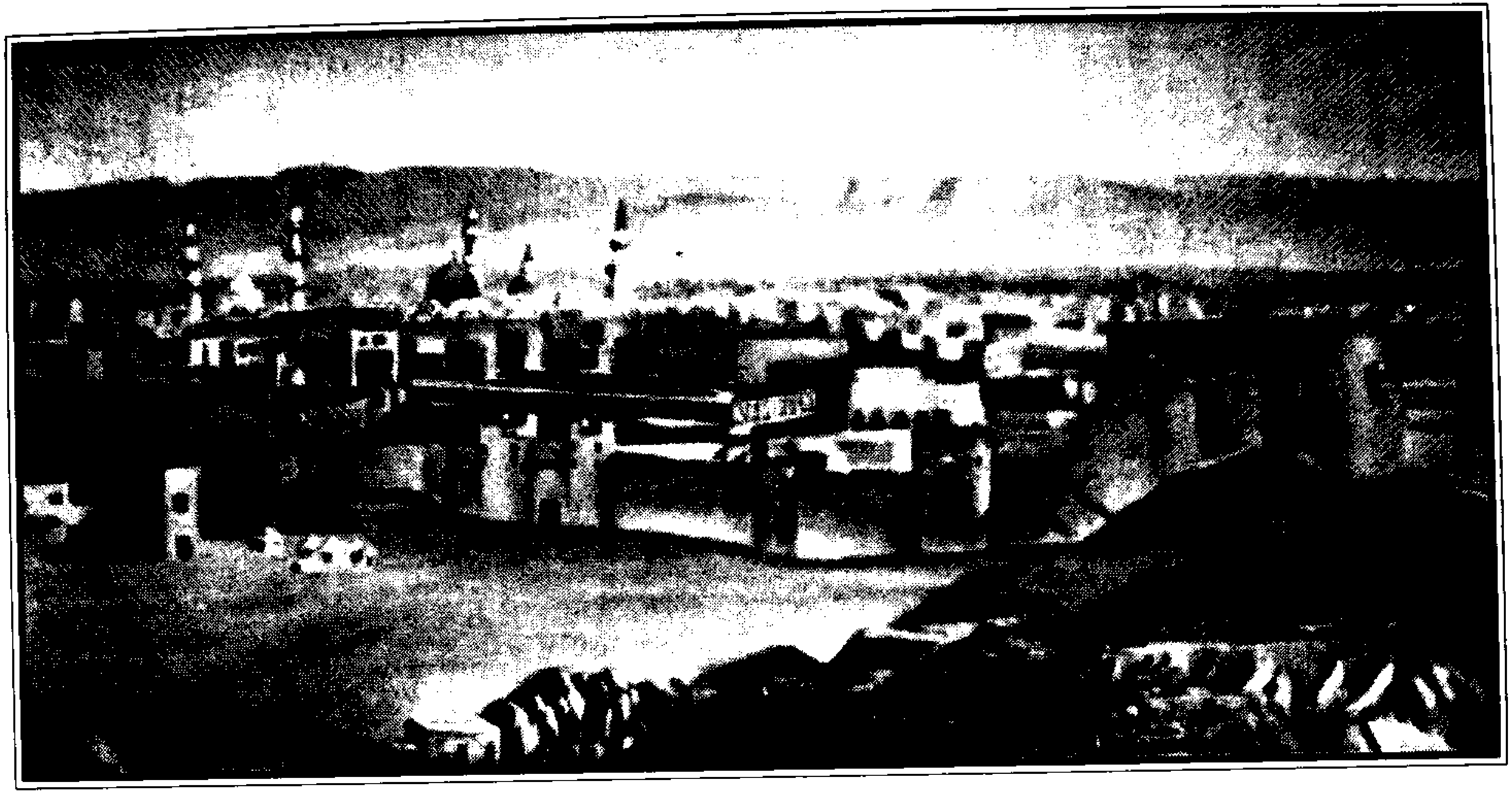

۱۳۰۳ھ میں لی گئی اس تصویر میں مدینہ منورہ اور وہ عظیم دیوار نظر آ رہی ہے جو عثمان سلطان سلیمان ابن سلطان سلیم نے ۹۳۷-۹۴۸
صدی ہجری میں تعمیر کرائی تھی (یہ تصویر مجھے میرے دوست غالب حمزہ ابوالفراج، ایڈیٹر اخبار المدینہ نے فراہم کی)

Marfat.com

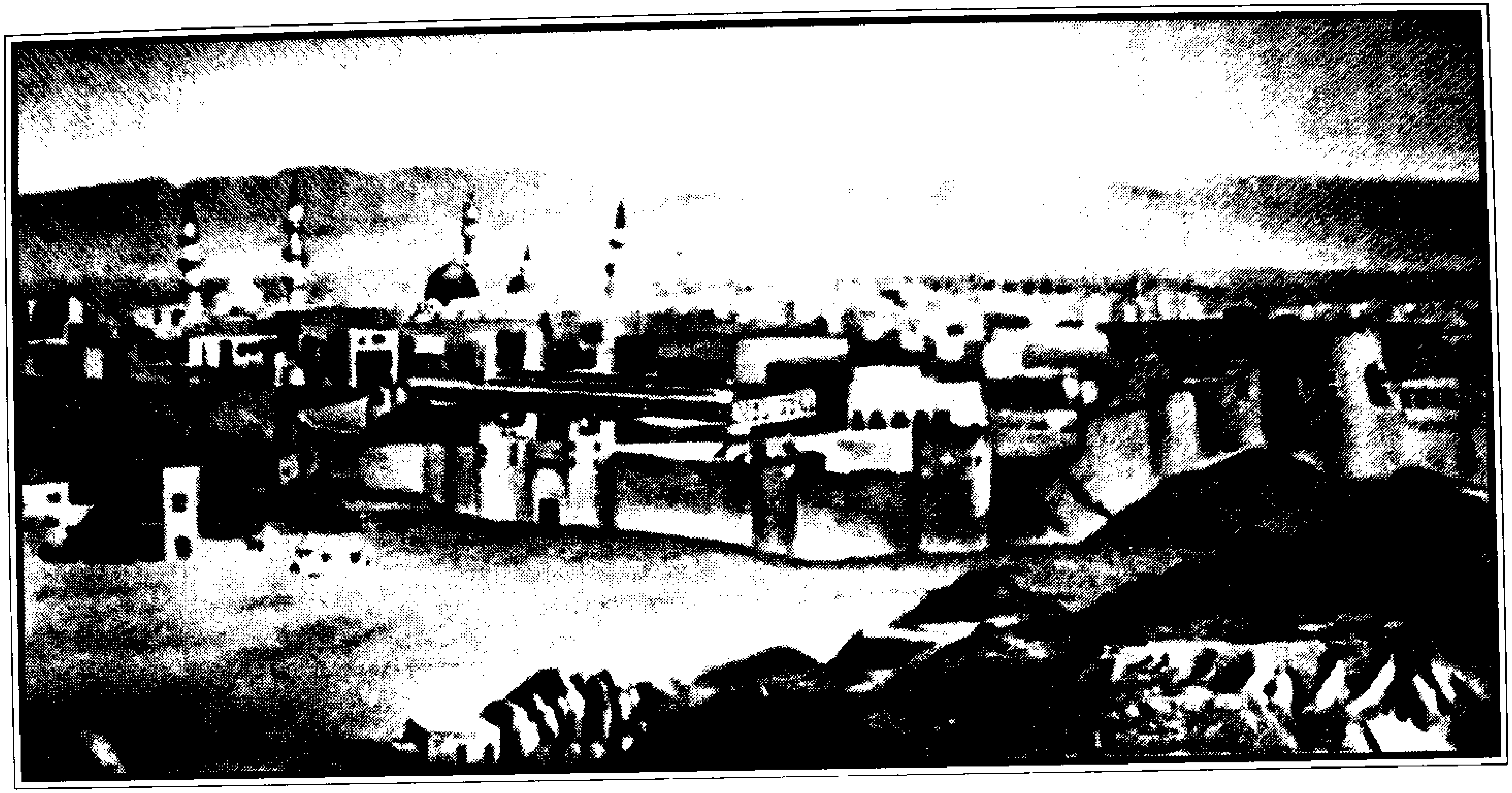

۱۳۰۳ھ میں لی گئی اس تصویر میں مدینہ منورہ وہ عظیم دیوار نظر آ رہی ہے جو عثمان سلطان سلیمان ابن سلطان سلیم نے ۹۳۷-۹۴۸ صدی ہجری میں تعمیر کرائی تھی (یہ تصویر مجھے میرے دوست غالب حمزہ ابو الفرج، ایڈیٹر اخبار المدینہ نے فراہم کی)

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی سمت رہنمائی کرنے والا)، باب الصغیر (مناخہ کی سمت رخ والا)، اور باب المصری بھی مناخہ کی طرف رہنمائی والا۔

بعد میں اس دیوار کے اندر چار دروازے اور نکالے گئے جن میں باب المجیدی جو بیر حاؑ کی سمت رہنمائی کرتا ہے سلطان عبدالمجید کے دور حکومت میں تعمیر ہوا۔ اس کے علاوہ تین دروازے باب الحمام جو شارع العوالی کی طرف، باب بصری جو شارع السحیمی کی طرف اور باب القاسمیہ جو الشونہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، بنائے گئے۔ باب الحمام کا باقیہ نے باب القاسمیہ کا المدنی نے افتتاح کیا تھا۔

یہ دیوار ایک رفیع الشان عمارت تھی جو پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ اسے دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ ایک بلند پہاڑ ہے جو شہر کی طرف نظر کئے ہوئے ہے۔ سعودی دور حکومت میں یہ دیوار اور قلعہ ہٹا دیا گیا تاکہ نئی سڑکیں تعمیر ہو سکیں اور ذرائع آمد و رفت میں سہولت ہو سکے۔ اب اس دیوار کے محض نشان باقی ہیں اور قلعہ کا صرف ایک مینار باقی ہے۔ دروازوں میں باب المصری اور باب الجمعہ کھنڈرات میں تبدیل ہو چکے ہیں۔

اس دیوار کی کئی مرتبہ مرمت کی گئی۔ ابتدا میں شہر کے چاروں طرف چھوٹی دیواریں بنائی گئی تھیں۔ ان دیواروں کی تعمیر یا مرمت میں اسحاق بن محمد الجعدی نے ۲۶۳ھ (۸۷۸ء) میں، عضد الدولہ ابن بویہ نے ۳۶۰ھ (۹۷۲ء) میں، جمال الدین محمد بن ابی المنصور الاصفہانی نے ۵۰۰ھ (۱۱۰۹ء) میں، نور الدین الشہید محمود بن زنگی نے ۵۵۷ھ (۱۱۶۴ء) میں، الصالح ولد الناصر بن قلاوون نے ۷۵۵ھ (۱۳۵۷ء) میں اور الاشرف قایتبائی نے ۸۸۰ھ (۱۳۶۲ء) میں حصہ لیا تھا۔

ان دیواروں میں تخفیف بھی گئی اور توسیع بھی اور ان کو مٹی اور پتھروں سے بنایا گیا تھا۔ سلطان سلیمان کی تعمیر کردہ دیوار کے غرب و جنوب کی جانب ایک دوسری دیوار بھی تعمیر کی گئی تھی تاکہ بڑی دیوار کے باہر جو مکانات آباد تھے ان کا احاطہ کیا جا سکے۔

یہ دوسری دیوار البقیع سے شروع ہوئی تھی اور قباؔ، العنبریہ اور القلعہ کی جانب جنوب بڑی دیوار سے مل گئی تھی۔ اس دیوار کے پانچ دروازے تھے جن میں سے دو یعنی باب العوالی اور باب السد البقیع کی طرف تھے۔ بقیہ تین دروازے یہ تھے: باب قباء جو مسجد قباؔ کی طرف رہنمائی کرتا تھا۔ باب العنبریہ جس کا رخ مکہ اور جدہ کی طرف تھا اور باب الکومہ جو قلعہ کے غرب میں واقع تھا۔

ایک عرصۂ دراز تک مدینہ منورہ کے باشندے ان دیواروں کے درمیان آباد رہے۔ جب موٹر گاڑیوں اور ہوائی جہازوں کا زمانہ آیا تو دیواروں کی اہمیت کم ہو گئی اور سعودی دور حکومت میں ان دیواروں کو ہٹا کر جدید طرز پر وسیع و کشادہ سڑکیں تعمیر کرا دی گئیں۔

عمارت مجیدیہ

عثمانی سلطان عبد المجید نے ۱۲۶۵ھ (۱۸۵۲ء) سے ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۴ء) تک مسجد نبوی کے اندر ترمیمات کیں جن کا تذکرہ بعد میں کیا جائے گا۔

Marfat.com

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی سمت رہنمائی کرنے والا)، باب الصغیر (مناخہ کی سمت رخ والا)، اور باب المصری بھی مناخہ کی طرف رہنمائی والا۔

بعد میں اس دیوار کے اندر چار دروازے اور نکالے گئے جن میں باب المجیدی جو بیر حا کی سمت رہنمائی کرتا ہے سلطان عبدالمجید کے دور حکومت میں تعمیر ہوا۔ اس کے علاوہ تین دروازے باب الحمام جو شارع العوالی کی طرف، باب بصری جو شارع السحیمی کی طرف اور باب القاسمیہ جو الشونہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، بنائے گئے۔ باب الحمام کا بافقیہ نے باب القاسمیہ کا المدنی نے افتتاح کیا تھا۔

یہ دیوار ایک رفیع الشان عمارت تھی جو پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ اسے دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ ایک بلند پہاڑ ہے جو شہر کی طرف نظر کئے ہوئے ہے۔ سعودی دور حکومت میں یہ دیوار اور قلعہ ہٹا دیا گیا تاکہ نئی سڑکیں تعمیر ہو سکیں اور ذرائع آمدورفت میں سہولت ہو سکے۔ اب اس دیوار کے محض نشان باقی ہیں اور قلعہ کا صرف ایک مینار باقی ہے۔ دروازوں میں باب المصری اور باب الجمعہ کھنڈرات میں تبدیل ہو چکے ہیں۔

اس دیوار کی کئی مرتبہ مرمت کی گئی۔ ابتدا میں شہر کے چاروں طرف چھوٹی دیواریں بنائی گئی تھیں۔ ان دیواروں کی تعمیر یا مرمت میں اسحاق بن محمد الجعدی نے ۲۶۳ھ (۸۷۸ء) میں، عضد الدولہ ابن بویہ نے ۳۶۰ھ (۹۷۲ء) میں، جمال الدین محمد بن ابی المنصور الاصفہانی نے ۵۰۰ھ (۱۱۰۹ء) میں، نور الدین الشہید محمود بن زنگی نے ۵۵۷ھ (۱۱۶۴ء) میں، الصالح ولد الناصر بن قلادون نے ۷۵۵ھ (۱۳۵۷ء) میں اور الاشرف قایتبائی نے ۸۸۰ھ (۱۳۶۲ء) میں حصہ لیا تھا۔

ان دیواروں میں تخفیف بھی گئی اور توسیع بھی اور ان کو مٹی اور پتھروں سے بنایا گیا تھا۔ سلطان سلیمان کی تعمیر کردہ دیوار کے غرب و جنوب کی جانب ایک دوسری دیوار بھی تعمیر کی گئی تھی تاکہ بڑی دیوار کے باہر جو مکانات آباد تھے ان کا احاطہ کیا جا سکے۔

یہ دوسری دیوار البقیع سے شروع ہوئی تھی اور قباً، العنبریہ اور القلعہ کی جانب جنوب بڑی دیوار سے مل گئی تھی۔ اس دیوار کے پانچ دروازے تھے جن میں سے دو یعنی باب العوالی اور باب السد البقیع کی طرف تھے۔ بقیہ تین دروازے یہ تھے: باب قباء جو مسجد قباً کی طرف رہنمائی کرتا تھا۔ باب العنبریہ جس کا رخ مکہ اور جدہ کی طرف تھا اور باب الکومہ جو قلعہ کے غرب میں واقع تھا۔

ایک عرصہ دراز تک مدینہ منورہ کے باشندے ان دیواروں کے درمیان آباد رہے۔ جب موٹر گاڑیوں اور ہوائی جہازوں کا زمانہ آیا تو دیواروں کی اہمیت کم ہو گئی اور سعودی دور حکومت میں ان دیواروں کو ہٹا کر جدید طرز پر وسیع و کشادہ سڑکیں تعمیر کرا دی گئیں۔

عمارت مجیدیہ

عثمانی سلطان عبدالمجید نے ۱۲۶۵ھ (۱۸۵۲ء) سے ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۴ء) تک مسجد نبوی کے اندر ترمیمات کیں جن کا تذکرہ بعد میں کیا جائے گا۔

[illegible] دمشق سے مدینہ منورہ تک ریلوے لائن کی تعمیر و توسیع کی جس کے ذریعے مدینہ منورہ کا تمام دنیا سے [illegible] سے [illegible] ریلوے لائن ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) میں مکمل ہوئی۔ پہلے [illegible] سفر [illegible] تک [illegible] کا [illegible] تھا۔ [illegible] لائن کے ذریعے شام، اردن، فلسطین، عراق، ترکی [illegible] مقامات [illegible] ریلوے کی بدولت مدینہ منورہ میں تجارت اور کاروبار کی رفتار [illegible] بہت سہولت [illegible]

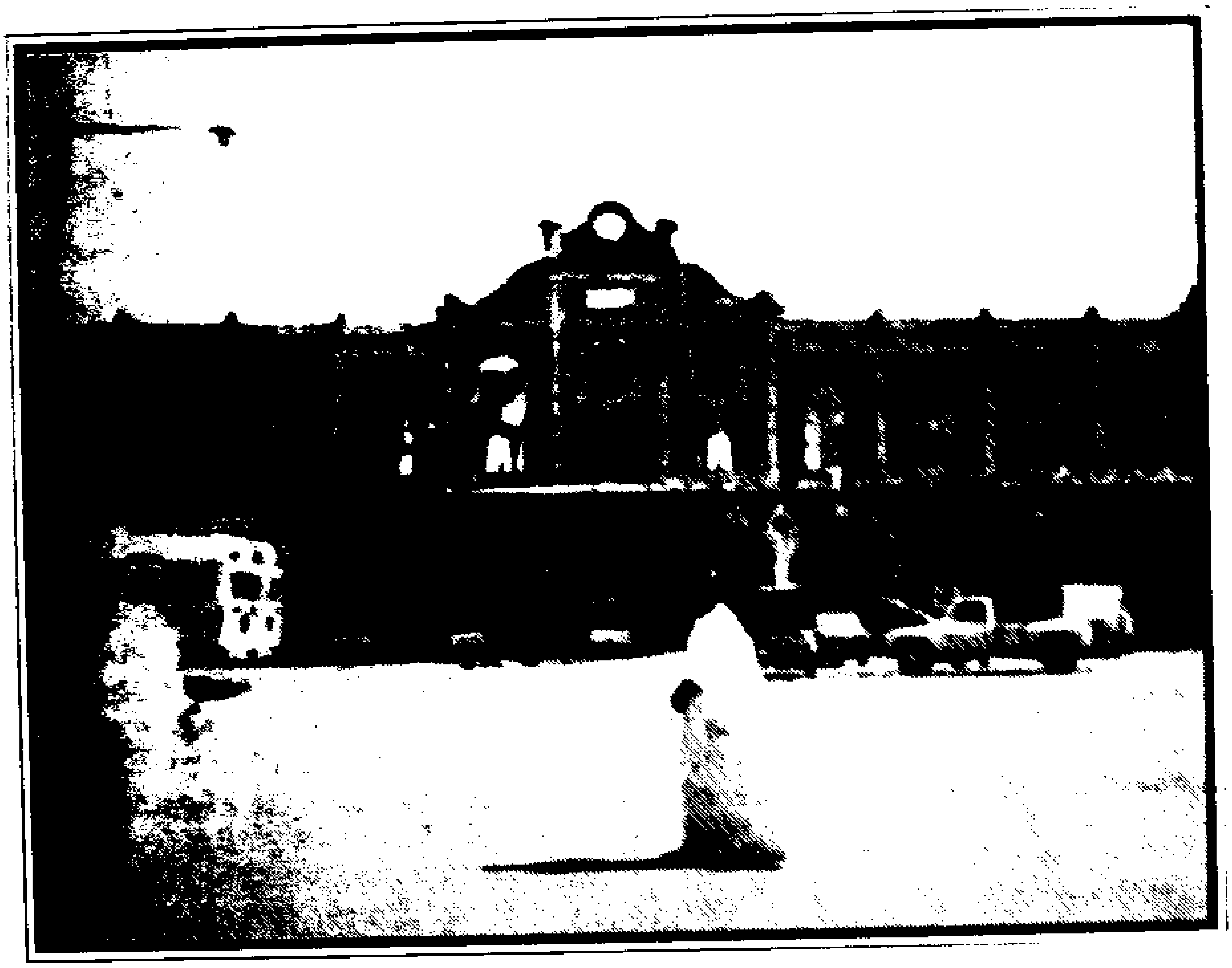

۱۳۲۵ھ (۱۹۱۷ء) میں ترکی دور حکومت میں بنایا گیا ریلوے اسٹیشن

۱۳۳۵ھ (۱۹۱۷ء) میں انقلاب عرب کے رونما ہونے کے باعث عربوں نے اس لائن کا ایک بڑا حصہ اڑا دیا اور اسے برباد کر دیا۔ عرب میں جب ریل گاڑیوں کا دور شروع ہوا تو دمشق سے مدینہ منورہ تک ۱۳۰۳ کلومیٹر لمبی مسافت اور مدینہ منورہ سے اردن تک ۸۴۴ کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا جاتا تھا۔

حال ہی میں ان ملکوں کی حکومتوں نے جہاں سے یہ ریل گاڑی گزرتی ہے یعنی سعودی عرب، اردن اور شام نے ایک معاہدہ کیا ہے جس کی رو سے یہ ریلوے لائن دوبارہ تعمیر کی جا رہی ہے اور یہ کام تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ مدینہ منورہ اور دمشق کے درمیان ریلوے لائن پر کئی اسٹیشن اب تک بنائے جا چکے ہیں۔ مدینہ منورہ میں سب سے بڑا اسٹیشن میدان العنبریہ میں واقع تھا جس کو ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء) میں مکمل کیا گیا تھا۔ ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) میں اس اسٹیشن

Marfat.com

[illegible] ذریعے مدینہ منورہ [illegible] ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) [illegible] مکمل ہوئی [illegible] مدینہ منورہ میں تجارت [illegible]

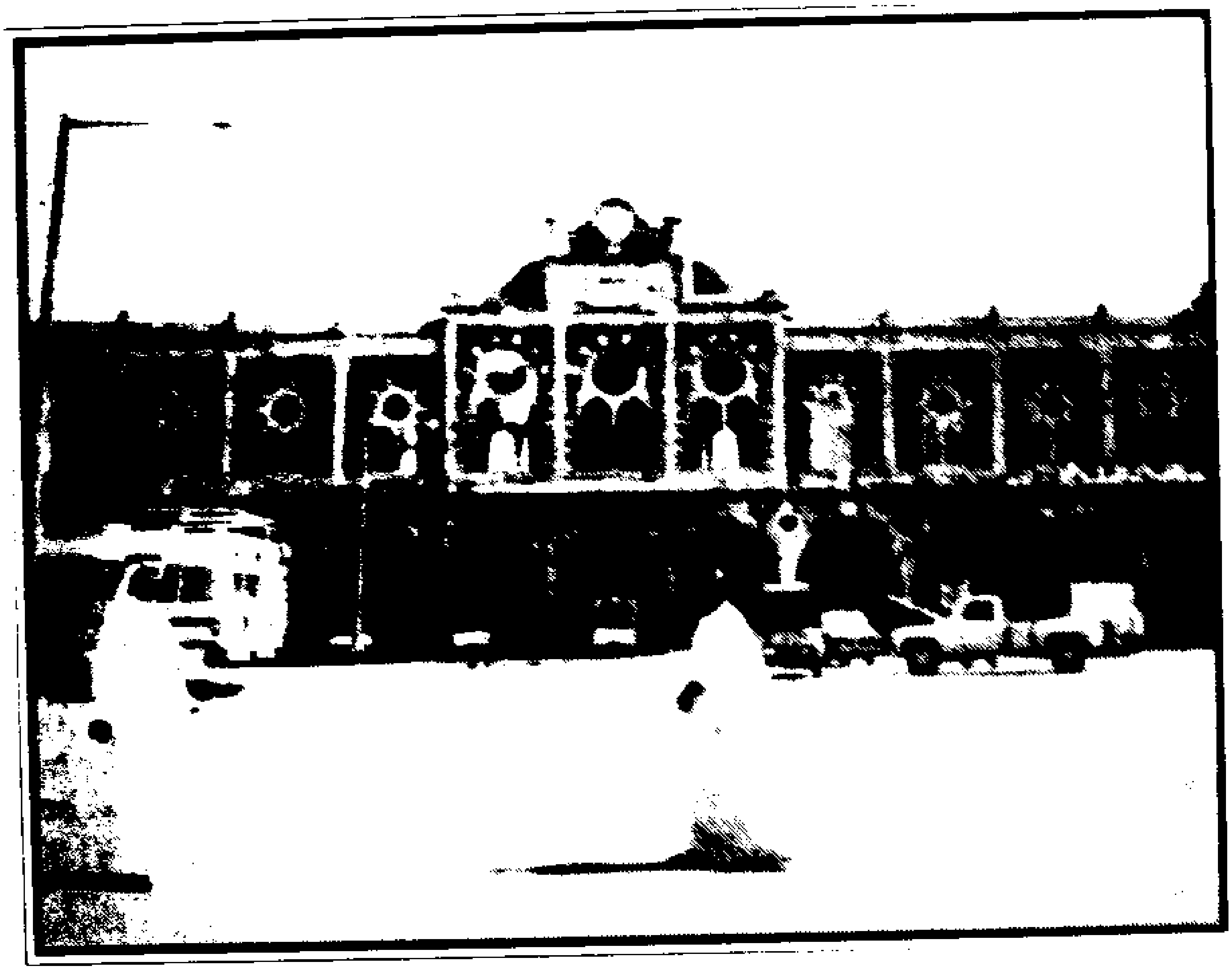

۱۳۲۵ھ (۱۹۱۷ء) میں ترکی دور حکومت میں بنایا گیا ریلوے اسٹیشن

۱۳۳۵ھ (۱۹۱۷ء) میں انقلاب عرب کے رونما ہونے کے باعث عربوں نے اس لائن کا ایک بڑا حصہ اڑا دیا اور اسے بند کر دیا۔ عرب میں جب ریل گاڑیوں کا دور شروع ہوا تو دمشق سے مدینہ منورہ تک ۱۳۰۳ کلومیٹر لمبی مسافت اور مدینہ منورہ سے اردن تک ۸۴۴ کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا جاتا تھا۔

حال ہی میں ان ملکوں کی حکومتوں نے جہاں سے یہ ریل گاڑی گزرتی ہے یعنی سعودی عرب، اردن اور شام نے ایک معاہدہ کیا ہے جس کی رو سے یہ ریلوے لائن دوبارہ تعمیر کی جا رہی ہے اور یہ کام تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ مدینہ منورہ اور دمشق کے درمیان ریلوے لائن پر کئی اسٹیشن اب تک بنائے جا چکے ہیں۔ مدینہ منورہ میں سب سے بڑا اسٹیشن میدان العنبریہ میں واقع تھا جس کو ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء) میں مکمل کیا گیا تھا۔ ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) میں اس اسٹیشن

کی مسجد تعمیر کی گئی اسی سال ایک اسلامی کالج کی تعمیر کا کام شروع ہوا مگر یہ عمارت مکمل نہ ہو سکی۔ سعودی دور حکومت میں اس کی پہلی منزل کا فرش بنایا گیا اور اس جگہ ایک سیکنڈری اسکول قائم کر دیا گیا جو اب تک جاری ہے۔

قلعہ طائف کے ۴۰ افسروں اور
مدینہ منورہ کے ۴۲ باشندوں کو سزائے قید

عثمانی ترکوں کے عہد میں یہ واقعہ مدینہ منورہ کی تاریخ میں اہم سمجھا جاتا تھا۔ مجھے (راقم الحروف) یہ واقعہ حسین جمل اللیل سے معلوم ہوا جو قیدیوں میں شامل تھے۔ شوال ۱۳۸۶ھ (۱۹۶۶ء) میں انہوں نے مجھے یہ واقعہ اسپتال کے اندر سنایا جبکہ ایک سڑک کے حادثے میں زخمی ہو جانے کی وجہ سے وہ وہاں زیر علاج تھے۔ اس طرح کہ ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۶ء) میں ترکوں نے علی پاشا مرحبین کو مدینہ منورہ کا گورنر نامزد کیا۔ لیکن وہ مغرور اور لاپرواہ آدمی تھا اور لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ بڑا حقارت آمیز تھا۔ اس نے اہل مدینہ منورہ کی توہین و تذلیل کرنا شروع کر دی۔ اور ان پر بھاری ٹیکس لگائے۔ ان زیادتیوں سے اہل مدینہ منورہ کے اندر بے چینی اور اس کے خلاف بغاوت کا جذبہ پھوٹ پڑا اور وہ انور عشقی کی رہنمائی میں اس سے مجادلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ ایک دن جب یہ گورنر دیوار مدینہ منورہ کے باب الصغیر پر اپنی رہائش گاہ سے روانہ ہوا تو باغیوں نے اس کو قتل کر دینے کی کوشش کی وہ اس پر گولی چلانے کے بعد بھاگ نکلے اور میونسپلٹی کی حدود میں پناہ گزین ہو گئے۔

حسین جمل اللیل

شہر کے ایک سرکردہ شخص تاج الدین الیاس اس عمارت میں داخل ہوئے اور انہوں نے فریقین کے درمیان پڑ کر کوئی صورت مصالحت کی نکالنا چاہی مگر ان پر بھی گولی چلادی گئی، محافظوں نے ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا اور چاروں طرف سے فوج کے سپاہی دوڑ دوڑ کر آنے لگے۔ افسران نے گورنر کے حکم پر اہل مدینہ منورہ پر گولی چلانے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے گورنر پر لعنت ملامت کی اور وہ محافظ دستے کے ساتھ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

اہل مدینہ کے نمائندوں نے ٹیلیفون پر سلطان عبد الحمید سے رابطہ قائم کیا جن کے سیکریٹری نے جواب دیا اور بعد میں وزیر اعظم نے بھی گفتگو کی۔ مگر اہل مدینہ منورہ نے سلطان سے بذات خود گفتگو کرنے پر اصرار کیا اور جب یہ مانگ پوری ہوئی تو انہوں نے سلطان سے ٹیکس لگائے جانے کی شکایت کی اور کہا کہ مدینہ منورہ ایسا شہر نہیں ہے جس کے لوگوں پر ٹیکس لگائے جائیں۔ نیز انہوں نے گورنر کی برطرفی کا بھی مطالبہ کیا۔ ان کا یہ مطالبہ پورا کیا گیا اور گورنر کو ہٹا کر اس کی جگہ حسن حسنی پاشا کو یہ عہدہ تفویض کیا گیا۔ لیکن فوراً ہی فساد پھوٹ پڑا اور نئے گورنر کو بھی الگ کر دینا پڑا۔ اس کے بعد حکومت نے شیخ الحرم عثمان فرید پاشا کو جو ان پڑھ تھے، گورنر کے عہدے کے لئے نامزد کر دیا۔

ادھر مدینہ منورہ میں محمد علی حجار اور ابو السعود مفتی کے اہل خاندان کے درمیان ترکے کے سلسلے میں تنازع پیدا ہو گیا۔ وکلاء عثمان ابو طاہر اور عبد الرحمن الیاس نے مقدمے کی پیروی کی۔ مصالحت کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔

Marfat.com

کی مسجد تعمیر کی گئی اسی سال ایک اسلامی کالج کی تعمیر کا کام شروع ہوا مگر یہ عمارت مکمل نہ ہو سکی۔ سعودی دور حکومت میں اس کی پہلی منزل کا فرش بنایا گیا اور اس جگہ ایک سیکنڈری اسکول قائم کر دیا گیا جو اب تک جاری ہے۔

قلعۂ طائف کے ۴۰ افسروں اور
مدینہ منورہ کے ۴۲ باشندوں کو سزائے قید

عثمانی ترکوں کے عہد میں یہ واقعہ مدینہ منورہ کی تاریخ میں اہم سمجھا جاتا تھا۔ مجھے (راقم الحروف) یہ واقعہ حسین جمل اللیل سے معلوم ہوا جو قیدیوں میں شامل تھے۔ شوال ۱۳۸۶ھ (۱۹۶۶ء) میں انہوں نے مجھے یہ واقعہ اسپتال کے اندر سنایا جبکہ ایک سڑک کے حادثے میں زخمی ہو جانے کی وجہ سے وہ وہاں زیر علاج تھے۔ اس طرح کہ ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۶ء) میں ترکوں نے علی پاشا مرحمین کو مدینہ منورہ کا گورنر نامزد کیا۔ لیکن وہ مغرور اور لاپرواہ آدمی تھا اور لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ بڑا حقارت آمیز تھا۔ اس نے اہل مدینہ منورہ کی توہین و تذلیل کرنا شروع کر دی۔ اور ان پر بھاری ٹیکس لگائے۔ ان زیادتیوں سے اہل مدینہ منورہ کے اندر بے چینی اور اس کے خلاف بغاوت کا جذبہ پھوٹ پڑا اور وہ انور عشقی کی رہنمائی میں اس سے مجادلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ ایک دن جب یہ گورنر دیوار مدینہ منورہ کے باب الصغیر پر اپنی رہائش گاہ سے روانہ ہوا تو باغیوں نے اس کو قتل کر دینے کی کوشش کی وہ اس پر گولی چلانے کے بعد بھاگ نکلے اور میونسپلٹی کی حدود میں پناہ گزین ہو گئے۔

حسین جمل اللیل

شہر کے ایک سر کردہ شخص تاج الدین الیاس اس عمارت میں داخل ہوئے اور انہوں نے فریقین کے درمیان پڑ کر کوئی صورت مصالحت کی نکالنا چاہی مگر ان پر بھی گولی چلا دی گئی، محافظوں نے ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا اور چاروں طرف سے فوج کے سپاہی دوڑ دوڑ کر آنے لگے۔ افسران نے گورنر کے حکم پر اہل مدینہ منورہ پر گولی چلانے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے گورنر پر لعنت ملامت کی اور وہ محافظ دستے کے ساتھ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

اہل مدینہ کے نمائندوں نے ٹیلیفون پر سلطان عبد الحمید سے رابطہ قائم کیا جن کے سیکریٹری نے جواب دیا اور بعد میں وزیر اعظم نے بھی گفتگو کی۔ مگر اہل مدینہ منورہ نے سلطان سے بذات خود گفتگو کرنے پر اصرار کیا اور جب یہ مانگ پوری ہوئی تو انہوں نے سلطان سے ٹیکس لگائے جانے کی شکایت کی اور کہا کہ مدینہ منورہ ایسا شہر نہیں ہے جس کے لوگوں پر ٹیکس لگائے جائیں۔ نیز انہوں نے گورنر کی برطرفی کا بھی مطالبہ کیا۔ ان کا یہ مطالبہ پورا کیا گیا اور گورنر کو ہٹا کر اس کی جگہ حسن حسنی پاشا کو یہ عہدہ تفویض کیا گیا۔ لیکن فوراً ہی فساد پھوٹ پڑا اور نئے گورنر کو بھی الگ کر دینا پڑا۔ اس کے بعد حکومت نے شیخ الحرم عثمان فرید پاشا کو جو ان پڑھ تھے، گورنر کے عہدے کے لئے نامزد کر دیا۔

ادھر مدینہ منورہ میں محمد علی حجار اور ابو السعود مفتی کے اہل خاندان کے درمیان ترکے کے سلسلے میں تنازع پیدا ہو گیا۔ وکلاء عثمان ابو طاہر اور عبد الرحمن الیاس نے مقدمے کی پیروی کی۔ مصالحت کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔

آپس کے اختلافات کافی حد تک بڑھ گئے اور یہ افواہیں پھیلائی گئیں کہ گورنر نے مدینہ منورہ کے اکثر نامور اشخاص کو قتل کر دینے کا حکم جاری کیا ہے۔ اس پر فساد پھوٹ پڑا اور اہلِ مدینہ منورہ نے مفتی عثمان داغستانی سے مشورہ طلب کر کے یہ مطالبہ کیا کہ مجلس منتظمہ ایک ایسا حکم جاری کرے جس کی رو سے گورنر کو برطرف کیا جا سکے۔ مگر مجلس منتظمہ نے اس طرح کا فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ عثمان پاشا اپنے گھر کو مقفل کر کے اندر بیٹھ گئے اور مدینہ منورہ کے باغیوں نے مجلس منتظمہ کے اراکین کو عمارت کے اندر قید کر دیا اور ان کو اس وقت تک رہا نہیں کیا گیا جب تک گورنر کو برطرف نہیں کر دیا گیا۔

اب شہر دو گروہوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک گروہ وہ جو گورنر کا حامی تھا اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ دوسرا گروہ مخالفین کا تھا۔ گورنر کی رہائش گاہ کا محاصرہ جاری تھا کہ زائرین کا ایک قافلہ شہر میں داخل ہوا جس کو دیکھ کر رہائش گاہ کے باہر جو مجمع کھڑا تھا زائرین کی خدمت کے لئے منتشر ہو گیا۔ عثمان پاشا نے سلطان سے شہریوں کی زیادتی اور فتنہ انگیزی کی شکایت کی اور ان کو سزا دینے کی درخواست کی۔

دریں اثناء ۴۵ آدمیوں نے سلطان عبد الحمید کو ایک تار بھیجا جس میں گورنر کی برطرفی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ یہ تار حسین جمیل اللیل کی طرف سے تھا۔ ان لوگوں نے دھمکی دی کہ اگر یہ مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو اہلِ مدینہ منورہ بیرونی امداد طلب کریں گے۔ وزیرِ اعظم نے اس تار کا جواب دیا کہ سرکاری افسروں کا تقرر اور برطرفی امیر المومنین (خلیفہ) کے دائرہ اختیار میں ہوتی ہے اور بتایا کہ اس معاملہ پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ اس کے بعد سلطان نے بہت جلد شام اور یمن سے فوج طلب کر لی تاکہ مدینہ منورہ کے اندر نظم و نسق برقرار رہ سکے۔

یہ فوجیں دو ہفتے کے اندر مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔ سب سے پہلا کام یہ کیا گیا کہ فوجی قلعہ کے اندر جتنے افسران مقیم تھے ان کو شہر سے باہر کسی جگہ منتقل کیا گیا کیونکہ وہ سب مدینہ منورہ کے لوگوں سے ہمدردی رکھتے تھے۔ عثمان پاشا کی رہائش گاہ سے محاصرہ ختم کر دیا گیا اور گورنر نے فوج کے سخت حفاظتی انتظام کے ساتھ اپنی رپورٹ دفتر کو بھیجی۔ باغی رہنماؤں نے جب اپنے آپ کو فوجیوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تو ان کو زبردستی باہر نکال کر ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ ان میں سے ۶۷ کو رہا کر دیا گیا اور باقی ۴۲ شہریوں اور ۴۰ افسران کو جیل بھیج دیا گیا ان میں حمزہ غوث، عباس سطیح اور ابراہیم زاہد مقدمے کی سماعت کے دوران شہر سے بھاگ نکلے اور قید سے بچ گئے۔

حسین جمل اللیل کا بیان ہے کہ وہ ان مجرموں میں سب سے کم عمر تھے۔ وہ اپنے اوپر الزامات کی جواب دہی کے وقت مخبوط الحواس سے ہو گئے اور وضاحت نہ کر سکے۔ ان سے وہ تار بھی نہ پڑھا جا سکا جو خود انہوں نے دیا تھا اور اس پر ان کے دستخط موجود تھے اور جس کو عبد الرحمٰن الیاس نے لکھا تھا۔ ان کی والدہ نے جو ایک سمجھدار، باحیثیت خاتون تھیں ان کو یہ مشورہ دیا کہ وہ تار کے بھیجنے کا اقرار کر لیں۔ اس لئے جب ان سے دریافت کیا گیا کہ انہوں نے یہ تار دیا تھا تو انہوں نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ جب گورنر نے ان سے تار کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا کہ عثمان پاشا کا نامناسب اور غیر منصفانہ رویہ وہ تار بھیجنے کا سبب تھا۔ مدینہ منورہ کے شہریوں سے مدد لینے کے بارے میں جب پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ ان کی مدد سے گورنر کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس پر عدالت نے کہا کہ حکومت عثمانیہ استنبول سے بھی مدد حاصل کی جا سکتی تھی۔

ان قیدیوں میں عبد القادر ادہم نام کا ایک منجم تھا۔ اس نے پیش گوئی کی کہ قلعہ کے ۸۱ قیدیوں کو جلد رہائی ملے گی۔ چنانچہ ایک شخص عبد اللہ آفندی کے علاوہ، جو زیرِ حراست وفات پا گیا تھا، ۸۱ قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔ ان میں ۴۱ شہری اور ۴۰ افسران شامل تھے۔ یہ ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء) کا واقعہ ہے۔ جب میں نے حسین جمل اللیل سے ان

Marfat.com

آپس کے اختلافات کافی حد تک بڑھ گئے اور یہ افواہیں پھیلائی گئیں کہ گورنر نے مدینہ منورہ کے اکثر نامور اشخاص کو قتل کر دینے کا حکم جاری کیا ہے۔ اس پر فساد پھوٹ پڑا اور اہلِ مدینہ منورہ نے مفتی عثمان داغستانی سے مشورہ طلب کر کے یہ مطالبہ کیا کہ مجلس منتظمہ ایک ایسا حکم جاری کرے جس کی رو سے گورنر کو برطرف کیا جاسکے۔ مگر مجلس منتظمہ نے اس طرح کا فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ عثمان پاشا اپنے گھر کو مقفل کر کے اندر بیٹھ گئے اور مدینہ منورہ کے باغیوں نے مجلس منتظمہ کے اراکین کو عمارت کے اندر قید کر دیا اور ان کو اس وقت تک رہا نہیں کیا گیا جب تک گورنر کو برطرف نہیں کر دیا گیا۔

اب شہر دو گروہوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک گروہ وہ جو گورنر کا حامی تھا اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ دوسرا گروہ مخالفین کا تھا۔ گورنر کی رہائش گاہ کا محاصرہ جاری تھا کہ زائرین کا ایک قافلہ شہر میں داخل ہوا جس کو دیکھ کر رہائش گاہ کے باہر جو مجمع کھڑا تھا زائرین کی خدمت کے لئے منتشر ہو گیا۔ عثمان پاشا نے سلطان سے شہریوں کی زیادتی اور فتنہ انگیزی کی شکایت کی اور ان کو سزا دینے کی درخواست کی۔

دریں اثناء ۴۵ آدمیوں نے سلطان عبد الحمید کو ایک تار بھیجا جس میں گورنر کی برطرفی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ یہ تار حسین جمیل اللیل کی طرف سے تھا۔ ان لوگوں نے دھمکی دی کہ اگر یہ مطالبہ پورا نہ کیا گیا تو اہلِ مدینہ منورہ بیرونی امداد طلب کریں گے۔ وزیر اعظم نے اس تار کا جواب دیا کہ سرکاری افسروں کا تقرر اور برطرفی امیر المومنین (خلیفہ) کے دائرہ اختیار میں ہوتی ہے اور بتایا کہ اس معاملہ پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ اس کے بعد سلطان نے بہت جلد شام اور یمن سے فوج طلب کر لی تاکہ مدینہ منورہ کے اندر نظم و نسق برقرار رہ سکے۔

یہ فوجیں دو ہفتے کے اندر مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔ سب سے پہلا کام یہ کیا گیا کہ فوجی قلعہ کے اندر جتنے افسران مقیم تھے ان کو شہر سے باہر کسی جگہ منتقل کیا گیا کیونکہ وہ سب مدینہ منورہ کے لوگوں سے ہمدردی رکھتے تھے۔ عثمان پاشا کی رہائش گاہ سے محاصرہ ختم کر دیا گیا اور گورنر نے فوج کے سخت حفاظتی انتظام کے ساتھ اپنی رپورٹ دفتر کو بھیجی۔ باغی رہنماؤں نے جب اپنے آپ کو فوجیوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تو ان کو زبردستی باہر نکال کر ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ ان میں سے ۶۷ کو رہا کر دیا گیا اور باقی ۴۲ شہریوں اور ۴۰ افسران کو جیل بھیج دیا گیا ان میں حمزہ غوث، عباس سطیح اور ابراہیم زاہد مقدمے کی سماعت کے دوران شہر سے بھاگ نکلے اور قید سے بچ گئے۔

حسین جمل اللیل کا بیان ہے کہ وہ ان مجرموں میں سب سے کم عمر تھے۔ وہ اپنے اوپر الزامات کی جواب دہی کے وقت مخبوط الحواس سے ہو گئے اور وضاحت نہ کر سکے۔ ان سے وہ تار بھی نہ پڑھا جا سکا جو خود انہوں نے دیا تھا اور اس پر ان کے دستخط موجود تھے اور جس کو عبد الرحمٰن الیاس نے لکھا تھا۔ ان کی والدہ نے جو ایک سمجھدار، باحیثیت خاتون تھیں ان کو یہ مشورہ دیا کہ وہ تار کے بھیجنے کا اقرار کرلیں۔ اس لئے جب ان سے دریافت کیا گیا کہ انہوں نے یہ تار دیا تھا تو انہوں نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ جب گورنر نے ان سے تار کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواباً کہا کہ عثمان پاشا کا نامناسب اور غیر منصفانہ رویہ وہ تار بھیجنے کا سبب تھا۔ مدینہ منورہ کے شہریوں سے مدد لینے کے بارے میں جب پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ ان کی مدد سے گورنر کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس پر عدالت نے کہا کہ حکومت عثمانیہ استنبول سے بھی مدد حاصل کی جا سکتی تھی۔

ان قیدیوں میں عبد القادر ادہم نام کا ایک منجم تھا۔ اس نے پیش گوئی کی کہ قلعہ کے ۸۱ قیدیوں کو جلد رہائی ملے گی۔ چنانچہ ایک شخص عبد اللہ آفندی کے علاوہ، جو زیرِ حراست وفات پا گیا تھا، ۸۱ قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔ ان میں ۴۱ شہری اور ۴۰ افسران شامل تھے۔ یہ ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء) کا واقعہ ہے۔ جب میں نے حسین جمل اللیل سے ان

قیدیوں کے نام دریافت کئے تو انہوں نے اپنی یادداشت پر زور دیکر مندرجہ ذیل چند نام بتائے:
انور عشقی، عبد القادر بری، عبد الرحمٰن کشمیری، عثمان عفان، عبد الروف کردی، عبد اللہ حبشی، زین بری، محمد زاہد، ابن عمر زاہد، محمد دشیشہ، امین درندری، عبد القادر ادھم، درویش کردی، حسین برادہ، مفتی محمد عثمان داغستانی، یحییٰ دفتردار، محمد حمودۃ اور ان کا لڑکا، طاہر سنبل، احمد ابوالجود، عید بنا، قاسم طیار، محمد عطاس، منصور زیلہ لی، حسین جمل اللیل، عثمان ابو طاہر، عبد الرحمٰن الیاس، نیز حرم کے دو آغا اور دیگر فوجی۔
حسین جمل اللیل نے بتایا کہ مذکورہ تمام اشخاص اب وفات پا چکے ہیں۔ اس کتاب کے شائع ہونے سے قبل حسین جمل اللیل بھی انتقال کر گئے۔
۱۔ الشریف عون الرفیق، امیر مکہ مکرمہ، جنہوں نے مدینہ منورہ کے شہریوں کی رہائی کے لئے عرضداشت پیش کی۔
۲۔ عثمان فرید پاشا، گورنر مدینہ منورہ، جنہوں نے سلطان عبد الحمید سے اہل مدینہ منورہ کے بارے میں شکایت کی۔ اور سلطان نے ۲۵۰۰۰ فوج شہر میں بھیجی۔
۳۔ سلطان عبد الحمید جنہوں نے مدینہ منورہ کے لوگوں کو قید کر لیا۔
۴۔ شیخ ابراہیم زاہد جو فرار ہو کر مقدمے اور جیل جانے سے بچ گئے۔
۵۔ شیخ محمد زاہد ابن عمر زاہد، طائف کے قلعہ کے قیدیوں میں سے ایک۔
۶۔ شیخ یحییٰ دفتردار، طائف کے قلعہ کے قیدیوں میں سے ایک۔
۷۔ شیخ طاہر سنبل، طائف کے قلعہ کے قیدیوں میں سے ایک۔
۸۔ حمزہ غوث، فرار ہو کر مقدمے اور جیل جانے سے بچ گئے۔
۹۔ انور عشقی، طائف کے قلعہ کے قیدیوں میں سے ایک۔
۱۰۔ حسین عامر، طائف کے قلعہ کے قیدیوں میں سے ایک۔

1

Marfat.com

قیدیوں کے نام دریافت کئے تو انہوں نے اپنی یادداشت پر زور دیکر مندرجہ ذیل چند نام بتائے:
انور عشقی، عبد القادر بری، عبد الرحمٰن کشمیری، عثمان عفان، عبد الروف کردی، عبد اللہ حبشی، زین بری، محمد زاہد، ابن عمر زاہد، محمد دشیشہ، امین درندری، عبد القادر ادھم، درویش کردی، حسین برادہ، مفتی محمد عثمان داغستانی، یحییٰ دفتردار، محمد حمودۃ اور ان کا لڑکا، طاہر سنبل، احمد ابوالجود، عید بنا، قاسم طیار، محمد عطاس، منصور زیلہ لی، حسین جمل اللیل، عثمان ابوطاہر، عبدالرحمٰن الیاس، نیز حرم کے دو آغا اور دیگر فوجی۔

حسین جمل اللیل نے بتایا کہ مذکورہ تمام اشخاص اب وفات پا چکے ہیں۔ اس کتاب کے شائع ہونے سے قبل حسین جمل اللیل بھی انتقال کر گئے۔

۱۔ الشریف عون الرفیق، امیر مکہ مکرمہ، جنہوں نے مدینہ منورہ کے شہریوں کی رہائی کے لئے عرضداشت پیش کی۔

۲۔ عثمان فرید پاشا، گورنر مدینہ منورہ، جنہوں نے سلطان عبد الحمید سے اہل مدینہ منورہ کے بارے میں شکایت کی۔ اور سلطان نے ۲۵۰۰۰ فوج شہر میں بھیجی۔

۳۔ سلطان عبدالحمید جنہوں نے مدینہ منورہ کے لوگوں کو قید کر لیا۔

۴۔ شیخ ابراہیم زاہد جو فرار ہو کر مقدمے اور جیل جانے سے بچ گئے۔

۵۔ شیخ محمد زاہد ابن عمر زاہد، طائف کے قلعہ کے قیدیوں میں سے ایک۔

۶۔ شیخ یحییٰ دفتر دار، طائف کے قلعہ کے قیدیوں میں سے ایک۔

۷۔ شیخ طاہر سنبل، طائف کے قلعہ کے قیدیوں میں سے ایک۔

۸۔ حمزہ غوث، فرار ہو کر مقدمے اور جیل جانے سے بچ گئے۔

۹۔ انور عشقی، طائف کے قلعہ کے قیدیوں میں سے ایک۔

۱۰۔ حسین عامر، طائف کے قلعہ کے قیدیوں میں سے ایک۔

1

2

3

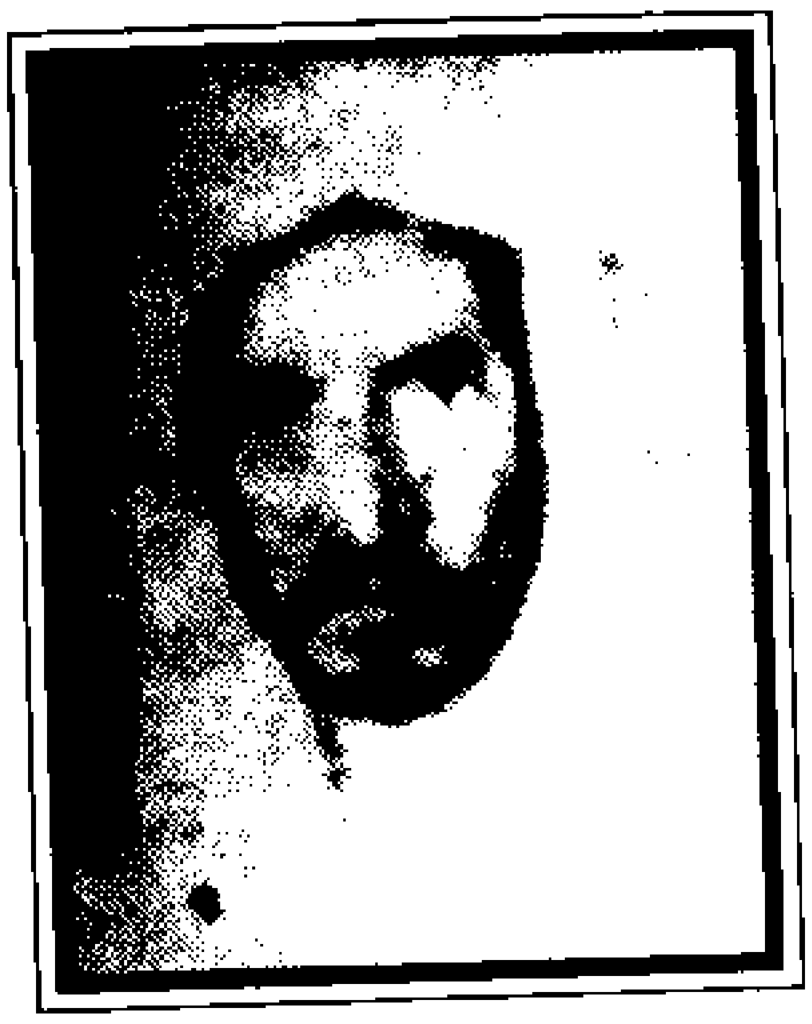

4

5

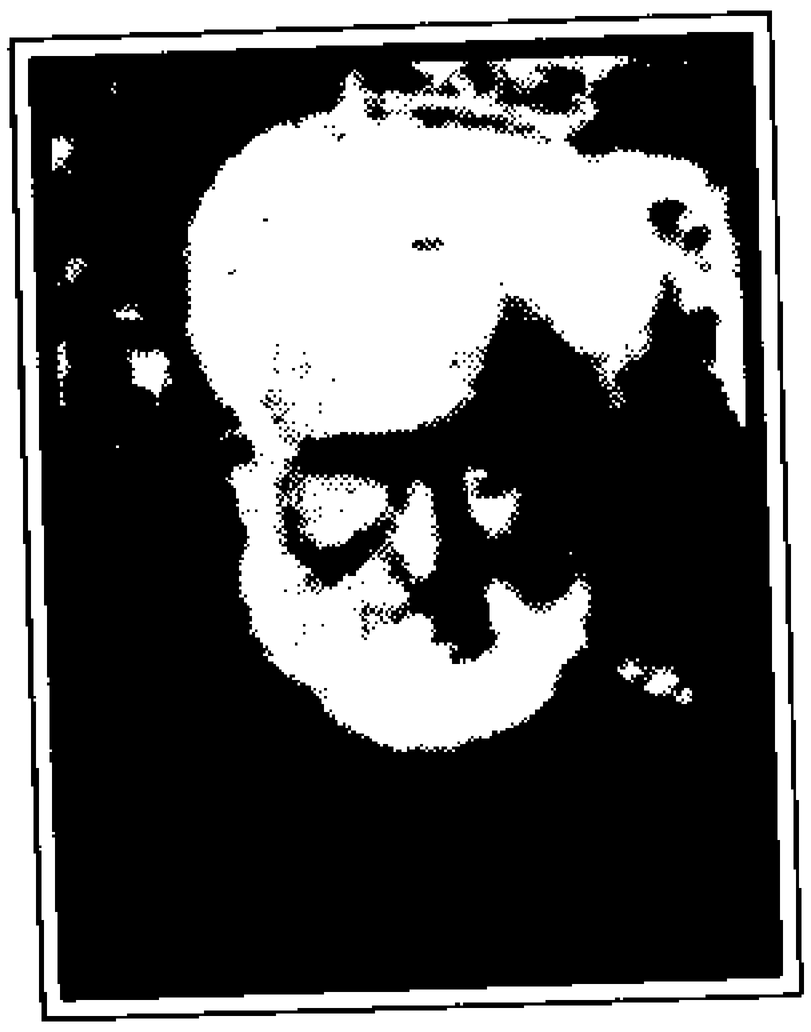

6

7

8

9

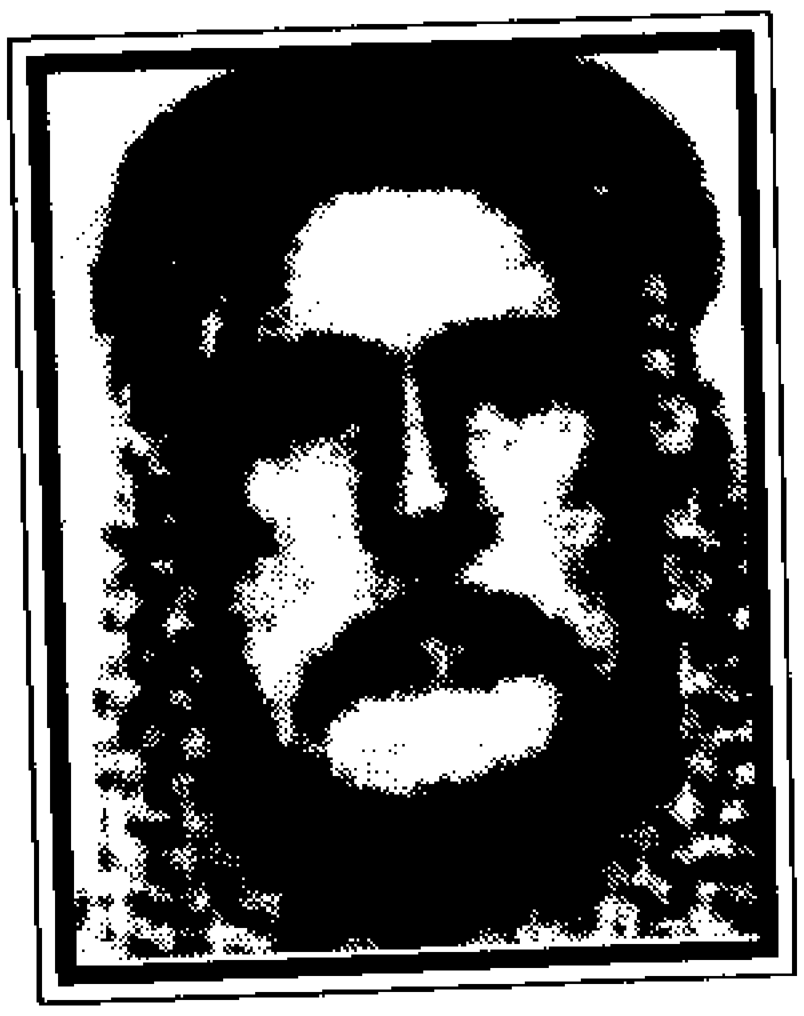

10

Marfat.com

2

3

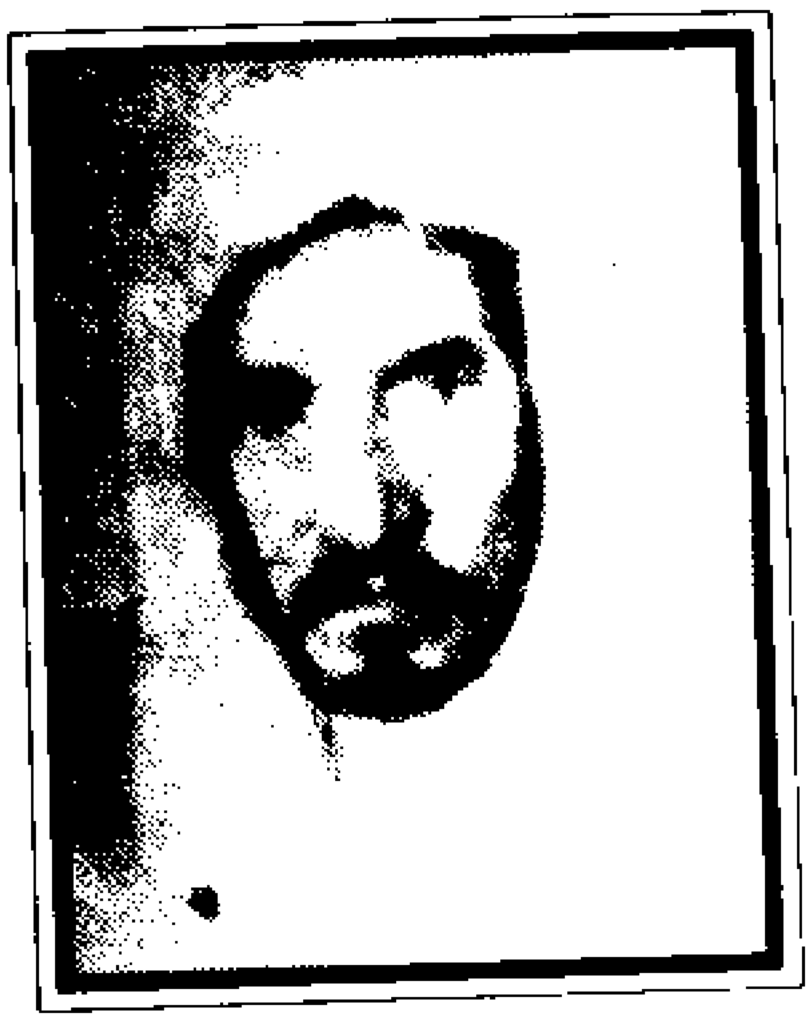
4

5

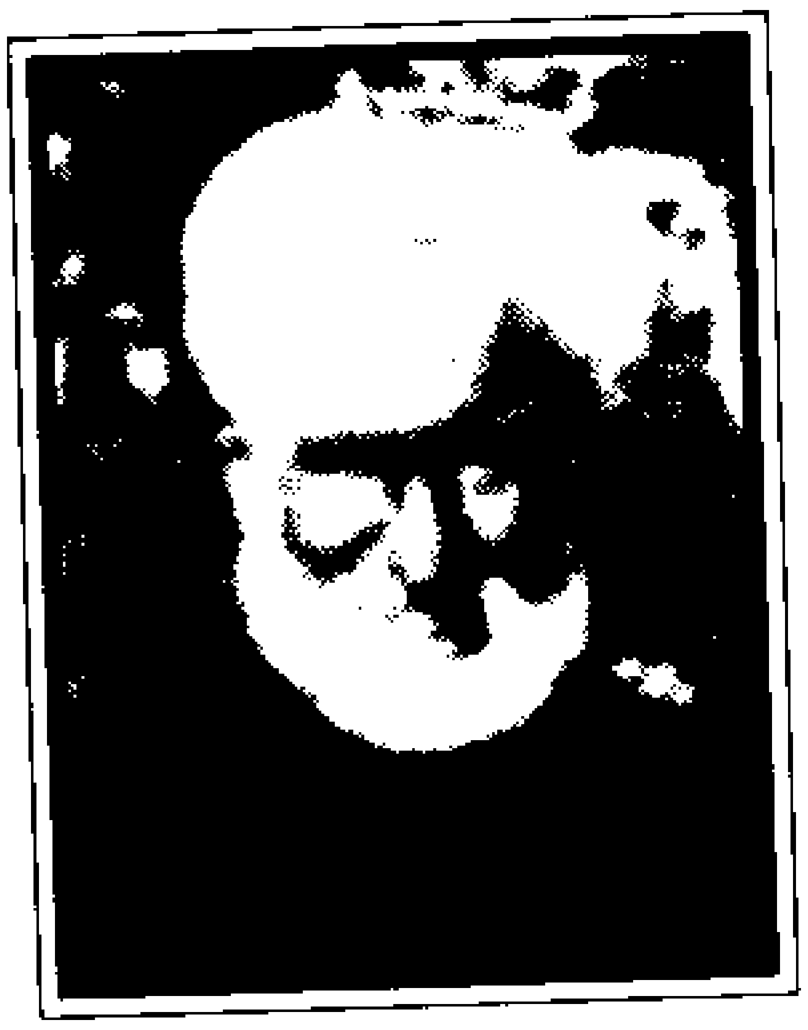
6

7

8

9

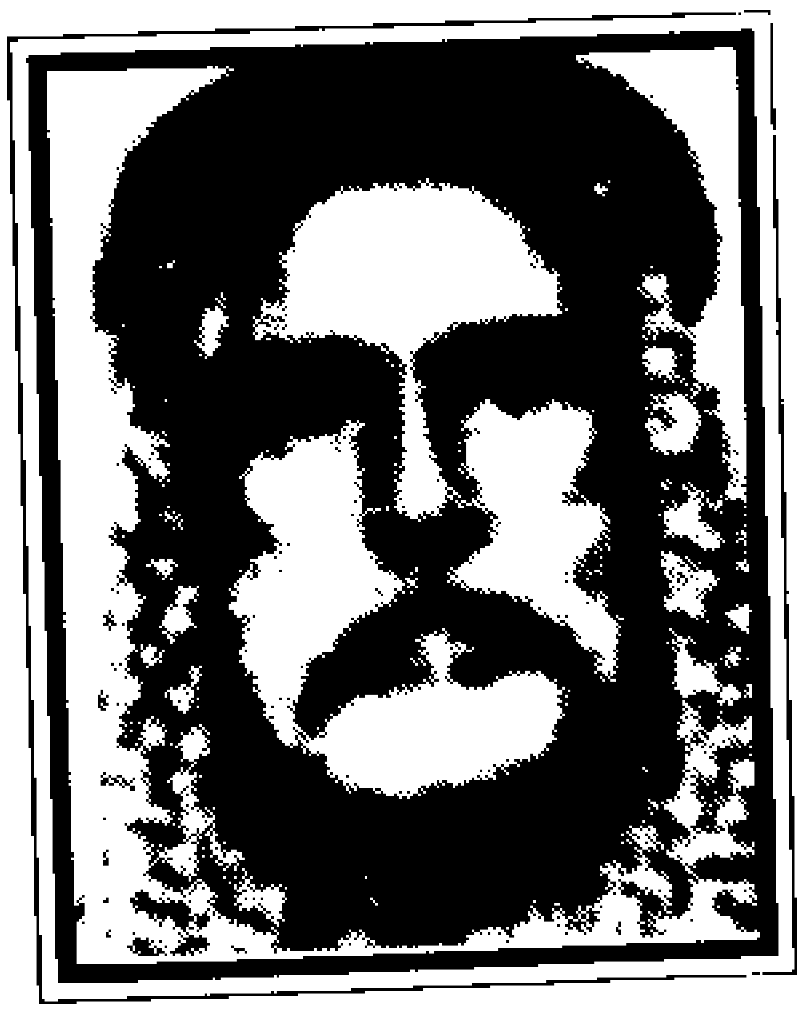
10

حسبہ: رئیس بلدیہ

عثمانی ترکوں نے علی رضا پاشا کی گورنری کے زمانے ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ء) میں مدینہ منورہ کے اندر میونسپل نظام قائم کیا۔ شیخ محمد سمان مدینہ منورہ کے پہلے میئر ہوئے۔ انہوں نے میونسپلٹی کی عمارت تعمیر کرائی جو بعد میں سعودی حکومت کے منصوبے کے تحت مدینہ منورہ کی جدید کاری کی غرض سے منہدم کر دی گئی۔ اس وقت ضلع المناخہ میں محکمہ پولیس اور دفتر دور رسانی (ٹیلی کمیونیکیشن) کی جانب شرق ایک جدید طرز کی کشادہ عمارت میں مدینہ میونسپلٹی قائم ہے۔

رئیس بلدیہ جس کو پہلے "المحتسب" اور محکمہ متعلقہ کو "الحسابہ" کہا جاتا تھا اس کے فرائض اور اعمال موجودہ دور کے رئیس بلدیہ سے مختلف نہ تھے۔ مزید براں شہریوں کو خیر کی ترغیب دینے، شر سے بچنے اور اخلاق و آداب کی اصلاح کرنے کی ہدایت دینا بھی اس کے فرائض میں شامل تھا۔ جب کسی تحقیق و تفتیش کا موقع آتا تو اس کے اختیارات زیادہ وسیع ہو جاتے تھے اور وہ مجرموں پر حکم صادر کرتا اور فوجداری کے مقدمات میں مناسب سزا دے سکتا تھا۔ وہ مجرموں کو کوڑوں کی سزا بھی دے سکتا تھا۔ مدینہ منورہ میں المحتسب کے عہدے پر مندرجہ ذیل اشخاص فائز رہے:

ترکوں کے عہد میں: علی دیری، یوسف شصلی، محمد داغستانی، حسن عطار، محمد حمودہ، احمد صافی، خالد خاشقجی، انور عشقی۔ محمد حسن سمان، زین العابدین مدنی، ذیاب ناصر، حمزہ غوث، شریف بک، جمال بک (قائم مقام محمد علی بک)، نور الدین بک، سید جعفر حبشی، شیخ صالح شقلبھا۔

عہد اشراف میں: عبد اللہ عطاس، حسن داغستانی، محمود عبد الجواد، محمود حلوانی۔

عہد سعودی میں: ذیاب ناصر، جو جمادی الاول ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۵ء) میں محتسب کے عہدے پر فائز ہوئے۔ محمد حسن سمان، ربیع الاول ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۷ء) عبد القادر غوث، مصطفیٰ عطار ۱۳۶۱ھ (۱۹۴۲ء)۔ امین مدنی، ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ (۱۹۵۰ء)۔ محمد عبد الجواد، رمضان ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۵ء)۔ صالح المیمان، جمادی الاول ۱۳۷۸ھ (۱۹۵۸ء)۔ علی حافظ، ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ (۱۹۶۰ء) جس کے بعد انہوں نے شعبان ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء) میں اپنی ذاتی تجارت شروع کر دی۔

عہدِ ترکی میں مدینہ منورہ کا محاصرہ

مدینہ منورہ کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ "انقلاب عرب" کے دوران مدینہ منورہ کا محاصرہ تھا، جو دو سال تک جاری رہا۔ ترکوں نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پورے جزیرہ عرب، خصوصاً مدینہ منورہ کو فوج کا مرکز بنا دیا تھا۔ انہوں نے عمر فخری پاشا کو مدینہ منورہ کا ملٹری گورنر بنا کر زائد اسلحہ بردار فوج تعینات کر دی۔

مساجد کو جن میں مسجد نبوی بھی شامل تھی اسلحہ خانہ بنا دیا گیا۔ فخری پاشا نے تمام اجناس اور اشیائے خوردنی کو قبضے میں کر لیا اور اناج، کھجوریں، چاول، گیہوں وغیرہ کو فوجی بیرکوں میں بند کر کے اہل مدینہ منورہ کو رسد سے محروم کر دیا۔ غذا اور خوراک صرف ناجائز ذرائع سے مل سکتی تھی اور جو لوگ اشیائے خوردنی بیچتے یا خریدتے ہوئے پکڑے جاتے تھے انہیں سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۷ء) تک یہ محاصرہ اپنے انتہائی عروج پر پہنچ گیا تھا۔

Marfat.com

حسبہ: رئیس بلدیہ

عثمانی ترکوں نے علی رضا پاشا کی گورنری کے زمانے ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ء) میں مدینہ منورہ کے اندر میونسپل نظام قائم کیا۔ شیخ محمد سمان مدینہ منورہ کے پہلے میئر ہوئے۔ انہوں نے میونسپلٹی کی عمارت تعمیر کرائی جو بعد میں سعودی حکومت کے منصوبے کے تحت مدینہ منورہ کی جدید کاری کی غرض سے منہدم کردی گئی۔ اس وقت ضلع المناخہ میں محکمۂ پولیس اور دفتر دوررسانی (ٹیلی کمیونیکیشن) کی جانب شرق ایک جدید طرز کی کشادہ عمارت میں مدینہ میونسپلٹی قائم ہے۔

رئیس بلدیہ جس کو پہلے "المحتسب" اور محکمۂ متعلقہ کو "الحسابہ" کہا جاتا تھا اس کے فرائض اور اعمال موجودہ دور کے رئیس بلدیہ سے مختلف نہ تھے۔ مزید براں شہریوں کو خیر کی ترغیب دینے، شر سے بچنے اور اخلاق و آداب کی اصلاح کرنے کی ہدایت دینا بھی اس کے فرائض میں شامل تھا۔ جب کسی تحقیق و تفتیش کا موقع آتا تو اس کے اختیارات زیادہ وسیع ہو جاتے تھے اور وہ مجرموں پر حکم صادر کرتا اور فوجداری کے مقدمات میں مناسب سزا دے سکتا تھا۔ وہ مجرموں کو کوڑوں کی سزا بھی دے سکتا تھا۔ مدینہ منورہ میں المحتسب کے عہدے پر مندرجہ ذیل اشخاص فائز رہے:

ترکوں کے عہد میں: علی دیری، یوسف شصلی، محمد داغستانی، حسن عطار، محمد حمودہ، احمد صافی، خالد خاشقجی، انور عشقی۔ محمد حسن سمان، زین العابدین مدنی، ذیاب ناصر، حمزہ غوث، شریف بک، جمال بک (قائم مقام محمد علی بک)، نورالدین بک، سید جعفر حبشی، شیخ صالح شقلبجا۔

عہد اشراف میں: عبداللہ عطاس، حسن داغستانی، محمود عبدالجواد، محمود حلوانی۔

عہد سعودی میں: ذیاب ناصر، جو جمادی الاول ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۵ء) میں محتسب کے عہدے پر فائز ہوئے۔ محمد حسن سمان، ربیع الاول ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۷ء) عبد القادر غوث، مصطفیٰ عطار ۱۳۶۱ھ (۱۹۴۲ء)۔ امین مدنی، ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ (۱۹۵۰ء)۔ محمد عبد الجواد، رمضان ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۵ء)۔ صالح المیمان، جمادی الاول ۱۳۷۸ھ (۱۹۵۸ء)۔ علی حافظ، ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ (۱۹۶۰ء) جس کے بعد انہوں نے شعبان ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء) میں اپنی ذاتی تجارت شروع کردی۔

عہدِ ترکی میں مدینہ منورہ کا محاصرہ

مدینہ منورہ کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ "انقلاب عرب" کے دوران مدینہ منورہ کا محاصرہ تھا، جو دو سال تک جاری رہا۔ ترکوں نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پورے جزیرۂ عرب، خصوصاً مدینہ منورہ کو فوج کا مرکز بنا دیا تھا۔ انہوں نے عمر فخری پاشا کو مدینہ منورہ کا ملٹری گورنر بنا کر زائد اسلحہ بردار فوج تعینات کردی۔

مساجد کو جن میں مسجد نبوی بھی شامل تھی اسلحہ خانہ بنا دیا گیا۔ فخری پاشا نے تمام اجناس اور اشیائے خوردنی کو قبضے میں کرلیا اور اناج، کھجوریں، چاول، گیہوں وغیرہ کو فوجی بیرکوں میں بند کر کے اہل مدینہ منورہ کو رسد سے محروم کر دیا۔ غذا اور خوراک صرف ناجائز ذرائع سے مل سکتی تھی اور جو لوگ اشیائے خوردنی بیچتے یا خریدتے ہوئے پکڑے جاتے تھے انہیں سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۷ء) تک یہ محاصرہ اپنے انتہائی عروج پر پہنچ گیا تھا۔

شہر میں نظم و نسق اور استحکام برقرار رکھنے کے بہانے (جو فاقہ کشی اور قحط کے باعث متزلزل تھا) فخری پاشا نے مدینہ منورہ کے باشندوں کو زبردستی شام، لبنان اور ترکی بھیجنا شروع کر دیا۔ اس عمل کے پسِ پشت یہ مقصد کارفرما تھا کہ وہ اپنی تمام تر توجہ فوج کی حالت سے نپٹنے پر مرکوز کرنا چاہتے تھے۔ وہ لوگوں کو زبردستی شہر بدر کرنے لگے اور شہر سے انخلاء کے لئے ایک مربوط و منظم مہم کا آغاز ہو گیا۔ لوگوں کو جبراً ریلوں میں ٹھونس کر روانہ کیا گیا۔ بگڑتی ہوئی غذائی صورت حال سے مجبور ہو کر لوگوں نے خود ہی شہر چھوڑنا شروع کر دیا تھا۔ بعض مشاہدین کا کہنا ہے کہ اس محاصرے کی وجہ سے اتنا ظلم و استبداد بڑھ گیا تھا کہ فاقہ زدہ لوگوں نے مجبوراً کتوں، بلیوں اور مردار جانوروں کا گوشت تک کھانا شروع کر دیا تھا۔ جن لوگوں کے قلوب خوف خداوندی سے عاری تھے انہوں نے مذکورہ غذا عام حلال کھانے کی طرح فروخت کرنا شروع کر دی تھی۔

عمر فخری پاشا۔ مدینہ منورہ کے ملٹری گورنر جو شہر چھوڑ دینے کے صریحاً حکم کے باوجود مدینہ منورہ میں رہنے کے لئے بضد رہے اور خود کو مسجد نبوی میں محصور کر لیا لیکن انہیں سوتے میں گھیر کر گرفتار کر لیا گیا۔

Marfat.com

شہر میں نظم و نسق اور استحکام برقرار رکھنے کے بہانے (جو فاقہ کشی اور قحط کے باعث متزلزل تھا) فخری پاشا نے مدینہ منورہ کے باشندوں کو زبردستی شام، لبنان اور ترکی بھیجنا شروع کر دیا۔ اس عمل کے پسِ پشت یہ مقصد کارفرما تھا کہ وہ اپنی تمام تر توجہ فوج کی حالت سے نپٹنے پر مرکوز کرنا چاہتے تھے۔ وہ لوگوں کو زبردستی شہر بدر کرنے لگے اور شہر سے انخلاء کے لئے ایک مربوط و منظم مہم کا آغاز ہو گیا۔ لوگوں کو جبراً ریلوں میں ٹھونس ٹھونس کر روانہ کیا گیا۔ بگڑتی ہوئی غذائی صورت حال سے مجبور ہو کر لوگوں نے خود ہی شہر چھوڑنا شروع کر دیا تھا۔ بعض مشاہدین کا کہنا ہے کہ اس محاصرے کی وجہ سے اتنا ظلم و استبداد بڑھ گیا تھا کہ فاقہ زدہ لوگوں نے مجبوراً کتوں، بلیوں اور مردار جانوروں کا گوشت تک کھانا شروع کر دیا تھا۔ جن لوگوں کے قلوب خوفِ خداوندی سے عاری تھے انہوں نے مذکورہ غذا عام حلال کھانے کی طرح فروخت کرنا شروع کر دی تھی۔

عمر فخری پاشا۔ مدینہ منورہ کے ملٹری گورنر جو شہر چھوڑ دینے کے صریحاً حکم کے باوجود مدینہ منورہ میں رہنے کے لئے بضد رہے اور خود کو مسجد نبوی میں محصور کر لیا لیکن انہیں سوتے میں گھیر کر گرفتار کر لیا گیا۔

بعض لوگوں کو اشراف کے ساتھ ساز باز رکھنے کے الزام میں شہر بدر کیا گیا۔ تاہم ترکوں نے بے دخل کئے گئے لوگوں کے لئے کچھ رقوم مختص کر دی تھیں۔ ایسی مجموعی بے دخلی کے باعث بہت سے لوگوں کی جان گئی اور جو باقی بچے انہیں سخت آزمائش اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس محاصرہ سے لوگ اتنے خوفزدہ اور مجبور ہو گئے کہ اپنے مکان صرف ایک بوری اناج کے عوض فروخت کرنے لگے۔

ہم (راقم الحروف) اس وقت خوردسال بچے تھے اور میرے والدین محاصرہ کے شدت اختیار کرنے سے پہلے ہی ایک گروہ کے ساتھ شام کی طرف چلے گئے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میرے والد صاحب نے بڑی گراں قیمت پر کچھ اناج خریدنے کا انتظام کیا تھا۔ وہ اس اناج کو گھر کی چکی میں پیس کر آٹے کو ایسی جگہ چھپا دیتے تھے کہ مکان کی تلاشی کے دوران افسران کو اس کا پتہ نہ چل سکے۔

ترک حکومت نے حالت کو روز بروز بگڑتا دیکھ کر فری پاشا کو یہ حکم دیا کہ وہ شہر کی حفاظت کے لئے کچھ فوج متعین کر کے شام کی طرف چلے جائیں۔ مگر انہوں نے اس سے انکار کیا اور محصور شہر کے اندر رہ کر مسجد نبوی میں پناہ لے لی۔ ماہ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ (۱۹۱۸ء) میں جبکہ وہ سو رہے تھے بعض اعلیٰ افسران نے انہیں گھیر لیا اور گرفتار کر کے امیر علی ابن الحسین کی تحویل میں دے دیا۔ اس محاصرے کے نتیجے میں بہت سے ترک فوجی بھی بھوک اور بیماری کے باعث جاں بحق ہو گئے۔

مدینہ منورہ عہدِ ہاشمی میں

شعبان ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۵ء) میں حسین ابن علی، شریف مکہ مکرمہ نے ترکوں نے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس کے بعد الاتحاد الترقی" سوسائٹی وجود میں آئی جس کا مقصد سرزمین عرب کو ترکوں کے قبضے سے آزاد کرانا تھا اور عربوں کو ترکوں میں تبدیل کرنے کے ترکی منصوبے کو ناکام بنانا تھا۔ جس کے تحت وہ جبراً عربوں کو ترکی بھیج رہے تھے اور ان کی جگہ ترکوں کو عرب میں آباد کر رہے تھے۔ انقلاب عرب نے حجاز، شام، لبنان، اردن اور فلسطین میں بسنے والے ترکوں کو اس وقت تک پریشان رکھا جب تک وہ سرزمین عرب سے واپس نہ چلے گئے۔

پہلی عالمی جنگ میں انقلابیوں نے فتح حاصل کرنے کے لئے برطانیہ سے اتحاد کیا۔ اسوقت تک عربوں میں نہ تو اتنی سکت وطاقت تھی اور نہ ہی اتنا تجربہ تھا کہ ترکوں کو سرزمین عرب سے نکال سکتے۔ برطانیہ نے سرزمین عرب کو ترکوں سے خالی کرانے کا وعدہ کیا لیکن اتحادیوں کی جرمنی پر فتح کے بعد برطانیہ نے وعدہ خلافی کی اور اتحادیوں نے وعدہ کے برخلاف اُلٹا عرب کی زمین پر نو آبادیات قائم کرنا شروع کر دیں۔ اور ہر اتحادی قوت نے عرب علاقوں پر الگ الگ قبضہ کر کے ان کو اپنے زیر اقتدار لے لیا۔ چنانچہ عراق، شام، لبنان، اردن اور فلسطین نے یورپی اقوام کی نو آبادیات کی شکل اختیار کر لی۔ اسوقت مصر پہلے ہی سے برطانیہ کے زیر حکومت تھا اور لیبیا، تیونس اور الجزائر اطالوی اور فرانسیسی حکومتوں کے زیر نگیں تھے۔

Marfat.com

بعض لوگوں کو اشراف کے ساتھ ساز باز رکھنے کے الزام میں شہر بدر کیا گیا۔ تاہم ترکوں نے بے دخل کئے گئے لوگوں کے لئے کچھ رقوم مختص کر دی تھیں۔ ایسی مجموعی بے دخلی کے باعث بہت سے لوگوں کی جان گئی اور جو باقی بچے انہیں سخت آزمائش اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس محاصرہ سے لوگ اتنے خوفزدہ اور مجبور ہو گئے کہ اپنے مکان صرف ایک بوری اناج کے عوض فروخت کرنے لگے۔

ہم (راقم الحروف) اس وقت خوردسال بچے تھے اور میرے والدین محاصرہ کے شدت اختیار کرنے سے پہلے ہی ایک گروہ کے ساتھ شام کی طرف چلے گئے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میرے والد صاحب نے بڑی گراں قیمت پر کچھ اناج خریدنے کا انتظام کیا تھا۔ وہ اس اناج کو گھر کی چکی میں پیس کر آٹے کو ایسی جگہ چھپا دیتے تھے کہ مکان کی تلاشی کے دوران افسران کو اس کا پتہ نہ چل سکے۔

ترک حکومت نے حالت کو روز بروز بگڑتا دیکھ کر فخری پاشا کو یہ حکم دیا کہ وہ شہر کی حفاظت کے لئے کچھ فوج متعین کر کے شام کی طرف چلے جائیں۔ مگر انہوں نے اس سے انکار کیا اور محصور شہر کے اندر رہ کر مسجد نبوی میں پناہ لے لی۔ ماہ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ (۱۹۱۸ء) میں جبکہ وہ سو رہے تھے بعض اعلیٰ افسران نے انہیں گھیر لیا اور گرفتار کر کے امیر علی ابن الحسین کی تحویل میں دے دیا۔ اس محاصرے کے نتیجے میں بہت سے ترک فوجی بھی بھوک اور بیماری کے باعث جاں بحق ہو گئے۔

مدینہ منورہ عہدِ ہاشمی میں

شعبان ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۵ء) میں حسین ابن علی، شریف مکہ مکرمہ نے ترکوں نے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس کے بعد الاتحاد الترقی "سوسائٹی وجود میں آئی جس کا مقصد سرزمین عرب کو ترکوں کے قبضے سے آزاد کرنا تھا اور عربوں کو ترکوں میں تبدیل کرنے کے ترکی منصوبے کو ناکام بنانا تھا۔ جس کے تحت وہ جبراً عربوں کو ترکی بھیج رہے تھے اور ان کی جگہ ترکوں کو عرب میں آباد کر رہے تھے۔ انقلاب عرب نے حجاز، شام، لبنان، اردن اور فلسطین میں بسنے والے ترکوں کو اس وقت تک پریشان رکھا جب تک وہ سرزمین عرب سے واپس نہ چلے گئے۔

پہلی عالمی جنگ میں انقلابیوں نے فتح حاصل کرنے کے لئے برطانیہ سے اتحاد کیا۔ اسوقت تک عربوں میں نہ تو اتنی سکت وطاقت تھی اور نہ ہی اتنا تجربہ تھا کہ ترکوں کو سرزمین عرب سے نکال سکتے۔ برطانیہ نے سرزمین عرب کو ترکوں سے خالی کرانے کا وعدہ کیا لیکن اتحادیوں کی جرمنی پر فتح کے بعد برطانیہ نے وعدہ خلافی کی اور اتحادیوں نے وعدہ کے برخلاف اُلٹا عرب کی زمین پر نو آبادیات قائم کرنا شروع کر دیں۔ اور ہر اتحادی قوت نے عرب علاقوں پر الگ الگ قبضہ کر کے ان کو اپنے زیر اقتدار لے لیا۔ چنانچہ عراق، شام، لبنان، اردن اور فلسطین نے یورپی اقوام کی نو آبادیات کی شکل اختیار کر لی۔ اسوقت مصر پہلے ہی سے برطانیہ کے زیر حکومت تھا اور لیبیا، تیونس اور الجزائر اطالوی اور فرانسیسی حکومتوں کے زیر نگیں تھے۔

شہریوں کی واپسی

جن شہریوں نے محاصرہ کے دوران اپنے گھروں کو خیر باد کہا تھا اور پناہ گزینوں کی سی زندگی گزار رہے تھے ہاشمی حکومت نے ان شہریوں کی واپسی میں مدد کی اور انہیں ہر ماہ مالی امداد بھی بہم پہنچائی۔ اسطرح ان شہریوں کو کمزوری اور غربت کے باوجود ایک حیات نو حاصل ہوگئی۔ ترکی حکمرانوں کے آخری زمانے میں مدینہ منورہ کی کل آبادی ۸۰۰۰ تھی۔ پھر ۱۵۰۰۰ باشندے واپس آکر آباد ہوگئے۔ امیر علی ابن الحسین اسوقت تک مدینہ منورہ کے حاکم رہے جب تک جدہ میں ان کی بادشاہت کا اعلان نہیں ہوا۔ احمد ابن منصور مدینہ منورہ کے نائب امیر تھے۔ اشراف کی عملداری کے دوران شریف شحات جو اشراف بنی حسین میں سے تھے مدینہ منورہ میں قائم مقام کی حیثیت سے رہے۔

قلعۂ عسکریہ کی جائے وقوع کا نقشہ، جہاں مدینہ منورہ کے شہری مقید رکھے گئے تھے

Marfat.com

شہریوں کی واپسی

جن شہریوں نے محاصرہ کے دوران اپنے گھروں کو خیر باد کہا تھا اور پناہ گزینوں کی سی زندگی گزار رہے تھے ہاشمی حکومت نے ان شہریوں کی واپسی میں مدد کی اور انہیں ہر ماہ مالی امداد بھی بہم پہنچائی۔ اسطرح ان شہریوں کو کمزوری اور غربت کے باوجود ایک حیات نو حاصل ہو گئی۔ ترکی حکمرانوں کے آخری زمانے میں مدینہ منورہ کی کل آبادی ۸۰۰۰ تھی۔ پھر ۱۵۰۰۰ باشندے واپس آکر آباد ہوگئے۔ امیر علی ابن الحسین اسوقت تک مدینہ منورہ کے حاکم رہے جب تک جدہ میں ان کی بادشاہت کا اعلان نہیں ہوا۔ احمد ابن منصور مدینہ منورہ کے نائب امیر تھے۔ اشراف کی عملداری کے دوران شریف شحات جو اشراف بنی حسین میں سے تھے مدینہ منورہ میں قائم مقام کی حیثیت سے رہے۔

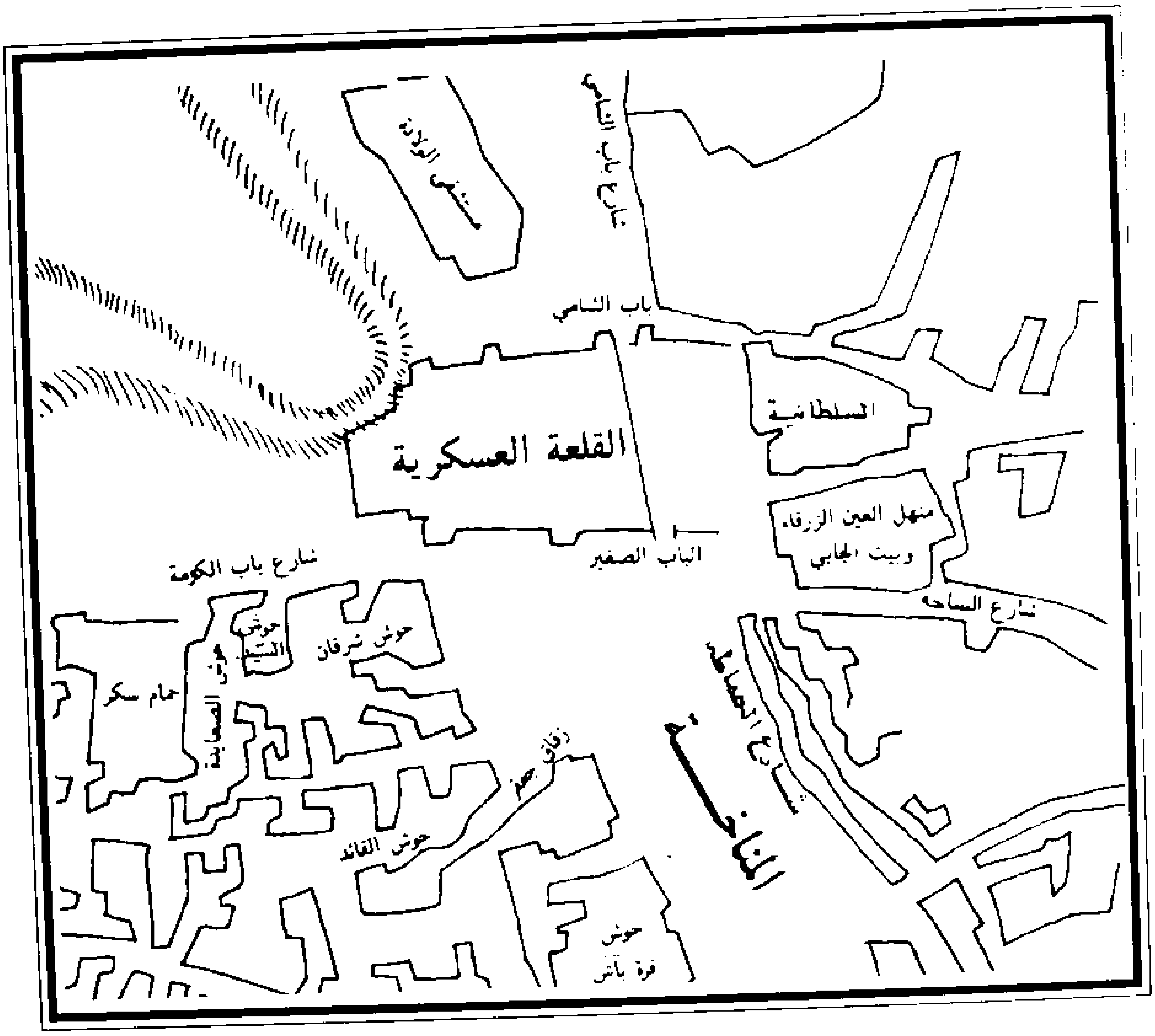

قلعۂ عسکریہ کی جائے وقوع کا نقشہ، جہاں مدینہ منورہ کے شہری مقید رکھے گئے تھے

۱۳۲۲ھ (۱۹۰۴ء) میں ترکی حکمرانوں کے زمانے میں دی گئی ایک پارٹی میں کھینچی گئی اس تصویر میں بائیں سے دائیں:-

۱- عبدالکریم برزنجی
۲- عبدالمدنی
۳- درویش مدنی
۴- عبداللہ اسعد
۵- قاضی مدینہ منورہ الترکی
۶- عثمان پاشا، مدینہ گورنر
۷- شیخ تاج الدین الیاس

(اس زمانے میں لوگ جبہ پہنتے تھے اور صافہ باندھتے تھے۔ میں اور میرے بھائی عثمان حافظ بھی یہی لباس پہنتے تھے۔)

Marfat.com

1 2 3 4 5 6 7

۱۳۲۲ھ (۱۹۰۴ء) میں ترکی حکمرانوں کے زمانے میں دی گئی ایک پارٹی میں کھینچی گئی اس تصویر میں بائیں سے دائیں:-

۱- عبدالکریم برزنجی

۲- عبدالمدنی

۳- درویش مدنی

۴- عبداللہ اسعد

۵- قاضی مدینہ منورہ الترکی

۶- عثمان پاشا، مدینہ گورنر

۷- شیخ تاج الدین الیاس

(اس زمانے میں لوگ جبہ پہنتے تھے اور صافہ باندھتے تھے۔ میں اور میرے بھائی عثمان حافظ بھی یہی لباس پہنتے تھے۔)

قلعہ مدینہ میں آتشزدگی

عثمانی ترکوں کے عہد میں مدینہ منورہ کے اندر متعدد قلعے تھے۔ خود مجھے بھی (راقم الحروف) ایک قلعہ مسجد قباء کے داہنی طرف شاہراہ قباء پر، دوسرا شاہراہ مدینہ پر عروہ میں یاد پڑتا ہے۔ تیسرا قلعہ جبل احد کے غرب میں تھا۔ ترکوں نے چوتھا قلعہ جبل سلع کی بلندی پر بھی تعمیر کیا تھا۔ ترکوں کے مدینہ منورہ میں بنائے ہوئے قلعوں میں جو سب سے بڑا، محفوظ اور قابل عبور قلعہ تھا اس میں ۱۳۳۸ھ (۱۹۱۹ء) میں بارود پھٹ جانے سے آگ لگ گئی تھی۔ یہ قلعہ سلطان سلیمان ابن سلیم کے دور حکومت میں دیوار مدینہ منورہ کی تعمیر کے زمانے میں ہی بنایا گیا تھا اس کا کل رقبہ ۱۵۰۰۰ مربع میٹر میں پھیلا ہوا تھا اور اسکو سنگ سیاہ اور چونے سے تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ ۹۳۷ھ (۱۵۳۳ء) میں بننا شروع ہوا تھا اور ۹۴۸ھ (۱۵۴۴ء) میں تکمیل کو پہنچا تھا۔

قلعہ کا جائے وقوع

یہ قلعہ مسجد نبوی کے مغرب میں اور باب شامی کے رہائشی مکانات کے جنوبی حصہ کی طرف جبل سلع کے جنوب مشرق میں واقع تھا۔ اس کے دروازے سے متصل ایک مسجد بنائی گئی تھی۔ اس قلعہ کے اندر افسروں اور فوجیوں کے رہنے کے لئے بیرک بنے ہوئے تھے۔ ایک اسلحہ خانہ ایک قید خانہ اور ایک عدالت تھی جس میں ترکی گورنر روزانہ شہری وانتظامی امور پر غور کرتے تھے۔ دھماکے کے وقت اس قلعہ میں گولہ بارود بھرا ہوا تھا۔

دھماکہ اور آتشزدگی

۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ (۱۹۱۹ء) کو اتوار کے دن سہ پہر کے وقت شہر کا عام سکوت ایک شدید دھماکہ کے باعث اچانک ٹوٹ گیا جس کے نتیجے میں قریبی علاقوں میں وسیع پیمانے پر نقصان اور بربادی ہوئی۔ شام کو دیر تک اسلحہ پھٹنے سے دھماکے ہوتے رہے اور مکانات منہدم ہوجانے کے باعث لوگ اپنے ٹھکانوں کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ دوسرے دن بھی اسی وقت دھماکوں کی آوازیں سنی گئیں اور قلعے کے اندر آگ لگ گئی جس نے قریبی علاقے کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اگلے دن تک دھماکوں اور تباہی کا سلسلہ جاری رہا۔ تیسرے دن بھی دھماکے سنے گئے مگر وہ پہلے دھماکوں کے مقابلے میں زیادہ شدید اور نقصان رساں نہیں تھے۔ ان دھماکوں سے باب الکومہ، حوش سرقان، حوش العبید اور مناخہ ریرو کے قریب مکانات کو زیادہ نقصان پہنچا۔ ان میں ذیاب ناصر، الحکیم، المفتی، الرفاعی اور علوی سقاف کے مکانات بالکل منہدم ہوگئے تھے۔

Marfat.com

قلعہ مدینہ میں آتشزدگی

عثمانی ترکوں کے عہد میں مدینہ منورہ کے اندر متعدد قلعے تھے۔ خود مجھے بھی (راقم الحروف) ایک قلعہ مسجد قباء کے داہنی طرف شاہراہ قباء پر، دوسرا شاہراہ مدینہ پر عروہ میں یاد پڑتا ہے۔ تیسرا قلعہ جبل احد کے غرب میں تھا۔ ترکوں نے چوتھا قلعہ جبل سلع کی بلندی پر بھی تعمیر کیا تھا۔ ترکوں کے مدینہ منورہ میں بنائے ہوئے قلعوں میں جو سب سے بڑا، محفوظ اور ناقابل عبور قلعہ تھا اس میں ۱۳۳۸ھ (۱۹۱۹ء) میں بارود پھٹ جانے سے آگ لگ گئی تھی۔ یہ قلعہ سلطان سلیمان ابن سلیم کے دور حکومت میں دیوار مدینہ منورہ کی تعمیر کے زمانے میں ہی بنایا گیا تھا اس کا کل رقبہ ۱۵۰۰۰ مربع میٹر میں پھیلا ہوا تھا اور اسکو سنگ سیاہ اور چونے سے تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ ۹۳۷ھ (۱۵۳۳ء) میں بننا شروع ہوا تھا اور ۹۴۸ھ (۱۵۴۴ء) میں تکمیل کو پہنچا تھا۔

قلعہ کا جائے وقوع

یہ قلعہ مسجد نبوی کے مغرب میں اور باب شامی کے رہائشی مکانات کے جنوبی حصہ کی طرف جبل سلع کے جنوب مشرق میں واقع تھا۔ اس کے دروازے سے متصل ایک مسجد بنائی گئی تھی۔ اس قلعہ کے اندر افسروں اور فوجیوں کے رہنے کے لئے بیرک بنے ہوئے تھے۔ ایک اسلحہ خانہ ایک قید خانہ اور ایک عدالت تھی جس میں ترکی گورنر روزانہ شہری وانتظامی امور پر غور کرتے تھے۔ دھماکے کے وقت اس قلعہ میں گولہ بارود بھرا ہوا تھا۔

دھماکہ اور آتشزدگی

۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ (۱۹۱۹ء) کو اتوار کے دن سہ پہر کے وقت شہر کا عام سکوت ایک شدید دھماکہ کے باعث اچانک ٹوٹ گیا جس کے نتیجے میں قریبی علاقوں میں وسیع پیمانے پر نقصان اور بربادی ہوئی۔ شام کو دیر تک اسلحہ پھٹنے سے دھماکے ہوتے رہے اور مکانات منہدم ہوجانے کے باعث لوگ اپنے ٹھکانوں کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ دوسرے دن بھی اسی وقت دھماکوں کی آوازیں سنی گئیں اور قلعے کے اندر آگ لگ گئی جس نے قریبی علاقے کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اگلے دن تک دھماکوں اور تباہی کا سلسلہ جاری رہا۔ تیسرے دن بھی دھماکے سنے گئے مگر وہ پہلے دھماکوں کے مقابلے میں زیادہ شدید اور نقصان رساں نہیں تھے۔ ان دھماکوں سے باب الکومہ، حوش سرقان، حوش العبید اور مناخہ ریرو کے قریب مکانات کو زیادہ نقصان پہنچا۔ ان میں ذیاب ناصر، الحکیم، المفتی، الرفاعی اور علوی سقاف کے مکانات بالکل منہدم ہوگئے تھے۔

دھماکوں کا سبب

اس سلسلے میں متعدد افسروں پر بڑی تعداد میں اسلحہ اور گولہ بارود اکھٹا کرنے اور قلعہ کو اڑا دینے کی سازش کے الزامات لگائے گئے۔ ان پر مقدمہ چلایا گیا لیکن اس بات کا ثبوت نہ مل سکا کہ حقیقتاً ان دھماکوں میں براہ راست کونسا افسر ملوث تھا۔ فوجی اور تکنیکی نقطۂ نظر سے چونکہ اسلحہ اور گولہ بارود کو ایک طویل مدت تک سخت گرم وخشک موسم میں ذخیرہ کرکے رکھا گیا تھا اسلئے اسکا پھٹ جانا ممکن تھا۔ ترکوں نے قلعہ کے اندر اسلحہ خانے تعمیر کرتے وقت ایسی سرنگیں بنائی تھیں جن میں پائپ لگے ہوئے تھے اور جن کے ذریعے ذخیروں میں ہوا کا گزر ہوتا تھا۔ جب اشراف کو اقتدار حاصل ہوا تو انہوں نے ذخیروں میں ہوا کے گزر پر توجہ نہ دی اور نتیجہ یہ ہوا کہ موسم گرما کی شدید گرمی میں ذخائر نے خود بخود آگ پکڑلی اور پھٹ پڑے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ متواتر تین دن تک شام ہی کے وقت یہ دھماکے رونما ہوئے۔ میرے خیال میں شدید گرمی ہی ان دھماکوں کا سبب تھی۔ یہی نظریہ ڈاکٹر انور عشقی کا بھی ہے جو خود ایک فوجی ہونے کی حیثیت سے ان معاملات میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔

گرمیوں کے موسم میں مدینہ منورہ کے باشندے عام طور پر اپنے مکانوں کے تہہ خانوں میں رہنے کے عادی تھے جو نسبتاً اوپر کے حصوں سے زیادہ آرام دہ اور ٹھنڈے ہوتے تھے۔ اگر یہ دھماکے رات کے ایسے وقت ہوتے جب اکثر لوگ بالائی منزل میں قیام کرتے ہیں تو عظیم جانی نقصان ہوتا۔

دھماکوں سے نقصانات

اہل مدینہ منورہ کو ان دھماکوں سے عظیم نقصانات پہنچے جن میں مالی اور جانی دونوں خسارے شامل تھے۔ اس کے علاوہ لوگوں کے دل ودماغ پر نفسیاتی اثر اور صدمہ بھی بہت ہوا۔ بہت سے مکانات منہدم ہوگئے جس کی مالیت کا اندازہ بھی کوئی نہیں لگا سکا۔ کئی آدمی ملبے کے نیچے دب کر مرگئے۔ دب کر مرنے والوں میں پانچ افراد کی تصدیق ہوگئی تھی۔ باقی اموات کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا تھا۔ گھر سے بھاگ کر بچ جانے والوں میں سے ایک الحاج محمد المغربی تھے جنہوں نے مسجد نبوی میں پناہ لی تھی۔ لیکن بعد میں ایک کھڑکی ان کے اوپر گرجانے سے ان کی موت واقع ہوگئی تھی۔ اس حادثہ سے لوگوں کے دلوں میں جو خوف وہراس پیدا ہوگیا تھا اس کے اثرات مدت تک زائل نہیں ہوئے۔

مدینہ منورہ سعودی عہد میں

اشراف کی حکومت زیادہ دنوں نہ چل سکی اور شاہ حسین ابن علی اور ملک عبد العزیز آل سعود کے درمیان دعویٰ ملکیت سے متعلق ایک تنازع پیدا ہوگیا۔ متنازعہ علاقے کے اندر دو گاؤں خرمہ اور تربہ واقع تھے۔ عہد اشراف میں خالد ابن لوئی نے ان دونوں گاؤں کو سعودی حکومت میں شامل کردیا۔ ان دونوں حکمرانوں کے درمیان اس کے بارے میں کوئی معاہدہ بھی نہیں ہوا تھا۔ شاہ حسین نے گفت وشنید کے بعد جس طریقے سے اہل نجد کو حج کرنے سے روک دیا تھا اس سے

Marfat.com

دھماکوں کا سبب

اس سلسلے میں متعدد افسروں پر بڑی تعداد میں اسلحہ اور گولہ بارود اکھٹا کرنے اور قلعہ کو اڑا دینے کی سازش کے الزامات لگائے گئے۔ ان پر مقدمہ چلایا گیا لیکن اس بات کا ثبوت نہ مل سکا کہ حقیقتاً ان دھماکوں میں براہ راست کونسا افسر ملوث تھا۔ فوجی اور تکنیکی نقطہ نظر سے چونکہ اسلحہ اور گولہ بارود کو ایک طویل مدت تک سخت گرم وخشک موسم میں ذخیرہ کرکے رکھا گیا تھا اسلئے اسکا پھٹ جانا ممکن تھا۔ ترکوں نے قلعہ کے اندر اسلحہ خانے تعمیر کرتے وقت ایسی سرنگیں بنائی تھیں جن میں پائپ لگے ہوئے تھے اور جن کے ذریعے ذخیروں میں ہوا کا گزر ہوتا تھا۔ جب اشراف کو اقتدار حاصل ہوا تو انہوں نے ذخیروں میں ہوا کے گزر پر توجہ نہ دی اور نتیجہ یہ ہوا کہ موسم گرما کی شدید گرمی میں ذخائر نے خود بخود آگ پکڑلی اور پھٹ پڑے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ متواتر تین دن تک شام ہی کے وقت یہ دھماکے رونما ہوئے۔ میرے خیال میں شدید گرمی ہی ان دھماکوں کا سبب تھی۔ یہی نظریہ ڈاکٹر انور عشقی کا بھی ہے جو خود ایک فوجی ہونے کی حیثیت سے ان معاملات میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔

گرمیوں کے موسم میں مدینہ منورہ کے باشندے عام طور پر اپنے مکانوں کے تہہ خانوں میں رہنے کے عادی تھے جو نسبتاً اوپر کے حصوں سے زیادہ آرام دہ اور ٹھنڈے ہوتے تھے۔ اگر یہ دھماکے رات کے ایسے وقت ہوتے جب اکثر لوگ بالائی منزل میں قیام کرتے ہیں تو عظیم جانی نقصان ہوتا۔

دھماکوں سے نقصانات

اہل مدینہ منورہ کو ان دھماکوں سے عظیم نقصانات پہنچے جن میں مالی اور جانی دونوں خسارے شامل تھے۔ اس کے علاوہ لوگوں کے دل ودماغ پر نفسیاتی اثر اور صدمہ بھی بہت ہوا۔ بہت سے مکانات منہدم ہوگئے جس کی مالیت کا اندازہ بھی کوئی نہیں لگا سکا۔ کئی آدمی ملبے کے نیچے دب کر مر گئے۔ دب کر مرنے والوں میں پانچ افراد کی تصدیق ہوگئی تھی۔ باقی اموات کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا تھا۔ گھر سے بھاگ کر بچ جانے والوں میں سے ایک الحاج محمد المغربی تھے جنہوں نے مسجد نبوی میں پناہ لی تھی۔ لیکن بعد میں ایک کھڑکی ان کے اوپر گرجانے سے ان کی موت واقع ہوگئی تھی۔ اس حادثہ سے لوگوں کے دلوں میں جو خوف وہراس پیدا ہوگیا تھا اس کے اثرات مدت تک زائل نہیں ہوئے۔

مدینہ منورہ سعودی عہد میں

اشراف کی حکومت زیادہ دنوں نہ چل سکی اور شاہ حسین ابن علی اور ملک عبد العزیز آل سعود کے درمیان دعویٰ ملکیت سے متعلق ایک تنازع پیدا ہوگیا۔ متنازعہ علاقے کے اندر دو گاؤں خرمہ اور تربہ واقع تھے۔ عہد اشراف میں خالد ابن لوئی نے ان دونوں گاؤں کو سعودی حکومت میں شامل کردیا۔ ان دونوں حکمرانوں کے درمیان اس کے بارے میں کوئی معاہدہ بھی نہیں ہوا تھا۔ شاہ حسین نے گفت وشنید کے بعد جس طریقے سے اہل نجد کو حج کرنے سے روک دیا تھا اس سے

ملک عبد العزیز ناراض تھے۔ انہوں نے حجاز کی طرف بڑھکر اس علاقے پر فتح حاصل کرلی۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۴ء) کو مکہ میں اور ۴ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۵ء) کو جدہ میں ملک عبد العزیز کے آگے ہتھیار ڈالدیئے گئے۔

مدینہ منورہ میں ہتھیار ڈلوانے سے قبل جن افواج نے شہر کا محاصرہ کررکھا تھا ان کی قیادت الدویش کررہے تھے جنہوں نے جنوبی حصے کو گھیر لیا تھا، دوسرے النشی جنہوں نے شمالی حصے کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ جب مدینہ منورہ کے محاصرے نے شدت اختیار کرلی تو وہاں کے باشندوں نے شیخ مصطفیٰ عبد العال اور شیخ ذیاب ناصر پر مشتمل ایک وفد ریاض کو روانہ کیا جس نے شاہ عبد العزیز سے ملاقات کی اور اہل مدینہ منورہ کا یہ پیغام پہنچایا کہ وہ ان کے ایک لڑکے کے حق میں دستبردار ہونے کے لئے راضی ہیں۔ شاہ نے اپنے لڑکے شہزادہ محمد کو امیر مدینہ منورہ، الشریف احمد ابن منصور اور فوجی کمانڈر عبد المجید پاشا کے پاس مدینہ منورہ بھیجا تاکہ وہ مدینہ منورہ کا اقتدار انہیں سونپ دیں۔ ۱۹ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۵ء) کو اس سلسلے میں ایک تقریب عمل میں آئی اور شہر میں امن قائم ہونے کے بعد شہزادہ محمد، ریاض واپس آگئے۔ وہ امیر مدینہ منورہ کے عہدے پر فائز رہے اور انتظامی امور کے لئے مدینہ منورہ میں انہوں نے اپنے نائبین مقرر کردیئے۔ (مدینہ منورہ کے گورنروں کی تاریخ وار ترتیب اور ان کی تصاویر باب نمبر ۱۳ میں شامل ہیں)۔

مدینہ منورہ میں علمائے اسلام

مدینہ منورہ نے اسلامی تعلیمات اور فقہ اسلامی کا منبع ومصدر ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے جید علماء پیدا کئے ہیں۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم مدینہ منورہ کے استاذ اکبر اور معلم اول تھے اور آپ کے انصار ومہاجرین اصحاب آپ کے سچے معتقد، مخلص پیرو اور ارشد تلامذہ میں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ مبارک سے فارغ ہونے والوں میں کثیر تعداد صاحب تقویٰ اور فاضل مردوں وعورتوں کی تھی۔ ہر متبع کتاب وسنت عالم اس مدرسہ کا طالب علم تصور کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی شمع تھے جس کی روشنی نے مدینہ منورہ کو علم وفضل اور رشد وہدایت کے نور سے منور کردیا۔ اس نور کی شعاعوں نے نہ صرف پورے جزیرہ نمائے عرب کو روشن کیا بلکہ سارا عالم اس روشنی سے جگمگا اٹھا۔ یہ نور ابھی تک ثابت وقائم ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ بفضل تعالیٰ روئے زمین پر کوئی طاقت اسے زائل نہ کرسکے گی۔

رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے اولین تلامذہ میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے جن کو آنحضرت نے ہجرت سے قبل مدینہ منورہ کے باشندوں کو دین کے اصولوں کی تعلیم دینے کے لئے بھیجا تھا۔ اُن کے علاوہ ابوبکر صدیقؓ، عمر ابن الخطابؓ، عثمان ابن عفانؓ، علی ابن ابو طالبؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ، عبد اللہ بن سلامؓ، ابوہریرہؓ، ابوذر غفاریؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عائشہ بنت ابوبکر صدیقؓ، حفصہ بنت عمر ابن الخطابؓ اور بہت سے دیگر بڑے علماء بھی اسی جماعت تلامذہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے بعد دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں اور چھٹے گروہ سے تعلق رکھنے والے علماء میں عروہ ابن زبیرؓ، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ، علی بن عبد اللہ بن عباسؓ، محمد بن علی بن الحسینؓ، عامر بن عبد اللہ بن زبیرؓ، سعید بن المسیبؓ، محمد ابن شہاب زہریؓ، محمد بن المکندرؓ، جعفر الصادقؓ، محمد بن عبد الرحمٰن بن المغیرہؓ، مالک بن انسؓ، (موسس مکتبہ مالکی) سر فہرست ہیں۔ ان میں امام مالکؓ نے اندلس اور مغرب میں اپنے مکتبہ فکر کی اشاعت کی جہاں آپ کے بہت سے پیروکار تھے۔ امام مالکؓ نے مدینہ منورہ میں

Marfat.com

ملک عبد العزیز ناراض تھے۔ انہوں نے حجاز کی طرف بڑھکر اس علاقے پر فتح حاصل کرلی۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۴ء) کو مکہ میں اور ۴ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۵ء) کو جدہ میں ملک عبد العزیز کے آگے ہتھیار ڈالدیئے گئے۔

مدینہ منورہ میں ہتھیار ڈلوانے سے قبل جن افواج نے شہر کا محاصرہ کررکھا تھا ان کی قیادت الدویش کررہے تھے جنہوں نے جنوبی حصے کو گھیر لیا تھا، دوسرے النشمی جنہوں نے شمالی حصے کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ جب مدینہ منورہ کے محاصرے نے شدت اختیار کرلی تو وہاں کے باشندوں نے شیخ مصطفیٰ عبد العال اور شیخ ذیاب ناصر پر مشتمل ایک وفد ریاض کو روانہ کیا جس نے شاہ عبد العزیز سے ملاقات کی اور اہل مدینہ منورہ کا یہ پیغام پہنچایا کہ وہ ان کے ایک لڑکے کے حق میں دستبردار ہونے کے لئے راضی ہیں۔ شاہ نے اپنے لڑکے شہزادہ محمد کو امیر مدینہ منورہ، الشریف احمد ابن منصور اور فوجی کمانڈر عبد المجید پاشا کے پاس مدینہ منورہ بھیجا تاکہ وہ مدینہ منورہ کا اقتدار انہیں سونپ دیں۔ ۱۹ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۵ء) کو اس سلسلے میں ایک تقریب عمل میں آئی اور شہر میں امن قائم ہونے کے بعد شہزادہ محمد، ریاض واپس آگئے۔ وہ امیر مدینہ منورہ کے عہدے پر فائز رہے اور انتظامی امور کے لئے مدینہ منورہ میں انہوں نے اپنے نائبین مقرر کردیئے۔ (مدینہ منورہ کے گورنروں کی تاریخ وار ترتیب اور ان کی تصاویر باب نمبر ۱۳ میں شامل ہیں)۔

مدینہ منورہ میں علمائے اسلام

مدینہ منورہ نے اسلامی تعلیمات اور فقہ اسلامی کا منبع ومصدر ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے جید علماء پیدا کئے ہیں۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم مدینہ منورہ کے استاذ اکبر اور معلم اوّل تھے اور آپ کے انصار ومہاجرین اصحاب آپ کے سچے معتقد، مخلص پیرو اور ارشد تلامذہ میں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ مبارک سے فارغ ہونے والوں میں کثیر تعداد صاحب تقویٰ اور فاضل مردوں وعورتوں کی تھی۔ ہر متبع کتاب وسنت عالم اس مدرسہ کا طالب علم تصور کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی شمع تھے جس کی روشنی نے مدینہ منورہ کو علم وفضل اور رشد وہدایت کے نور سے منور کردیا۔ اس نور کی شعاعوں نے نہ صرف پورے جزیرہ نمائے عرب کو روشن کیا بلکہ سارا عالم اس روشنی سے جگمگا اٹھا۔ یہ نور ابھی تک ثابت وقائم ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ بفضل تعالیٰ روئے زمین پر کوئی طاقت اسے زائل نہ کرسکے گی۔

رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے اولین تلامذہ میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے جن کو آنحضرت نے ہجرت سے قبل مدینہ منورہ کے باشندوں کو دین کے اصولوں کی تعلیم دینے کے لئے بھیجا تھا۔ اُن کے علاوہ ابوبکر صدیقؓ، عمر ابن الخطابؓ، عثمان ابن عفانؓ، علی ابن ابو طالبؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ، عبد اللہ بن سلامؓ، ابوہریرہؓ، ابوذر غفاریؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عائشہ بنت ابوبکر صدیقؓ، حفصہ بنت عمر ابن الخطابؓ اور بہت سے دیگر بڑے علماء بھی اسی جماعت تلامذہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے بعد دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں اور چھٹے گروہ سے تعلق رکھنے والے علماء میں عروہ ابن زبیرؓ، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ، علی بن عبد اللہ بن عباسؓ، محمد بن علی بن الحسینؓ، عامر بن عبد اللہ بن زبیرؓ، سعید بن المسیبؓ، محمد ابن شہاب زہریؓ، محمد بن المکندرؓ، جعفر الصادقؓ، محمد بن عبد الرحمن بن المغیرہؓ، مالک بن انسؓ، (موسس مکتبہ مالکی) سرفہرست ہیں۔ ان میں امام مالکؓ نے اندلس اور مغرب میں اپنے مکتبہ فکر کی اشاعت کی جہاں آپ کے بہت سے پیروکار تھے۔ امام مالکؓ نے مدینہ منورہ میں

تحصیل علم کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور فریضۂ حج کی ادائیگی کے سوا تمام عمر کبھی مدینہ منورہ سے باہر قدم نہیں رکھا۔ آپ ۹۴ھ (۷۱۴ء) میں مدینہ منورہ سے جانب شمال ایک مقام ذی المروہ میں متولد ہوئے اور ۱۷۹ھ (۷۹۴ء) میں وفات پا کر جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ امام شافعیؒ آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حیات مبارکہ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے اندر اشاعت اسلام کا جذبہ پیدا کرنے کی جدوجہد میں گزری۔ آپ کے متبعین نے آپ کے پیغام عالی کو عام کرنے کے لئے دور دراز ملکوں کا سفر کیا اور گہری عقیدت وخلوص نیت کیساتھ اشاعت اسلام اور اسکی بقاء واستحکام کے لئے کوششیں کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

تاریخ شاہد ہے کہ مدینہ منورہ کی مقدس سرزمین سے بڑے بڑے علماء، فضلاء اور مبلغین پیدا ہوئے جن کے سرچشمۂ علم سے اہل مدینہ منورہ فیضیاب ہوئے ہیں۔ مسجد نبوی ایک ایسی عظیم جامعۂ اسلامیہ رہی ہے جس میں دنیا کے کونے کونے سے طلباء آئے اور انہوں نے شریعت اسلامی کی رو سے زندگی کے ادق مسائل پر غور وفکر، محاکمہ ومباحثہ اور ان کا تحلیل و تجزیہ کر کے ان کا حل پیش کیا۔ علماء کی قیام گاہیں کالجوں کی شکل اختیار کر گئیں جہاں طلباء کی جماعتیں ابن ہرمزؒ اور ابن شہابؒ کی تقاریر سننے کے لئے اکھٹی ہوتی تھیں۔ خود امام مالکؒ ابن ہرمزؒ کی جماعت میں شرکت کی غرض سے رات گئے تک ٹھہرتے تھے۔ طلباء کی بڑی بڑی جماعتیں جماعت شروع ہونے کی انتظار میں باہر کھڑی رہتی تھیں۔ امام مالکؒ اسوقت تک کوئی فتویٰ جاری نہیں کرتے تھے جبتک ۷۰ علماء اس کے لئے سفارش نہ کردیتے تھے۔

ابن شہابؒ ایک ممتاز عالم تھے۔ جنہوں نے تدوین حدیث کے اصول وضع کئے۔ مدینہ منورہ کے اکثر علماء نے دیار وامصار اسلامیہ میں پھیل کر لوگوں میں دین کا شعور پیدا کرنے اور گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ اس جامعہ اسلامیہ نے علماء کے علاوہ بڑے بڑے قاضی، واعظ، قائد، مصلح اور سیاست داں بھی پیدا کئے جنہوں نے حکومت اسلامیہ کے لئے قواعد مرتب کر کے اسلامی تہذیب وتمدن کی بنیادوں کو استحکام بخشا۔ اسی جامعہ سے بڑے بڑے عالی دماغ ادباء وفضلاء بھی نکلے، جنہوں نے ضخیم کتابیں تصنیف کیں اور اپنی تحقیقی کاوشوں کے ذریعہ اسرار کائنات کو بے نقاب کرنے میں کامیاب ہوئے اس جامعہ کی بدولت ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جس پر دشمنِ اسلام رشک کرنے لگے۔

گزشتہ تیرہ صدیوں کے دوران ترقی کی منازل میں رکاوٹوں کے باوجود مدینہ منورہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے مرکز علم کی حیثیت سے اپنا امتیاز باقی رکھا ہے۔ اسوقت بھی یہ علم وفضل کا ایک عظیم منبع ومرکز ہے۔ مسجد نبوی کے فیوض علمیہ آج بھی جاری وساری ہیں۔ آج بھی دنیا کے مختلف ممالک سے طلباء کھنچ کھنچ کر مسجد نبوی کی طرف آتے ہیں اور دینیات، عربی، ریاضی، تاریخ، علم فلکیات اور دیگر شعبہ ہائے علوم کا مطالعہ کرتے ہیں ہم (راقم الحروف) جب اسکول میں زیر تعلیم تھے تو مذکورہ علوم بیس جماعتوں میں پڑھائے جاتے تھے ان علوم کو ممتاز علماء پڑھاتے تھے۔ بعد نماز فجر کلاس شروع ہوجاتیں اور عشاء کی نماز کے بعد دیر تک جاری رہتی تھیں۔

محمد سعید دفتردار نے مدینہ منورہ کے علماء وفضلاء کا ایک تذکرہ بھی لکھا ہے جن میں خاص خاص نام درج ذیل ہیں۔

عبد الجلیل برادہ، عبد المحسن اسعد، انور عشقی، حسن اسکوبی، محمد العمری، احمد برزنجی، ابراہیم بری، زکی برزنی، فالح الظاہری، محمد زاہد عمر زاہد، یحییٰ دفتردار، عثمان بن عبد السلام داغستانی، محمد منتظر الطرابزوی، ابراہیم اسکوبی، محمد مدنی، محمد طیب انصاری، عبد الحیّ ابو خضیر، رشید احمد، عبد الرحمٰن افریقی، محمد علی ترکی، عمر بری، عبد القادر شبلی، محمد محمود

Marfat.com

تحصیل علم کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور فریضۂ حج کی ادائیگی کے سوا تمام عمر کبھی مدینہ منورہ سے باہر قدم نہیں رکھا۔ آپ ۹۳ھ (۷۱۴ء) میں مدینہ منورہ سے جانب شمال ایک مقام ذی المروہ میں متولد ہوئے اور ۱۷۶ھ (۷۹۴ء) میں وفات پا کر جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ امام شافعیؒ آپکے تلامذہ میں سے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حیات مبارکہ مسلمانوں کی تعلیم وتربیت اور ان کے اندر اشاعت اسلام کا جذبہ پیدا کرنے کی جدوجہد میں گزری۔ آپ کے متبعین نے آپ کے پیغام عالی کو عام کرنے کے لئے دور دراز ملکوں کا سفر کیا اور گہری عقیدت وخلوص نیت کیساتھ اشاعت اسلام اور اسکی بقاء واستحکام کے لئے کوششیں کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

تاریخ شاہد ہے کہ مدینہ منورہ کی مقدس سرزمین سے بڑے بڑے علماء، فضلاً اور مبلغین پیدا ہوئے جن کے سرچشمۂ علم سے اہل مدینہ منورہ فیضیاب ہوئے ہیں۔ مسجد نبوی ایک ایسی عظیم جامعۂ اسلامیہ رہی ہے جس میں دنیا کے کونے کونے سے طلباء آئے اور انہوں نے شریعت اسلامی کی رو سے زندگی کے ادق مسائل پر غوروفکر، محاکمہ ومباحثہ اور ان کا تحلیل وتجزیہ کرکے ان کا حل پیش کیا۔ علماء کی قیام گاہیں کالجوں کی شکل اختیار کر گئیں جہاں طلباء کی جماعتیں ابن ہرمزؒ اور ابن شہابؒ کی تقاریر سننے کے لئے اکھٹی ہوتی تھیں۔ خود امام مالکؒ ابن ہرمزؒ کی جماعت میں شرکت کی غرض سے رات گئے تک ٹھہرتے تھے۔ طلباء کی بڑی بڑی جماعتیں جماعت شروع ہونے کی انتظار میں باہر کھڑی رہتی تھیں۔ امام مالکؒ اسوقت تک کوئی فتویٰ جاری نہیں کرتے تھے جبتک ۷۰ علماء اس کے لئے سفارش نہ کردیتے تھے۔

ابن شہابؒ ایک ممتاز عالم تھے۔ جنہوں نے تدوین حدیث کے اصول وضع کئے۔ مدینہ منورہ کے اکثر علماء نے دیار وامصار اسلامیہ میں پھیل کر لوگوں میں دین کا شعور پیدا کرنے اور گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ اس جامعہ اسلامیہ نے علماء کے علاوہ بڑے بڑے قاضی، واعظ، قائد، مصلح اور سیاست داں بھی پیدا کئے جنہوں نے حکومت اسلامیہ کے لئے قواعد مرتب کرکے اسلامی تہذیب وتمدن کی بنیادوں کو استحکام بخشا۔ اسی جامعہ سے بڑے بڑے عالی دماغ ادباً وفضلاً بھی نکلے، جنہوں نے ضخیم کتابیں تصنیف کیں اور اپنی تحقیقی کاوشوں کے ذریعہ اسرار کائنات کو بے نقاب کرنے میں کامیاب ہوئے اس جامعہ کی بدولت ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جس پر دشمن اسلام رشک کرنے لگے۔

گزشتہ تیرہ صدیوں کے دوران ترقی کی منازل میں رکاوٹوں کے باوجود مدینہ منورہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے مرکز علم کی حیثیت سے اپنا امتیاز باقی رکھا ہے۔ اسوقت بھی یہ علم وفضل کا ایک عظیم منبع ومرکز ہے۔ مسجد نبوی کے فیوض علمیہ آج بھی جاری وساری ہیں۔ آج بھی دنیا کے مختلف ممالک سے طلباء کھنچ کھنچ کر مسجد نبوی کی طرف آتے ہیں اور دینیات، عربی، ریاضی، تاریخ، علم فلکیات اور دیگر شعبہ ہائے علوم کا مطالعہ کرتے ہیں ہم (راقم الحروف) جب اسکول میں زیر تعلیم تھے تو مذکورہ علوم بیس جماعتوں میں پڑھائے جاتے تھے ان علوم کو ممتاز علماء پڑھاتے تھے۔ بعد نماز فجر کلاس شروع ہوجاتیں اور عشاء کی نماز کے بعد دیر تک جاری رہتی تھیں۔

محمد سعید دفتر دار نے مدینہ منورہ کے علماء وفضلاء کا ایک تذکرہ بھی لکھا ہے جن میں خاص خاص نام درج ذیل ہیں۔

عبد الجلیل برادہ، عبد المحسن اسعد، انور عشقی، حسن اسکوبی، محمد العربی، احمد برزنجی، ابراہیم بری، زکی برزنی، فلح الظاہری، محمد زاہد عمر زاہد، یحییٰ دفتر دار، عثمان بن عبد السلام داغستانی، محمد منتظ اللہ ابزوی، ابراہیم اسکوبی، محمد مدنی، محمد طیب انصاری، عبد الحیٔ ابو خضیر، رشید احمد، عبد الرحمٰن افریقی، محمد علی ترکی، عمر بری، عبد القادر شبلی، محمد محمود

ترکی الشنقیطی، محمد خضر الشنقیطی، عبد الروف عبد الباقی، ملاسفر، محمود شویل، عبد الباقی ایوبی، الفاہاشم، حسن الشاعر، سعید صدیق، محمد العایش، یٰسین خیاری، حبیب الرحمٰن، محمد العربی، احمد صقر، محمد صقر، حمزہ ملا، حمیدہ الطیب، جعفر ہاشم، محمد صادق، حسین احمد، احمد الفیض آبادی، محمد الزغیبی، ابراہیم الکورانی، عمر کردی، احمد عباس، احمد شمس، جعفر الکتابی، عمر حمدان، عبد الحق، رفاقت علی۔

محمد سعید دفتردار نے مدینہ منورہ کے ۳۰۴ اکابر علماء کا تذکرہ کیا ہے۔ مزید ۲۵۰ علماء کی سوانح حیات ابھی ان کے زیر ترتیب ہے۔ وہ اب تک ۵۷ علماء کی سوانح حیات اخبار "المدینہ" میں اور دس علماء کی "المنہل" اور دوسرے اخباروں میں شائع کرا چکے ہیں۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد پرائمری اور سیکنڈری اسکولوں اور یونیورسٹیوں کے وجود میں آنے کے بعد جامعۂ مسجد نبوی کی تعلیم وتدریس میں انحطاط پیدا ہو گیا۔

دینی تعلیم کے طلباء میں کمی کو دور کرنے کے لئے حکومت نے مدینہ منورہ میں ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کی ہے۔ جس میں مختلف ممالک کے طلباء کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ ایک دوسری اسلامی یونیورسٹی ریاض میں بھی قائم کی گئی ہے۔ مملکت سعودی عربیہ کے مختلف علاقوں میں متعدد مذہبی ادارے کھولے گئے ہیں جہاں تعلیم جاری ہے۔

Marfat.com

ترکی الشنقیطی، محمد خضر الشنقیطی، عبد الرؤف عبد الباقی، ملاسفر، محمود شویل، عبد الباقی ایوبی، الفاہاشم، حسن الشاعر، سعید صدیق، محمد العایش، یٰسین خیاری، حبیب الرحمٰن، محمد العربی، احمد صقر، محمد صقر، حمزہ ملا، حمیدہ الطیب، جعفر ہاشم، محمد صادق، حسین احمد، احمد الفیض آبادی، محمد الزغیبی، ابراہیم الکورانی، عمر کردی، احمد عباس، احمد شمس، جعفر الکتابی، عمر حمدان، عبد الحق، رفاقت علی۔

محمد سعید دفتردار نے مدینہ منورہ کے ۳۰۴ اکابر علماء کا تذکرہ کیا ہے۔ مزید ۲۵۰ علماء کی سوانح حیات ابھی ان کے زیر ترتیب ہے۔ وہ اب تک ۵۷ علماء کی سوانح حیات اخبار "المدینہ" میں اور دس علماء کی "المنہل" اور دوسرے اخباروں میں شائع کرا چکے ہیں۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد پرائمری اور سیکنڈری اسکولوں اور یونیورسٹیوں کے وجود میں آنے کے بعد جامعۂ مسجد نبوی کی تعلیم وتدریس میں انحطاط پیدا ہو گیا۔

دینی تعلیم کے طلباء میں کمی کو دور کرنے کے لئے حکومت نے مدینہ منورہ میں ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کی ہے۔ جس میں مختلف ممالک کے طلباء کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ ایک دوسری اسلامی یونیورسٹی ریاض میں بھی قائم کی گئی ہے۔ مملکت سعودی عربیہ کے مختلف علاقوں میں متعدد مذہبی ادارے کھولے گئے ہیں جہاں تعلیم جاری ہے۔

باب دوم

مسجد نبوی
(گزشتہ ۱۴ صدیوں میں)

Marfat.com

باب دوم

مسجد نبوی
(گزشتہ ۱۴ صدیوں میں)

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث شریف میں فرمایا "لوگ تین مسجدوں کے لئے سفر اختیار کریں۔ ایک میری مسجد، دوسری مسجد حرام اور تیسری مسجد اقصیٰ"۔

پھر آپ نے فرمایا "میری مسجد میں ادا کی گئی ایک نماز مسجد الحرام کے سوا باقی تمام مساجدوں کی ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے"۔

اس حدیث شریف کی رو سے مسجد نبوی میں نماز کی اہمیت وفضیلت کا علم ہوتا ہے۔

مسجد کی جائے وقوع:

مسجد نبوی ۲۴ درجہ، ۲۸ منٹ، ۵ سیکنڈ اور ۰،۳۵ عرض البلد اور ۳۱ درجہ، ۳۶ منٹ، ایک سیکنڈ اور ۰،۶۱ طول البلد پر واقع ہے۔ یہ سطح سمندر سے ۵۹۷ میٹر کی بلندی پر ایک ہالۂ بدر اور جوہر آبدار کی مانند شہر مدینہ منورہ کے قلب میں چمک رہی ہے۔ یہ ضیائے اسلام کا ایسا منبع ومصدر ہے جس سے شعائیں پھوٹ کر سارے عالم کو منور کر رہی ہیں۔

زمینِ مسجد:

وہ قطعۂ زمین جس پر مسجد تعمیر ہوئی ہے پہلے دو یتیم لڑکوں کی ملکیت تھی جس پر وہ کھجوریں سکھانے کا کام کرتے تھے۔ اسعد ابن زرارہ انصاری ان دونوں یتیم لڑکوں کے ولی اور سرپرست تھے۔ یہ نافع بن عمر بن ثعلبہ بن النجار کے لڑکے تھے جن کے نام سہیل وسہل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کے لئے یہ زمین ان سے خرید فرمائی تھی۔ پہلے اس جگہ کھجوروں کے جھاڑ تھے جن کے نیچے مشرکین کی قبریں تھیں جو ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان درختوں کو کاٹنے، قبروں کو مسمار کرنے اور ملبے کو صاف کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ زمین کو صاف کرکے اس کی سطح ہموار کی گئی تاکہ اس پر تعمیر شروع کرائی جائے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث شریف میں فرمایا "لوگ تین مسجدوں کے لئے سفر اختیار کریں۔ ایک میری مسجد، دوسری مسجد حرام اور تیسری مسجد اقصیٰ"۔

پھر آپ نے فرمایا "میری مسجد میں ادا کی گئی ایک نماز مسجد الحرام کے سوا باقی تمام مساجدوں کی ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے"۔

اس حدیث شریف کی رو سے مسجد نبوی میں نماز کی اہمیت وفضیلت کا علم ہوتا ہے۔

مسجد کی جائے وقوع:

مسجد نبوی ۲۴ درجہ، ۲۸ منٹ، ۵ سیکنڈ اور ۰،۳۵ عرض البلد اور ۳۱ درجہ، ۳۶ منٹ، ایک سیکنڈ اور ۶۱،۰، طول البلد پر واقع ہے۔ یہ سطح سمندر سے ۵۹۷ میٹر کی بلندی پر ایک بالۂ بدر اور جوہر آبدار کی مانند شہر مدینہ منورہ کے قلب میں چمک رہی ہے۔ یہ ضیائے اسلام کا ایسا منبع ومصدر ہے جس سے شعائیں پھوٹ کر سارے عالم کو منور کر رہی ہیں۔

زمینِ مسجد:

وہ قطعۂ زمین جس پر مسجد تعمیر ہوئی ہے پہلے دو یتیم لڑکوں کی ملکیت تھی جس پر وہ کھجوریں سکھانے کا کام کرتے تھے۔ اسعد ابن زرارہ انصاری ان دونوں یتیم لڑکوں کے ولی اور سرپرست تھے۔ یہ نافع بن عمر بن ثعلبہ بن النجار کے لڑکے تھے جن کے نام سہیل وسہل تھے۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کے لئے یہ زمین ان سے خرید فرمائی تھی۔ پہلے اس جگہ کھجوروں کے جھاڑ تھے جن کے نیچے مشرکین کی قبریں تھیں جو ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان درختوں کو کاٹنے، قبروں کو مسمار کرنے اور ملبے کو صاف کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ زمین کو صاف کرکے اس کی سطح ہموار کی گئی تاکہ اس پر تعمیر شروع کرائی جائے۔

عہدِ نبوی میں تعمیر مسجد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں یہ مسجد دو مرتبہ تعمیر ہوئی۔ سب سے پہلے ہجری کے سال اول (۶۲۲ء) میں جب مسجد کا رقبہ ۸۵۰.۵ مربع میٹر اور اس کی اونچائی ۲.۰۹ میٹر تھی۔ دوسری بار فتح خیبر کے سات سال بعد ہوئی۔ اہل اسلام کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مسجد کی توسیع کا کام دوبارہ شروع کیا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ نمازی اسمیں جگہ پاسکیں۔ اسطرح مسجد کا رقبہ ۲۰۲۵ مربع میٹر ہوگیا۔ اس کی بنیادوں میں پتھر لگائے گئے۔ دیواریں پختہ اینٹوں سے تعمیر کی گئیں اور ستونوں میں کھجور کے تنے استعمال کئے گئے۔ مسجد کی اونچائی بھی بڑھکر ۴.۰۶ میٹر ہوگئی۔ مسجد کی چھت میں مٹی گارا استعمال کرکے کھجور کی کڑیاں ڈالی گئیں۔ چھت پر مناسب ڈھال بھی دیا گیا تاکہ بارش کا پانی آسانی کیساتھ نالوں کے ذریعے باہر نکل جائے۔ دیگر مسلمانوں کیساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی تعمیر کے کام میں ہاتھ بٹایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس سر مبارک پر پتھر اور اینٹیں اٹھا کر لیجاتے تھے۔

حدودِ مسجد نبوی

آج کا زائر اس حصے کی شناخت مشکل ہی سے کرسکے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے دوران تعمیر کیا گیا تھا کیونکہ اسوقت سے اب تک متعدد بار مسجد کے مختلف حصوں کی تجدید و توسیع ہوچکی ہے۔ پھر بھی میں (راقم الحروف) قارئین اور زائرین کو ان حدودِ مسجد سے روشناس کراتا ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات مبارکہ میں تھیں۔ ذیل میں ان مقامات کی نشاندہی کروں گا جہاں اسوقت دیواریں اپنی اصلی حالت میں تھیں۔

جنوبی دیوار:

یہ دیوار محراب نبوی سے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے تقریباً نصف میٹر کے فاصلے پر ہے۔ زرد رنگ کے خوبصورت موجودہ ستون جو مشرق سے مغرب تک لگے ہوئے ہیں اور منبر نبوی سے نصف میٹر کے فاصلے پر ہیں دراصل یہی جنوبی دیوار کی وہ جگہ ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا تھا۔

شمالی دیوار

مسجد نبوی کی شمالی دیوار جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس کی قدیم تعمیر سے تعلق رکھتی تھی عثمانی ترکوں کے عہد حکومت میں سلطان عبد الحمید کی تجدید و توسیع کے وقت نئی دیوار میں شامل کرلی گئی تھی یہ دیوار موجودہ باب النساء کے شرقی غربی حصے تک پھیلی ہوئی ہے۔

Marfat.com

عہدِ نبوی میں تعمیر مسجد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں یہ مسجد دو مرتبہ تعمیر ہوئی۔ سب سے پہلے ہجری کے سال اول (۶۲۲ء) میں جب مسجد کا رقبہ ۸۵۰۰۵ مربع میٹر اور اس کی اونچائی ۲۰۹ میٹر تھی۔ دوسری بار فتح خیبر کے سات سال بعد ہوئی۔ اہل اسلام کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مسجد کی توسیع کا کام دوبارہ شروع کیا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ نمازی اسمیں جگہ پا سکیں۔ اسطرح مسجد کا رقبہ ۲۰۲۵ مربع میٹر ہو گیا۔ اس کی بنیادوں میں پتھر لگائے گئے۔ دیواریں پختہ اینٹوں سے تعمیر کی گئیں اور ستونوں میں کھجور کے تنے استعمال کئے گئے۔ مسجد کی اونچائی بھی بڑھکر ۴۰۰۶ میٹر ہو گئی۔ مسجد کی چھت میں مٹی گارا استعمال کرکے کھجور کی کڑیاں ڈالی گئیں۔ چھت پر مناسب ڈھال بھی دیا گیا تاکہ بارش کا پانی آسانی کیساتھ نالوں کے ذریعے باہر نکل جائے۔ دیگر مسلمانوں کیساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی تعمیر کے کام میں ہاتھ بٹایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس سر مبارک پر پتھر اور اینٹیں اٹھا کر لیجاتے تھے۔

حدودِ مسجد نبوی

آج کا زائر اس حصے کی شناخت مشکل ہی سے کرسکے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے دوران تعمیر کیا گیا تھا کیونکہ اسوقت سے اب تک متعدد بار مسجد کے مختلف حصوں کی تجدید و توسیع ہو چکی ہے۔ پھر بھی میں (راقم الحروف) قارئین اور زائرین کو ان حدودِ مسجد سے روشناس کراتا ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات مبارکہ میں تھیں۔ ذیل میں ان مقامات کی نشاندہی کروں گا جہاں اسوقت دیواریں اپنی اصلی حالت میں تھیں۔

جنوبی دیوار:

یہ دیوار محراب نبوی سے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے تقریباً نصف میٹر کے فاصلے پر ہے۔ زرد رنگ کے خوبصورت موجودہ ستون جو مشرق سے مغرب تک لگے ہوئے ہیں اور منبر نبوی سے نصف میٹر کے فاصلے پر ہیں دراصل یہی جنوبی دیوار کی وہ جگہ ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا تھا۔

شمالی دیوار

مسجد نبوی کی شمالی دیوار جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس کی قدیم تعمیر سے تعلق رکھتی تھی عثمانی ترکوں کے عہد حکومت میں سلطان عبد الحمید کی تجدید و توسیع کے وقت نئی دیوار میں شامل کرلی گئی تھی یہ دیوار موجودہ باب النساء کے شرقی غربی حصے تک پھیلی ہوئی ہے۔

دیوار شرقی:

یہ دیوار منبرِ نبوی کے جانب شرق ستون سے ۱۰.۸ میٹر کے فاصلے پر داہنی سمت واقع ہے۔

غربی دیوار:

مغربی دیوار کا موقع شمال سے جنوب تک لگے ہوئے ستونوں والی وہ جگہ ہے جہاں بلندی پر عربی میں "حد مسجد النبی علیہ السلام" لکھا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات مبارکہ میں مسجد نبوی کی مذکورہ بالا حدود تھیں۔ صحیح احادیث میں مروی ہے کہ مسجد نبوی کی کتنی بھی توسیع کردی جائے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہی کہلائے گی۔

ابن شبہ اور یحییٰ دیلمی نے حضرت ابوہریرہؓ کے حوالے سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اگر یہ مسجد صنعاء (شمالی یمن) تک بڑھادی جائے تب بھی میری ہی مسجد کہلائے گی۔" ایک دوسری حدیث میں ابی عمرہؓ کے حوالے سے ان دونوں راویوں نے نقل کیا ہے کہ "اگر ہم اس مسجد کو جبانۃ البقیع (*) تک بڑھادیں تب بھی یہ مسجد نبوی ہی کہلائے گی"۔

(*) جبانۃ البقیع وہ قبرستان ہے جو مسجد نبوی کے شرق کی جانب واقع ہے اور جہاں دس ہزار اصحاب دفن ہیں۔ اہل مدینہ منورہ بھی اس میں اپنے مُردے دفن کرتے ہیں۔

عہد نبوی میں مسجد کے دروازے: مسجد نبوی کے موجودہ تمام دروازے جو آج نظر آتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس کے نہیں ہیں۔ اب ان کا موقع و محل تبدیل ہو گیا ہے۔ پھر بھی میں وضاحت کرنے کی کوشش کروں گا کہ موجودہ عمارت میں قدیم دروازے کس کس جگہ واقع تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں جب یہ مسجد تعمیر فرمائی اس وقت شمال میں مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کی جاتی تھیں اور اسوقت صرف مشرق، مغرب اور جنوب کی سمتوں میں تین دروازے تھے۔ جب قبلہ تبدیل کیا گیا اور مکہ معظمہ میں کعبہ کی طرف رخ کیا جانے لگا تو مسجد نبوی کے شمالی حصے میں ایک نیا دروازہ کھولا گیا اور جنوبی دروازے کو بند کردیا گیا۔

شرقی دروازہ: اس دروازے کے کئی نام ہیں۔ ایک باب "نبی" ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دروازے سے ہو کر گزرتے تھے۔ یہ "باب عثمان" سے بھی موسوم ہوا۔ اب یہ باب جبریل کے نام سے مشہور ہے۔ اگر کوئی زائر اس دروازے سے داخل ہو کر سیدھا مغرب کی طرف چلے تو راستے میں زرد رنگ کا ایک ستون پڑے گا جو "الاغوات" پتھر سے پہلے واقع ہے۔ جس جگہ چھت میں قندیل لٹکی ہوئی ہے اگر وہاں کھڑا ہو جائے تو زائر شرقی دروازے کے ٹھیک اسی مقام پر ہو گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں تعمیر ہوا تھا۔

غربی دروازہ: قدیم زمانے میں یہ دروازہ "باب عاتکہ" کہلاتا تھا۔ اب یہ "باب الرحمۃ" کے نام سے مشہور ہے۔

Marfat.com

دیوارِ شرقی:

یہ دیوار منبرِ نبوی کے جانب شرق ستون سے ۱۰۸ میٹر کے فاصلے پر داہنی سمت واقع ہے۔

غربی دیوار:

مغربی دیوار کا موقع شمال سے جنوب تک لگے ہوئے ستونوں والی وہ جگہ ہے جہاں بلندی پر عربی میں "حد مسجد النبی علیہ السلام" لکھا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات مبارکہ میں مسجد نبوی کی مذکورہ بالا حدود تھیں۔ صحیح احادیث میں مروی ہے کہ مسجد نبوی کی کتنی بھی توسیع کردی جائے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہی کہلائے گی۔

ابن شبہ اور یحیٰی دیلمی نے حضرت ابوہریرہؓ کے حوالے سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اگر یہ مسجد صنعاء (شمالی یمن) تک بڑھا دی جائے تب بھی میری ہی مسجد کہلائے گی۔" ایک دوسری حدیث میں ابی عمرۃؓ کے حوالے سے ان دونوں راویوں نے نقل کیا ہے کہ "اگر ہم اس مسجد کو جبانۃ البقیع (*) تک بڑھادیں تب بھی یہ مسجد نبوی ہی کہلائے گی"۔

(*) جبانۃ البقیع وہ قبرستان ہے جو مسجد نبوی کے شرق کی جانب واقع ہے اور جہاں دس ہزار اصحاب دفن ہیں۔ اہل مدینہ منورہ بھی اس میں اپنے مُردے دفن کرتے ہیں۔

عہد نبوی میں مسجد کے دروازے: مسجد نبوی کے موجودہ تمام دروازے جو آج نظر آتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس کے نہیں ہیں۔ اب ان کا موقع و محل تبدیل ہو گیا ہے۔ پھر بھی میں وضاحت کرنے کی کوشش کروں گا کہ موجودہ عمارت میں قدیم دروازے کس کس جگہ واقع تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں جب یہ مسجد تعمیر فرمائی اس وقت شمال میں مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کی جاتی تھیں اور اسوقت صرف مشرق، مغرب اور جنوب کی سمتوں میں تین دروازے تھے۔ جب قبلہ تبدیل کیا گیا اور مکہ معظمہ میں کعبہ کی طرف رخ کیا جانے لگا تو مسجد نبوی کے شمالی حصے میں ایک نیا دروازہ کھولا گیا اور جنوبی دروازے کو بند کردیا گیا۔

شرقی دروازہ: اس دروازے کے کئی نام ہیں۔ ایک باب "نبی" ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دروازے سے ہو کر گزرتے تھے۔ یہ "باب عثمان" سے بھی موسوم ہوا۔ اب یہ باب جبریل کے نام سے مشہور ہے۔ اگر کوئی زائر اس دروازے سے داخل ہو کر سیدھا مغرب کی طرف چلے تو راستے میں زرد رنگ کا ایک ستون پڑے گا جو "الاغوات" پتھر سے پہلے واقع ہے۔ جس جگہ چھت میں قندیل لٹکی ہوئی ہے اگر وہاں کھڑا ہو جائے تو زائر شرقی دروازے کے ٹھیک اسی مقام پر ہو گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں تعمیر ہوا تھا۔

غربی دروازہ: قدیم زمانے میں یہ دروازہ "باب عاتکہ" کہلاتا تھا۔ اب یہ "باب الرحمۃ" کے نام سے مشہور ہے۔

اس دروازے سے داخل ہونے والا زائر اگر مشرق کی طرف سے چل کر اس گوشے کے قریب ٹھہرے جس کے اوپر "حد مسجد النبی علیہ السلام" لکھا ہوا ہے تو وہ غربی دروازے کے ٹھیک اس مقام پر ہو گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا تھا۔ موجودہ غربی دروازہ اس قدیم غربی دروازے کے بالمقابل ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا تھا۔

جنوبی دروازہ: یہ دروازہ اب "باب عمر" کے نام سے مشہور ہے اور مصلیٰ نبوی اور حجرۂ مطہرہ کے درمیان جنوبی دیوار کے شرقی حصے میں واقع ہے یا یوں سمجھئے کہ حجرۂ مطہرہ کی جالی کے غربی جنوبی گوشے میں واقع ہے۔ جب مسجد اقصیٰ کے بجائے کعبہ شریف کو قبلہ بنایا گیا تو قدیم دروازے کو بند کر کے جانب شمال ایک نیا دروازہ کھولا گیا تھا۔

شمالی دروازہ: اس دروازے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمالی دیوار کے اندر کھولا تھا جو جنوبی دروازے کے متوازی تھا اور قبلہ تبدیل ہونے کے بعد اس کو بند کر دیا گیا تھا۔

محراب نبوی: قرآن مجید کی سورہ نمبر ۲ آیہ نمبر ۱۴۴ جس کا ترجمہ یہ ہے "ہم آپ کے چہرے کا (یہ) بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے ہم تمہیں اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے۔ جس کے لئے تمہاری مرضی ہے۔ پھر اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کیا کرو۔ اور تم سب لوگ جہاں کہیں بھی موجود ہو اپنے چہروں کو اسی (مسجد حرام) کی طرف کیا کرو"۔ نازل ہونے کے بعد قبلہ کا رخ مسجدِ اقصیٰ سے کعبہ شریف کی جانب تبدیل کر دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں محرابِ نبوی موجود نہیں تھی۔ اموی حکمران ولید ابن عبد الملک کے عہد میں ۹۱-۸۸ھ (۷۱۱-۷۰۸ء) کے دوران عمر ابن عبد العزیز نے پہلی مرتبہ اس کو بنوایا۔ موجودہ محراب اشرف قایتبائی کی تجدید و توسیع کی یاد دلاتی ہے۔

مصلیٰ شریف جس پر قبلہ رو ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے محراب کے درمیان جانب غرب واقع ہے۔ اگر کوئی زائر وسط محراب کے بائیں طرف چلے اور منبر شریف سے ۶ میٹر دور کھڑا ہو جائے تو وہ ٹھیک اس مقام پر ہو گا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی امامت فرماتے تھے۔ اس جگہ یہ عبارت لکھی ہے "ھذا مصلی النبی علیہ السلام" (یہ نبی کریم علیہ السلام کا مصلیٰ ہے)۔ اس لئے زائر کو چاہئیے کہ وہ اس موقع کو غنیمت جان کر دعا میں مشغول ہو کیونکہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "ادعونی استجب لکم" یعنی "مجھ کو پکارو، میں تمہاری درخواست قبول کروں گا" ایک دوسری جگہ سورۃ نمبر ۲ البقرہ آیتہ ۱۸۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اور جب تم سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں۔ منظور کر لیتا ہوں ہر عرضی درخواست کرنے والے کی جبکہ وہ میرے حضور میں درخواست دے۔ سو ان کو چاہئیے کہ میرے احکام قبول کیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں۔ امید ہے کہ وہ لوگ رشد و فلاح حاصل کر سکیں گے۔"

مسجد نبوی میں بیت المقدس کی جانب مصلیٰ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد سے دو ماہ پہلے مسجد اقصیٰ کی بجائے کعبہ شریف کو قبلہ بنایا۔ اس سے پہلے سولہ یا سترہ مہینے تک مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا فرمائی تھیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کے بقول قبلہ تبدیل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی نماز جو نمازِ ظہر تھی، مسجد قبلتین میں ادا فرمائی جو مدینہ منورہ میں بنی سلمہ مقام پر واقع ہے۔ کعبہ شریف کے قبلہ بننے سے قبل

Marfat.com

اس دروازے سے داخل ہونے والا زائر اگر مشرق کی طرف سے چل کر اس گوشے کے قریب ٹھہرے جس کے اوپر "ھذ مسجد النبی علیہ السلام" لکھا ہوا ہے تو وہ غربی دروازے کے ٹھیک اس مقام پر ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا تھا۔ موجودہ غربی دروازہ اس قدیم غربی دروازے کے بالمقابل ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمایا تھا۔

<u>جنوبی دروازہ:</u> یہ دروازہ اب "باب عمر" کے نام سے مشہور ہے اور مصلّی نبوی اور حجرۂ مطہرہ کے درمیان جنوبی دیوار کے شرقی حصے میں واقع ہے یا یوں سمجھئے کہ حجرۂ مطہرہ کی جالی کے غربی جنوبی گوشے میں واقع ہے۔ جب مسجد اقصیٰ کے بجائے کعبہ شریف کو قبلہ بنایا گیا تو قدیم دروازے کو بند کر کے جانب شمال ایک نیا دروازہ کھولا گیا تھا۔

<u>شمالی دروازہ:</u> اس دروازے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمالی دیوار کے اندر کھولا تھا جو جنوبی دروازے کے متوازی تھا اور قبلہ تبدیل ہونے کے بعد اس کو بند کر دیا گیا تھا۔

<u>محراب نبوی :</u> قرآن مجید کی سورہ نمبر۲ آیہ نمبر۱۴۴ جس کا ترجمہ یہ ہے "ہم آپ کے چہرے کا (یہ) بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے ہم تمہیں اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے۔ جس کے لئے تمہاری مرضی ہے۔ پھر اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کیا کرو۔ اور تم سب لوگ جہاں کہیں بھی موجود ہو اپنے چہروں کو اسی (مسجد حرام) کی طرف کیا کرو"۔ نازل ہونے کے بعد قبلہ کا رخ مسجدِ اقصیٰ سے کعبہ شریف کی جانب تبدیل کر دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں محراب نبوی موجود نہیں تھی۔ اموی حکمران ولید ابن عبد الملک کے عہد میں ۹۱-۸۸ھ (۷۱۱-۷۰۸ء) کے دوران عمر ابن عبد العزیز نے پہلی مرتبہ اس کو بنوایا۔ موجودہ محراب اشرف قایتبائی کی تجدید و توسیع کی یاد دلاتی ہے۔

مصلی شریف جس پر قبلہ رو ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے محراب کے درمیان جانب غرب واقع ہے۔ اگر کوئی زائر وسطِ محراب کے بائیں طرف چلے اور منبر شریف سے ۶ میٹر دور کھڑا ہو جائے تو وہ ٹھیک اس مقام پر ہوگا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی امامت فرماتے تھے۔ اس جگہ یہ عبارت لکھی ہے "ھذا مصلی النبی علیہ السلام" (یہ نبی کریم علیہ السلام کا مصلیٰ ہے)۔ اس لئے زائر کو چاہیئے کہ وہ اس موقع کو غنیمت جان کر دعا میں مشغول ہو کیونکہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے "ادعونی استجب لکم" یعنی "مجھ کو پکارو، میں تمہاری درخواست قبول کروں گا" ایک دوسری جگہ سورۃ نمبر۲ البقرہ آیتہ ۱۸۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اور جب تم سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں۔ منظور کر لیتا ہوں ہر عرضی درخواست کرنے والے کی جبکہ وہ میرے حضور میں درخواست دے۔ سو ان کو چاہیئے کہ میرے احکام قبول کیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں۔ امید ہے کہ وہ لوگ رشد و فلاح حاصل کر سکیں گے۔"

<u>مسجد نبوی میں بیت المقدس کی جانب مصلیٰ:</u> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد سے دو ماہ پہلے مسجد اقصیٰ کی بجائے کعبہ شریف کو قبلہ بنایا۔ اس سے پہلے سولہ یا سترہ مہینے تک مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا فرمائی تھیں۔

حافظ ابن حجر عقلانی کے بقول قبلہ تبدیل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی نماز جو نمازِ ظہر تھی، مسجد قبلتین میں ادا فرمائی جو مدینہ منورہ میں بنی سلمہ مقام پر واقع ہے۔ کعبہ شریف کے قبلہ بننے سے قبل

مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کرنے والے مقام کا مسجد میں کوئی نشان نہیں ملتا۔ پھر بھی میں اس جگہ کو متعین کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ مسجد میں داخل ہو کر اگر آپ اسطوانۂ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی پشت کی طرف چھوڑ دیں اور سیدھے شمال کی جانب چلیں یہاں تک کہ باب جبریل سامنے آجائے تو آپ اس مقام پر ہوں گے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ کی جانب رخ کر کے نمازیں ادا فرماتے تھے۔

اسطوانۂ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر مصلی نبوی: جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مستقل مصلیٰ قائم فرمانے سے قبل اسطوانۂ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر کئی دن تک امامت فرمائی ہے۔ اس مقام کے بارے میں آئندہ وضاحت کی جائے گی۔

مسجد نبوی کے تاریخ ساز اساطین: مسجدِ نبوی کے جنوبی حصے میں جو اساطین ہیں وہ سلطنت عثمانیہ کے زمانے میں سلطان عبد المجید کی تجدید و توسیع کے وقت تعمیر کئے گئے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھجور کے لٹھوں سے تعمیر فرمائے ہوئے اساطین کو تبدیل کیا گیا۔ ان میں آٹھ ستون خاص تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔

۱۔ اسطوانۂ مطیبہ معطرہ: خاص مصلیٰ نبوی پر واقع ہے۔ جس کو اسطوانۂ معطرہ بھی کہتے ہیں۔ ایک صحابی مسلمہ ابن الاکواع رضی اللہ عنہ کو اکثر اس مقام پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ اس اسطوانہ کو قبلہ کی جانب تھوڑا سا ہٹا دیا گیا ہے اور اس کا کچھ حصہ محراب نبوی کے اندر آ گیا ہے۔

۲۔ اسطوانۂ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: یہ مسجد نبوی کے منبر شریف، مرقد اطہر اور قبلہ کی سمت سے تیسرا ستون ہے اور اسے "اسطوانۂ مہاجرین" کہتے ہیں کیونکہ یہاں مہاجر جمع ہوتے تھے۔ اس کو "اسطوانۂ قرعہ" بھی کہتے ہیں۔ طبرانی نے اپنی کتاب "الاوسط" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری مسجد میں ایک ایسا بقعہ ہے کہ اگر لوگ اس کی اہمیت سے واقف ہو جائیں تو اتنا ہجوم کریں کہ اس جگہ نماز ادا کرنے کے لئے قرعہ اندازی کرنا پڑے"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مقام کو مخفی رکھا تھا لیکن حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو خفیہ طور پر بتا دیا تھا۔ مسجد اقصیٰ سے تبدیل ہو کر کعبہ شریف کو قبلہ قرار دیئے جانے کے بعد اور منبر شریف پر قیام فرمانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر کئی مرتبہ فرض نمازوں کی امامت فرمائی۔ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور عامر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس اسطوانہ پر نمازیں ادا کی ہیں۔

۳۔ اسطوانۂ توبہ: یہ منبر شریف سے چوتھا، مرقد اطہر سے دوسرا اور قبلہ کی سمت سے تیسرا اسطوانہ ہے۔ اسے "اسطوانۂ ابی لبابہ" بھی کہتے ہیں کیونکہ ابی لبابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک راز بنی قریظہ کے یہودیوں کو بتا دیا تھا اور انہوں نے کئی دن تک بطور سزا اپنے آپ کو اس اسطوانہ سے لٹکا کر توبہ کی تھی۔ ان کے ضمیر نے فعل پر ملامت کی اور انہوں نے کئی دن تک بغیر کھائے پیئے اپنے آپ کو اس ستون سے لٹکائے رکھا اور یہ عہد کیا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے نہ کھولیں گے اسی طرح لٹکا رہوں گا۔ ان کی لڑکی صرف نماز کے وقت یا رفع حاجت کے لئے ان کے ہاتھ پیر کھول دیتی تھی اور پھر اس طرح ان کو باندھ کر لٹکا دیتی تھی۔ جب

Marfat.com

مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کرنے والے مقام کا مسجد میں کوئی نشان نہیں ملتا۔ پھر بھی میں اس جگہ کو متعین کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ مسجد میں داخل ہو کر اگر آپ اسطوانہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی پشت کی طرف چھوڑ دیں اور سیدھے شمال کی جانب چلیں یہاں تک کہ باب جبریل سامنے آ جائے تو آپ اس مقام پر ہوں گے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ کی جانب رخ کر کے نمازیں ادا فرماتے تھے۔

اسطوانۂ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر مصلی نبوی: جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مستقل مصلیٰ قائم فرمانے سے قبل اسطوانۂ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر کئی دن تک امامت فرمائی ہے۔ اس مقام کے بارے میں آئندہ وضاحت کی جائے گی۔

مسجد نبوی کے تاریخ ساز اساطین: مسجد نبوی کے جنوبی حصے میں جو اساطین ہیں وہ سلطنت عثمانیہ کے زمانے میں سلطان عبد المجید کی تجدید و توسیع کے وقت تعمیر کئے گئے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھجور کے لٹھوں سے تعمیر فرمائے ہوئے اساطین کو تبدیل کیا گیا۔ ان میں آٹھ ستون خاص تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔

۱۔ اسطوانۂ مطیبہ مطرہ: خاص مصلیٰ نبوی پر واقع ہے۔ جس کو اسطوانۂ معطرہ بھی کہتے ہیں۔ ایک صحابی مسلمہ ابن الاکواع رضی اللہ عنہ کو اکثر اس مقام پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ اس اسطوانہ کو قبلہ کی جانب تھوڑا سا ہٹا دیا گیا ہے اور اس کا کچھ حصہ محراب نبوی کے اندر آ گیا ہے۔

۲۔ اسطوانۂ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: یہ مسجد نبوی کے منبر شریف، مرقد اطہر اور قبلہ کی سمت سے تیسرا ستون ہے اور اسے "اسطوانۂ مہاجرین" کہتے ہیں کیونکہ یہاں مہاجر جمع ہوتے تھے۔ اس کو "اسطوانہ قرعہ" بھی کہتے ہیں۔ طبرانی نے اپنی کتاب "الاوسط" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری مسجد میں ایک ایسا بقعہ ہے کہ اگر لوگ اس کی اہمیت سے واقف ہو جائیں تو اتنا ہجوم کریں کہ اس جگہ نماز ادا کرنے کے لئے قرعہ اندازی کرنا پڑے"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مقام کو مخفی رکھا تھا لیکن حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو خفیہ طور پر بتا دیا تھا۔ مسجد اقصیٰ سے تبدیل ہو کر کعبہ شریف کو قبلہ قرار دیئے جانے کے بعد اور منبر شریف پر قیام فرمانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر کئی مرتبہ فرض نمازوں کی امامت فرمائی۔ اصحاب کرام رضی اللہ عنھم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور عامر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس اسطوانہ پر نمازیں ادا کی ہیں۔

۳۔ اسطوانۂ توبہ: یہ منبر شریف سے چوتھا، مرقد اطہر سے دوسرا اور قبلہ کی سمت سے تیسرا اسطوانہ ہے۔ سے "اسطوانۂ ابی لبابہ" بھی کہتے ہیں کیونکہ ابی لبابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک راز بنی قریظہ کے یہودیوں کو بتا دیا تھا اور انہوں نے کئی دن تک بطور سزا اپنے آپ کو اس اسطوانہ سے لٹکا کر توبہ کی تھی۔ ان کے ضمیر نے فعل پر ملامت کی اور انہوں نے کئی دن تک بغیر کھائے پیئے اپنے آپ کو اس ستون سے لٹکائے رکھا اور یہ عہد کیا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے نہ کھولیں گے اسی طرح لٹکا رہوں گا۔ ان کی لڑکی صرف نماز کے وقت یا رفع حاجت کے لئے ان کے ہاتھ پیر کھول دیتی تھی اور پھر اسی طرح ان کو باندھ کر لٹکا دیتی تھی۔ جب

قرآن مجید کی "سورہ توبہ" نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ستون سے کھول دیا۔

ابی لبابہ کی توبہ کے بارے میں ایک اور واقعہ بتایا جاتا ہے کہ چونکہ جنگ تبوک میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہ ہوسکے تھے اس لئے انہوں نے اسطوانہ سے لٹک کر خود کو اس کوتاہی کی سزا دی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اسطوانہ پر نفل نمازیں ادا فرماتے تھے اور آپ بعد نماز فجر اس کے پیچھے تشریف فرما ہو کر غریب، مسکین، ضعیف اور نو مسلم لوگوں سے گفتگو فرماتے اور گزشتہ شب نازل ہونے والی وحی سے ان کو آگاہ فرماتے تھے۔

۴۔ اسطوانۂ سریر: یہ حجرۂ مطہرہ کی کھڑکی سے ملحق ہے اور جانب شرق اسطوانہ توبہ سے اگلا ستون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اسطوانہ کے قریب بستر بچھا کر استراحت فرماتے تھے۔ اسی لئے یہ اسطوانۂ سریر کہلاتا ہے۔

۵۔ اسطوانۂ محرس: یہ اسطوانۂ توبہ کے عقب میں جانب شمال واقع ہے اور اس کو اسطوانہ علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کے قریب حضرت علی رضی اللہ عنہ نمازیں ادا فرماتے تھے اور جو بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے سے متصل ایک جگہ بطور محافظ بیٹھا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کے امیروں نے اپنے اپنے زمانے میں یکے بعد دیگرے اس مقام پر نمازیں ادا کی ہیں۔

۶۔ اسطوانۂ وفود: یہ اسطوانۂ محرس سے شمال کی طرف واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف فرما ہو کر قبائلی وفود سے ملاقات فرماتے تھے۔ اس جگہ بہت سے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے بھی قیام کیا ہے۔

۷۔ اسطوانۂ مربعۂ قبر: اسے مقام جبریل بھی کہتے ہیں۔ یہ حجرۂ مطہرہ کے غرب میں واقع ہے۔ اکثر مورخین کے نزدیک حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زوجۂ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مکان اس مربعہ کے سامنے واقع تھا۔

۸۔ اسطوانۂ تہجد: یہ سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے مکان کی پشت پر جانب شمال واقع ہے۔ اس میں ایک محراب ہے جس کے پاس کھڑے ہو کر مسجد نبوی کا باب جبریل بائیں ہاتھ پر واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اپنا کھجور کا مصلیٰ نکال کر حضرت سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کی پشت پر رکھ دیتے تھے اور اس پر نماز تہجد ادا فرماتے تھے۔ اسی لئے اسے مصلیٰ تہجد کہتے ہیں۔ ایک بار جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اصحاب جمع تھے اور انہوں نے نماز تہجد کے بارے میں آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "یہ نماز نفل ہے۔ میں اس خوف سے کہ یہ تم پر فرض نہ کر دی جائے اس کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا"۔

منبر نبوی: ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے مکان اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں کا ایک باغ ہے" ایک دوسری صحیح حدیث میں احمد سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرا منبر جنت کی حوضوں میں سے ایک حوض کے اندر ایستادہ ہے"۔

نسائی نے بعض ثقہ راویوں نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے میرے منبر کے قریب کسی مسلمان کا مال ناجائز طریقے سے حاصل کرنے کے لئے جھوٹا حلف اٹھایا تو اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے"۔

Marfat.com

قرآن مجید کی "سورہ توبہ" نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ستون سے کھول دیا۔

ابی لبابہ کی توبہ کے بارے میں ایک اور واقعہ بتایا جاتا ہے کہ چونکہ جنگ تبوک میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہ ہو سکے تھے اس لئے انہوں نے اسطوانہ سے لٹک کر خود کو اس کوتاہی کی سزا دی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اسطوانہ پر نفل نمازیں ادا فرماتے تھے اور آپ بعد نماز فجر اس کے پیچھے تشریف فرما ہو کر غریب، مسکین، ضعیف اور نو مسلم لوگوں سے گفتگو فرماتے اور گزشتہ شب نازل ہونے والی وحی سے ان کو آگاہ فرماتے تھے۔

۴۔ اسطوانۂ سریر: یہ حجرۂ مطہرہ کی کھڑکی سے ملحق ہے اور جانب شرق اسطوانہ توبہ سے اگلا ستون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اسطوانہ کے قریب بستر بچھا کر استراحت فرماتے تھے۔ اسی لئے یہ اسطوانۂ سریر کہلاتا ہے۔

۵۔ اسطوانۂ محرس: یہ اسطوانہ توبہ کے عقب میں جانب شمال واقع ہے اور اس کو اسطوانہ علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کے قریب حضرت علی رضی اللہ عنہ نمازیں ادا فرماتے تھے اور جو بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے سے متصل ایک جگہ بطور محافظ بیٹھا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کے امیروں نے اپنے اپنے زمانے میں یکے بعد دیگرے اس مقام پر نمازیں ادا کی ہیں۔

۶۔ اسطوانۂ وفود: یہ اسطوانہ محرس سے شمال کی طرف واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف فرما ہو کر قبائلی وفود سے ملاقات فرماتے تھے۔ اس جگہ بہت سے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے بھی قیام کیا ہے۔

۷۔ اسطوانۂ مربعۂ قبر: اسے مقام جبریل بھی کہتے ہیں۔ یہ حجرۂ مطہرہ کے غرب میں واقع ہے۔ اکثر مورخین کے نزدیک حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زوجۂ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مکان اس مربعہ کے سامنے واقع تھا۔

۸۔ اسطوانۂ تہجد: یہ سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے مکان کی پشت پر جانب شمال واقع ہے۔ اس میں ایک محراب ہے جس کے پاس کھڑے ہو کر مسجد نبوی کا باب جبریل بائیں ہاتھ پر واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اپنا کھجور کا مصلیٰ نکال کر حضرت سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کی پشت پر رکھ دیتے تھے اور اس پر نماز تہجد ادا فرماتے تھے۔ اسی لئے اسے مصلیٰ تہجد کہتے ہیں۔ ایک بار جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اصحاب جمع تھے اور انہوں نے نماز تہجد کے بارے میں آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "یہ نماز نفل ہے۔ میں اس خوف سے کہ یہ تم پر فرض نہ کر دی جائے اس کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا"۔

منبر نبوی: ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے مکان اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں کا ایک باغ ہے" ایک دوسری صحیح حدیث میں احمد سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرا منبر جنت کی حوضوں میں سے ایک حوض کے اندر ایستادہ ہے"۔

نسائی نے بعض ثقہ راویوں نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے میرے منبر کے قریب کسی مسلمان کا مال ناجائز طریقے سے حاصل کرنے کے لئے جھوٹا حلف اٹھایا تو اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے"۔

اس بارے میں ایک اور حدیث بھی ہے کہ "جس نے میرے منبر پر کسی معمولی سی چیز کے لئے بھی جھوٹا حلف اٹھایا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے"۔

منبر شریف کی تعمیر و ترقی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک دن خطبہ عطا فرماتے وقت تھکان محسوس فرمائی تو آپ ایک کھجور کا لٹھا لائے اور اس سے ٹیک لگالی۔ مدینہ منورہ کے ایک مسلم نے جب یہ دیکھا تو اس نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے لئے ایک اس سے بہتر منبر بنا سکتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اس نئی چیز کو بنا کر لائے۔

اس شخص نے تین چار سیڑھیوں والا ایک لکڑی کا منبر تیار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوران خطبہ اس منبر پر تشریف فرما ہونے سے آرام ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ نیا منبر استعمال فرمانا شروع کر دیا تو کھجور کا پرانا لٹھا اس طرح بےچینی کا اظہار کرنے لگا جس طرح ایک اونٹنی اپنے گمشدہ بچے کے لئے بےچین ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بےچینی محسوس فرمائی اور اس کو بغلگیر فرما لیا۔ جب اس کی بےچینی کم ہوئی تو آپ نے ایک خندق کھدوا کر اس میں اسے دفن کر دینے کی ہدایت کی۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ عطا فرماتے وقت منبر کی تیسری سیڑھی پر قیام فرماتے تھے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے دوسری سیڑھی پر اور حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پہلی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبے دیئے۔ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے بھی چھ سال تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح نچلی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ مگر پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدیم جگہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے۔

بعد کے مصنوعہ منبر: اموی حکمران معاویہ نے منبر کی سیڑھیاں جو پہلے ۳ یا ۴ تھیں، بڑھا کر چھ کر دی تھیں۔ ۶۵۴ھ (۱۲۵۸ء) میں مسجد نبوی میں آگ لگنے سے یہ منبر جل گیا تھا۔ اس کے بعد حاکم یمن المظفر نے صندل کی لکڑی کا ایک نیا منبر بنوا کر بھیجا جو مسلسل دس سال تک استعمال ہوتا رہا۔ دس سال بعد ۶۶۴ھ (۱۲۶۸ء) میں ظاہر بیبرس البند قاری نے مصر سے ایک منبر بنوا کر بھیجا جو یمنی منبر کی جگہ استعمال ہونے لگا۔ یہ منبر ۷۹۷ھ (۱۳۹۷ء) تک استعمال ہوتا رہا۔ پھر اس کی جگہ ظاہر برقوق کے بھیجے ہوئے منبر نے لے لی۔ پھر ۸۸۰ھ (۱۴۷۸ء) میں شیخ منبر المؤید نے ایک نیا منبر بنوا کر بھجوایا۔ مسجد نبوی میں آتشزدگی کے ۶ سال بعد اہل مدینہ منورہ نے اینٹوں کا ایک نیا منبر تعمیر کر دیا۔ دو سال بعد ۸۸۸ھ (۱۴۸۶ء) میں اشرف قایتبائی نے سنگ مرمر کا ایک منبر بھیجا جو اینٹوں والے کو منہدم کر کے اس کی جگہ رکھا گیا۔ ۹۹۸ھ (۱۵۹۳ء) میں سلطان مراد عثمانی نے ایک اور سنگ مرمر کا منبر بھیجا جو اس وقت دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا تھا۔ یہ منبر جمالیاتی اصول کے تحت بنایا گیا تھا اور سونے کے کام سے مزین تھا۔ اشرف قایتبائی کا منبر مسجد قباء میں منتقل کر دیا گیا اور سلطان مراد کا بھیجا ہوا منبر اس کی جگہ نصب کر دیا گیا۔ دونوں مسجدوں میں یہ منبر اب تک موجود ہیں۔

روضۂ مطہرہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ "میرے مکان اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔ اکثر علماء و مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان یعنی حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا اور منبر شریف کے درمیان جو جگہ ہے وہی باغ جنت ہے۔

سلطان سلیم عثمانی کی تزئین: سلطان سلیم متوفی نے ۹۴۵ھ (۱۵۴۱ء) میں سفید اور سرخ رنگ کے سنگ مرمر

Marfat.com

اس بارے میں ایک اور حدیث بھی ہے کہ "جس نے میرے منبر پر کسی معمولی سی چیز کے لئے بھی جھوٹا حلف اٹھایا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے"۔

منبر شریف کی تعمیر و ترقی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک دن خطبہ عطا فرماتے وقت تھکان محسوس فرمائی تو آپ ایک کھجور کا لٹھا لائے اور اس سے ٹیک لگالی۔ مدینہ منورہ کے ایک مسلم نے جب یہ دیکھا تو اس نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے لئے ایک اس سے بہتر منبر بنا سکتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اس نئی چیز کو بنا کر لائے۔

اس شخص نے تین چار سیڑھیوں والا ایک لکڑی کا منبر تیار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوران خطبہ اس منبر پر تشریف فرما ہونے سے آرام ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ نیا منبر استعمال فرمانا شروع کر دیا تو کھجور کا پرانا لٹھا اس طرح بیچینی کا اظہار کرنے لگا جس طرح ایک اونٹنی اپنے گمشدہ بچے کے لئے بیچین ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیچینی محسوس فرمائی اور اس کو بغلگیر فرمالیا۔ جب اس کی بیچینی کم ہوئی تو آپ نے ایک خندق کھدوا کر اس میں اسے دفن کر دینے کی ہدایت کی۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ عطا فرماتے وقت منبر کی تیسری سیڑھی پر قیام فرماتے تھے۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے دوسری سیڑھی پر اور حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پہلی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبے دیئے۔ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے بھی چھ سال تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح نچلی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ مگر پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدیم جگہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے۔

بعد کے مصنوعہ منبر: اموی حکمران معاویہ نے منبر کی سیڑھیاں جو پہلے ۳ یا ۴ تھیں، بڑھا کر چھ کر دی تھیں۔ ۶۵۴ھ (۱۲۵۸ء) میں مسجد نبوی میں آگ لگنے سے یہ منبر جل گیا تھا۔ اس کے بعد حاکم یمن المظفر نے صندل کی لکڑی کا ایک نیا منبر بنوا کر بھیجا جو مسلسل دس سال تک استعمال ہوتا رہا۔ دس سال بعد ۶۶۴ھ (۱۲۶۸ء) میں ظاہر بیبرس البند قاری نے مصر سے ایک منبر بنوا کر بھیجا جو یمنی منبر کی جگہ استعمال ہونے لگا۔ یہ منبر ۷۹۷ھ (۱۳۹۷ء) تک استعمال ہوتا رہا۔ پھر اس کی جگہ ظاہر برقوق کے بھیجے ہوئے منبر نے لے لی۔ پھر ۸۸۰ھ (۱۴۷۸ء) میں شیخ منبر المؤید نے ایک نیا منبر بنوا کر بھجوایا۔ مسجد نبوی میں آتشزدگی کے ۶ سال بعد اہل مدینہ منورہ نے اینٹوں کا ایک نیا منبر تعمیر کر دیا۔ دو سال بعد ۸۸۸ھ (۱۴۸۶ء) میں اشرف قایتبائی نے سنگ مرمر کا ایک منبر بھیجا جو اینٹوں والے کو منہدم کر اس کی جگہ رکھا گیا۔ ۹۹۸ھ (۱۵۹۳ء) میں سلطان مراد عثمانی نے ایک اور سنگ مرمر کا منبر بھیجا جو اس وقت دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا تھا۔ یہ منبر جمالیاتی اصول کے تحت بنایا گیا تھا اور سونے کے کام سے مزین تھا۔ اشرف قایتبائی کا منبر مسجد قبا میں منتقل کر دیا گیا اور سلطان مراد کا بھیجا ہوا منبر اس کی جگہ نصب کر دیا گیا۔ دونوں مسجدوں میں یہ منبر اب تک موجود ہیں۔

روضۂ مطہرہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ "میرے مکان اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔ اکثر علماء و مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان یعنی حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا اور منبر شریف کے درمیان جو جگہ ہے وہی باغ جنت ہے۔

سلطان سلیم عثمانی کی تزئین: سلطان سلیم متوفی نے ۹۴۵ھ (۱۵۴۱ء) میں سفید اور سرخ رنگ کے سنگ مرمر

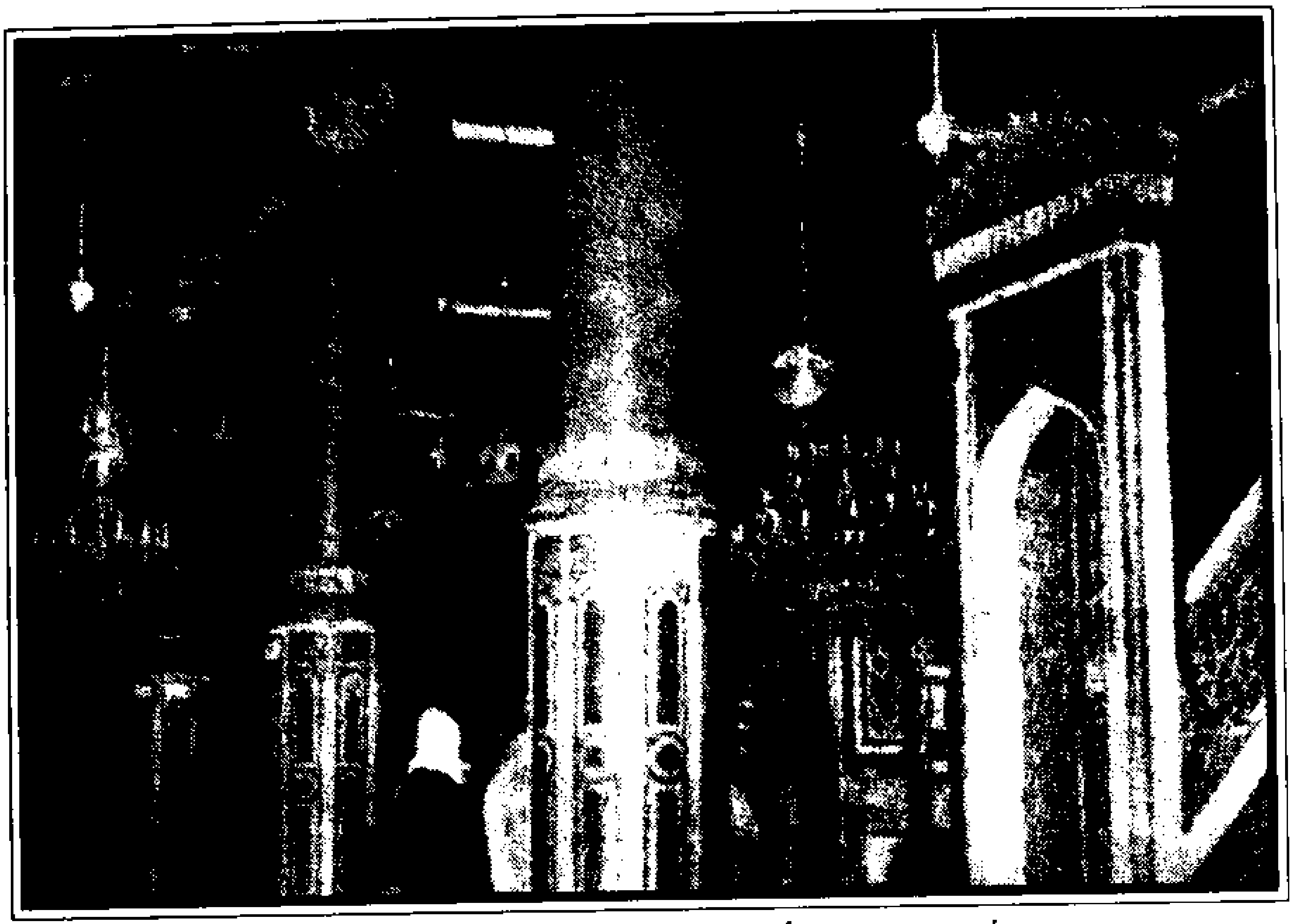

مسجد نبوی کا اندرونی حصہ جس میں سلطان مُراد کا بھیجا ہوا منبر ۹۹۸ھ (۱۵۹۳ء) اور اس کا ایک حصہ نظر آرہا ہے۔

سے روضۂ مطہرہ کے ستون بنوائے اور ان پر سونے کا کام کرایا۔ سلطان عبد المجید نے جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تجدید و توسیع کرائی تو روضہ اقدس کی چھت تبدیل کردی مگر اسی سنگ مرمر سے نئے ستون تعمیر کرائے۔ امتداد زمانہ سے بعض ستونوں کا سنگ مرمر خستہ و خراب ہونے لگا۔ ان ستونوں پر جو تحریریں کندہ ہیں انہیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کبھی یہ سنگ مرمر سے بنائے گئے تھے۔ ان تحریروں کو تصویر میں بھی صاف دیکھا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

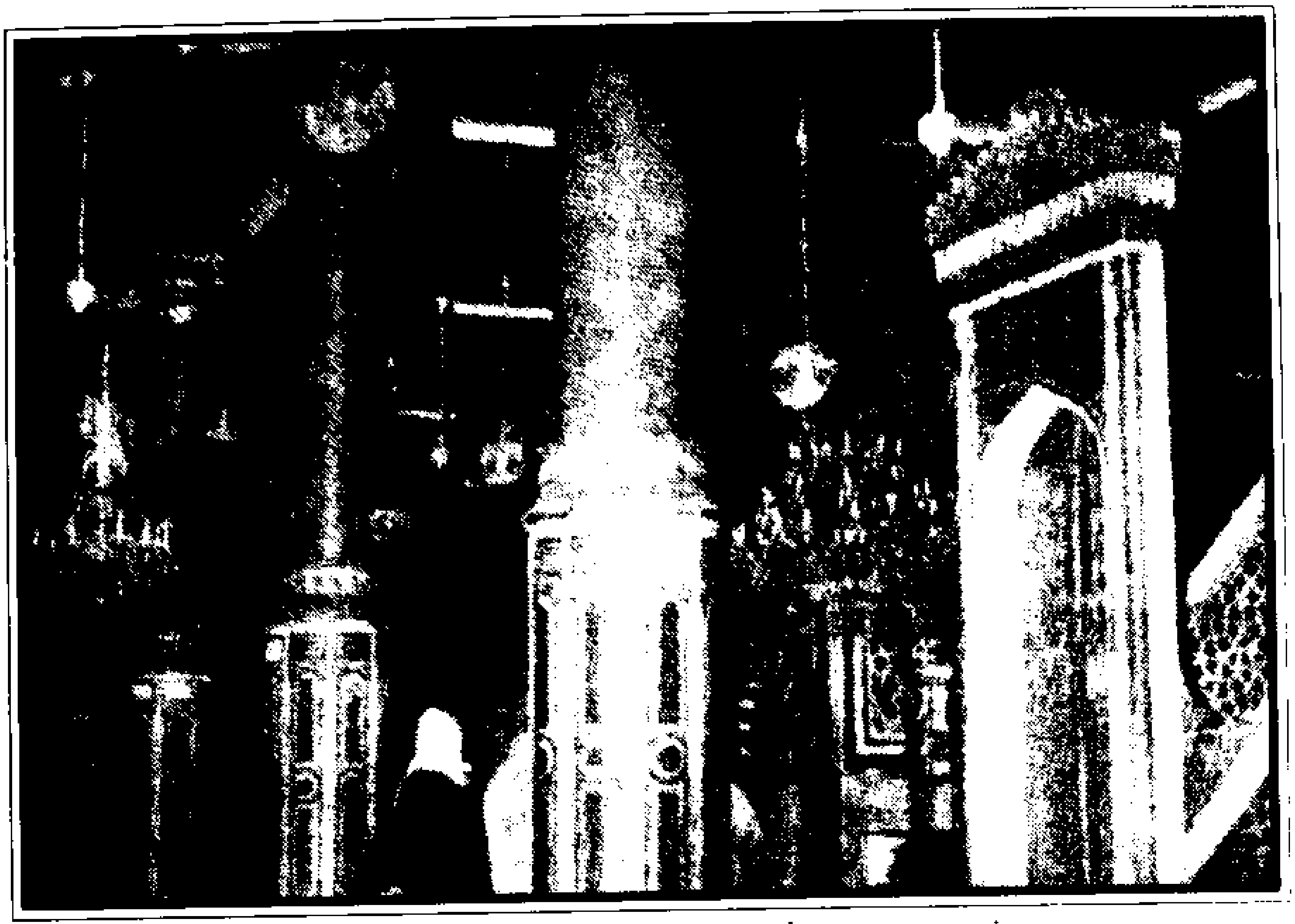

مسجد نبوی کا اندرونی حصہ جس میں سلطان مُراد کا بھیجا ہوا منبر ۹۹۸ھ (۱۵۹۳ء) اور اس کا ایک حصہ نظر آرہا ہے۔

سے روضۂ مطہرہ کے ستون بنوائے اور ان پر سونے کا کام کرایا۔ سلطان عبد المجید نے جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تجدید و توسیع کرائی تو روضہ اقدس کی چھت تبدیل کر دی مگر اسی سنگ مرمر سے نئے ستون تعمیر کرائے۔ امتداد زمانہ سے بعض ستونوں کا سنگ مرمر خستہ و خراب ہونے لگا۔ ان ستونوں پر جو تحریریں کندہ ہیں انہیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کبھی یہ سنگ مرمر سے بنائے گئے تھے۔ ان تحریروں کو تصویر میں بھی صاف دیکھا جاسکتا ہے۔

منارِ مسجدِ نبوی

عہد نبوی اور خلفائے راشدین کے زمانے تک مسجدِ نبوی میں کوئی منار نہیں تھا۔ امویوں کے عہد حکومت میں عمر ابن عبدالعزیز، امیر مدینہ منورہ نے ۹۱-۸۸ھ (۷۰۸-۷۱۰ء) میں توسیع کے دوران پہلی مرتبہ مسجد کے منار تعمیر کرائے۔ انہوں نے مسجد کے چاروں کونوں پر چار منار تعمیر کرائے۔

<u>سلطان عبدالمجید کی تجدید کے دوران بنائے گئے مینار:</u> سلطان عبدالمجید نے عثمانی دورِ حکومت میں مسجد کی تجدید و توسیع کے دوران مندرجہ ذیل پانچ مینار تعمیر کرائے:

<u>۱۔ منارۂ شامیہ غربیہ:</u> یہ منار پہلے مسجد کے شمال غربی گوشے میں بنایا گیا تھا۔ جب سعودی حکومت نے مسجدِ نبوی کی نئی تعمیر کرائی تو اس مینار کو منہدم کرادیا تھا۔

<u>۲۔ منارۂ شرقیہ:</u> اس کو منارۂ سنجاریہ اور عزیزیہ بھی کہتے تھے۔ یہ مسجد کے شمالی شرقی کونے میں بنایا گیا تھا۔ سعودی تعمیر کے دوران اسے بھی منہدم کردیا گیا تھا۔

<u>۳۔ منارۂ جنوبیہ شرقیہ:</u> یہ سب سے بڑا منار تھا۔ اور اب بھی منارۂ رئیسیہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مسجد نبوی کے جنوبی شرقی گوشے میں گنبد خضرا سے متصل ہے۔ اشرف قایتبائی نے ۸۸۶ھ، ۸۸۸ھ اور ۸۹۲ھ (۱۴۸۴ء، ۱۴۸۶ء، ۱۴۹۰ء) میں تین مرتبہ اس کی تجدید و تعمیر کرائی۔ انہوں نے اس کی تعمیر میں سنگ موسیٰ استعمال کیا اور اس کی اونچائی ۶۰ میٹر تک بڑھادی۔ اہل مدینہ منورہ نے گنبد خضرا کے ساتھ ساتھ بطور یادگار اس منار کو بھی خود ہی تعمیر کیا تھا۔ ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۷ء) میں پہلی مرتبہ مدینہ منورہ سے شائع ہونے والے اخبار "المدینہ" کے سرِورق پر اس منار کی تصویر علامت کے طور چھاپی گئی تھی۔

<u>۴۔ منارۂ غربیہ جنوبیہ:</u> اس کو منارۂ باب السلام بھی کہا جاتا ہے اور یہ اب تک موجود ہے۔ مشہور مورخ طبری کے بقول ۷۰۶ھ (۱۳۰۹ء) میں سلطان ناصر محمد ابن قلاون کی تجدید و تعمیر کے بعد سے اب تک یہ منار اسی جگہ موجود ہے۔ مگر مورخ ابن فرحون کا کہنا ہے کہ اس منار کو فور المظفری المعروف بہ حریری نے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔

<u>۵۔ منارۂ غربیہ:</u> یہ منار باب الرحمۃ کے نام سے مشہور تھا اور ۸۸۸ھ (۱۴۸۶ء) میں اشرف قایتبائی جنے اسے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ یہ منار مسجد نبوی کی دیوار کے باہر اس مکان سے متصل تھا جس کے اندر مدرسہ محمودیہ کے اساتذہ قیام رکھتے تھے۔ سعودی حکومت نے مسجد نبوی کی تجدید و تعمیر کے وقت یہ منار اور مدرسہ منہدم کرادیا تھا۔

سعودی منارے

مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کے دوران شمالی مشرقی، شمالی مغربی منارے اور منارۂ باب الرحمۃ منہدم کردیے گئے تھے۔ ان کی جگہ دو منارے ہر ایک کی بلندی ۷۰ میٹر اور بنیاد ۱۷ میٹر گہری ہے، فن تعمیر کے جدید طرز پر تعمیر کے جدید طرز پر بنائے گئے ہیں۔ ان مناروں کا مطاف جس کے چاروں طرف گھوم کر موذن اذان دینے کے لئے چڑھتا ہے بے شمار برقی قمقموں سے محیط ہے اور ہر منار کی چوٹی پر اتنی تیز روشنی ہوتی ہے جس دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک منارۂ نور آسمان کی بلندیوں کو چھورہا ہے۔

Marfat.com

منارِ مسجدِ نبوی

عہد نبوی   اور خلفائے راشدین کے زمانے تک مسجدِ نبوی میں کوئی منار نہیں تھا۔ امویوں کے عہد حکومت میں عمر ابن عبدالعزیز، امیر مدینہ منورہ نے ۹۱-۸۸ھ (۷۱۰-۷۰۸ء) میں توسیع کے دوران پہلی مرتبہ مسجد کے منار تعمیر کرائے۔ انہوں نے مسجد کے چاروں کونوں پر چار منار تعمیر کرائے۔

<u>سلطان عبدالمجید کی تجدید کے دوران بنائے گئے مینار:</u> سلطان عبدالمجید نے عثمانی دورِ حکومت میں مسجد کی تجدید و توسیع کے دوران مندرجہ ذیل پانچ مینار تعمیر کرائے:

<u>۱۔ منارۂ شامیہ غربیہ:</u> یہ منار پہلے مسجد کے شمال غربی گوشے میں بنایا گیا تھا۔ جب سعودی حکومت نے مسجدِ نبوی کی نئی تعمیر کرائی تو اس مینار کو منہدم کرادیا تھا۔

<u>۲۔ منارۂ شرقیہ:</u> اس کو منارۂ سنجاریہ اور عزیزیہ بھی کہتے تھے۔ یہ مسجد کے شمالی شرقی کونے میں بنایا گیا تھا۔ سعودی تعمیر کے دوران اسے بھی منہدم کردیا گیا تھا۔

<u>۳۔ منارۂ جنوبیہ شرقیہ:</u> یہ سب سے بڑا منار تھا۔ اور اب بھی منارۂ رئیسیہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مسجد نبوی کے جنوبی شرقی گوشے میں گنبد خضرا سے متصل ہے۔ اشرف قایتبائی نے ۸۸۶ھ، ۸۸۸ھ اور ۸۹۲ھ (۱۴۸۴ء، ۱۴۸۶ء، ۱۴۹۰ء) میں تین مرتبہ اس کی تجدید و تعمیر کرائی۔ انہوں نے اس کی تعمیر میں سنگ موسیٰ استعمال کیا اور اس کی اونچائی ۶۰ میٹر تک بڑھادی۔ اہل مدینہ منورہ نے گنبد خضرا کے ساتھ ساتھ بطور یادگار اس منار کو بھی خود ہی تعمیر کیا تھا۔ ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۷ء) میں پہلی مرتبہ مدینہ منورہ سے شائع ہونے والے اخبار "المدینہ" کے سرورق پر اس منار کی تصویر علامت کے طور چھاپی گئی تھی۔

<u>۴۔ منارۂ غربیہ جنوبیہ:</u> اس کو منارۂ باب السلام بھی کہا جاتا ہے اور یہ اب تک موجود ہے۔ مشہور مورخ طبری کے بقول ۷۰۶ھ (۱۳۰۹ء) میں سلطان ناصر محمد ابن قلاون کی تجدید و تعمیر کے بعد سے اب تک یہ منار اسی جگہ موجود ہے۔ مگر مورخ ابن فرحون کا کہنا ہے کہ اس منار کو نور المظفری المعروف بہ حریری نے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔

<u>۵۔ منارۂ غربیہ:</u> یہ منار باب الرحمۃ کے نام سے مشہور تھا اور ۸۸۸ھ (۱۴۸۶ء) میں اشرف قایتبائی جنہوں نے اسے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ یہ منار مسجد نبوی کی دیوار کے باہر اس مکان سے متصل تھا جس کے اندر مدرسہ محمودیہ کے اساتذہ قیام رکھتے تھے۔ سعودی حکومت نے مسجد نبوی کی تجدید و تعمیر کے وقت یہ منار اور مدرسہ منہدم کرادیا تھا۔

سعودی منارے

مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کے دوران شمالی مشرقی، شمالی مغربی منارے اور منارۂ باب الرحمۃ منہدم کردیے گئے تھے۔ ان کی جگہ دو منارے ہر ایک کی بلندی ۷۰ میٹر اور بنیاد ۱۷ میٹر گہری ہے، فن تعمیر کے جدید طرز پر تعمیر کے جدید طرز پر بنائے گئے ہیں۔ ان مناروں کا مطاف جس کے چاروں طرف گھوم کر موذن اذان دینے کے لئے چڑھتا ہے بے شمار برقی قمقموں سے محیط ہے اور ہر منار کی چوٹی پر اتنی تیز روشنی ہوتی ہے جس دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک منارۂ نور آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔

دور عثمانیہ کے سلیم جنہوں نے روضۂ مطہرہ
کے ستونوں کی تزئین کرائی

روضۂ مطہرہ کا اندرونی منظر

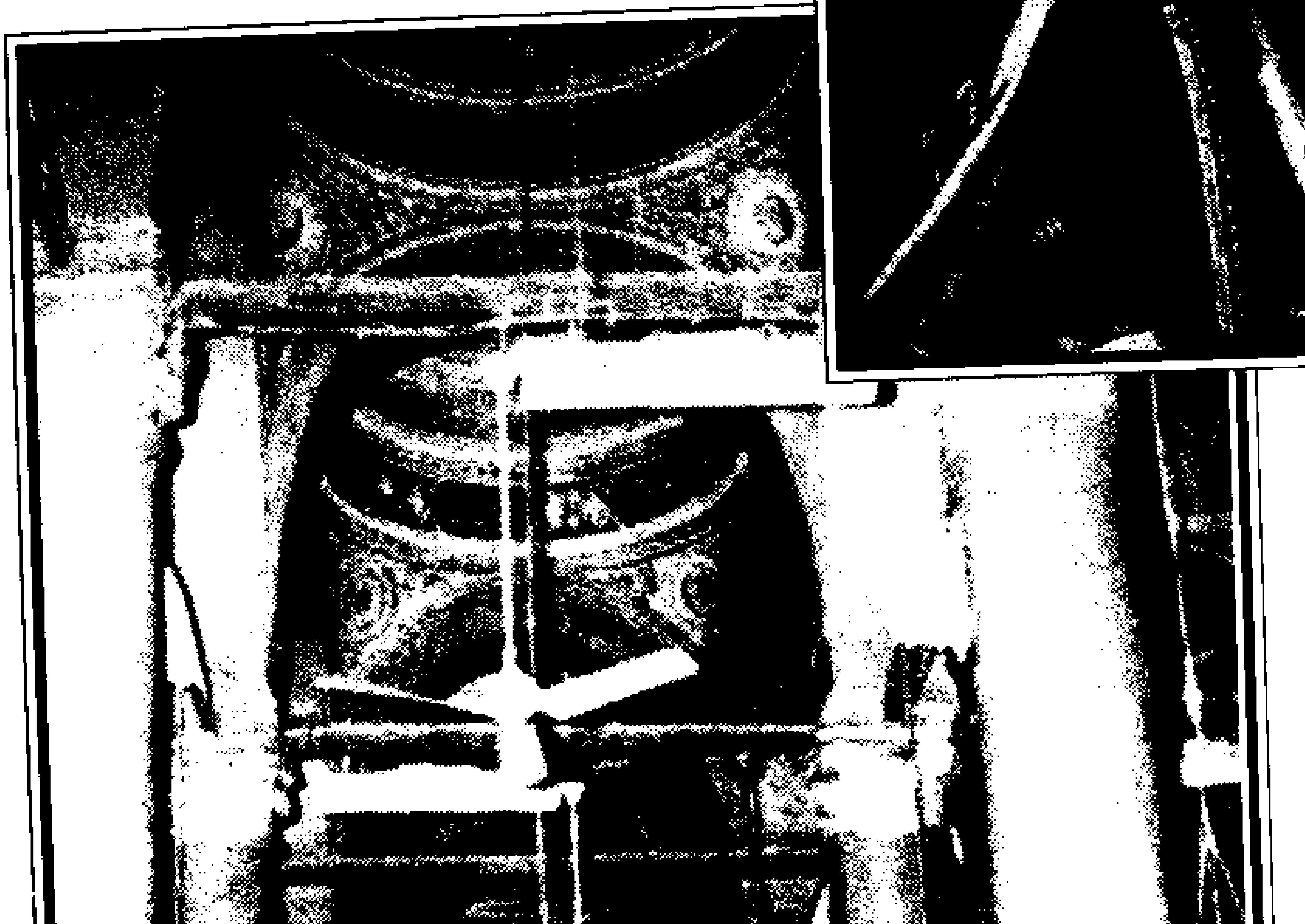

Marfat.com

دور عثمانیہ کے سلیم جنہوں نے روضۂ مطہرہ
کے ستونوں کی تزئین کرائی

روضۂ مطہرہ کا اندرونی منظر

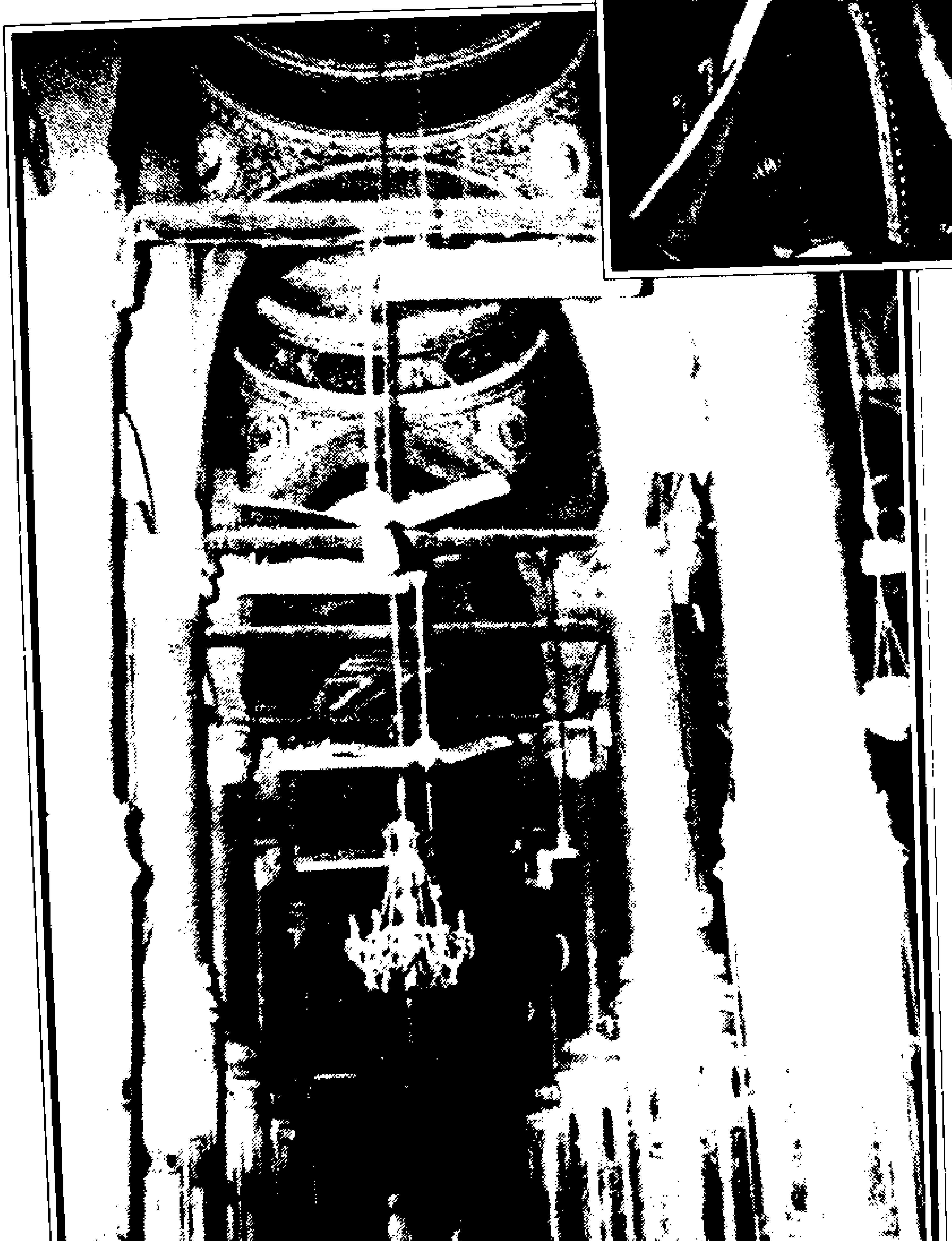

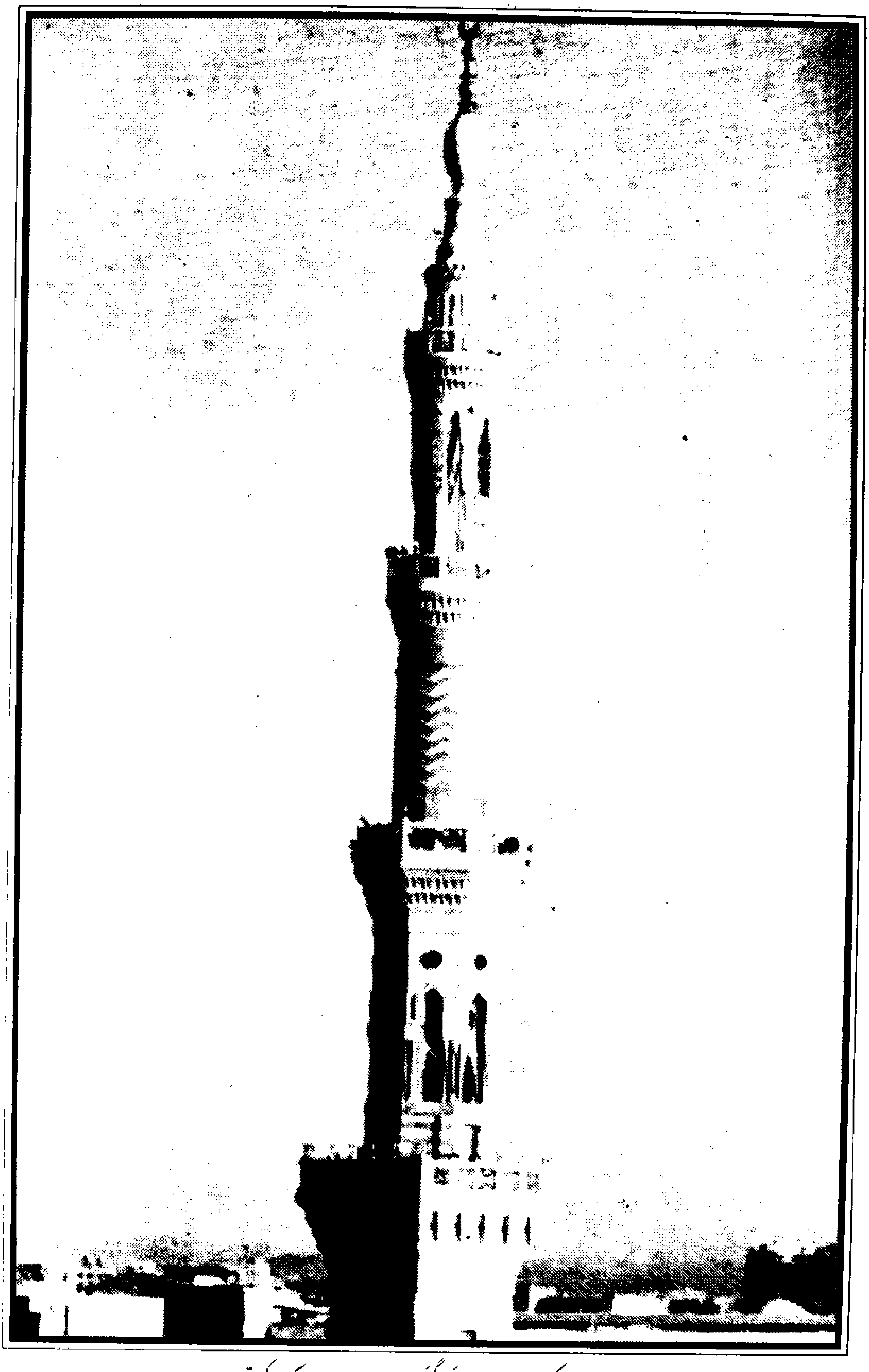

سعودی دورِ حکومت میں بنائے گئے دو میناروں میں سے ایک کی تصویر

Marfat.com

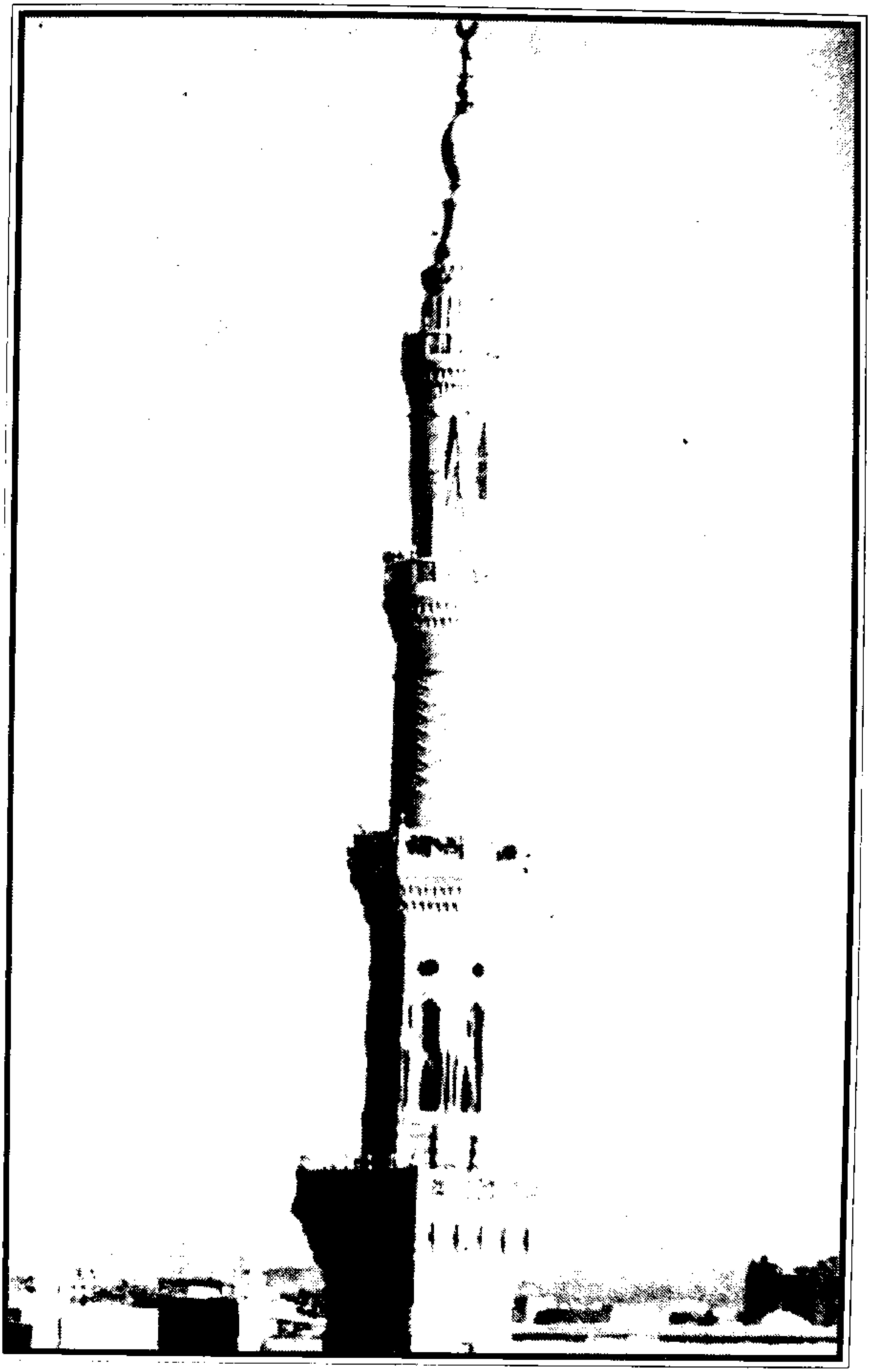

سعودی دورِ حکومت میں بنائے گئے دو مناروں میں سے ایک کی تصویر

مسجد نبوی کے وسعت دہندگان

جن حضرات نے مسجد نبوی کی توسیع و تجدید میں حصہ لیا ان میں خلیفہ دوم حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ، خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، اموی حکمراں ولید بن عبد الملک، خلیفہ مہدی العباسی، اشرف قایتبائی، سلطان عبد المجید عثمانی اور شاہ عبد العزیز ابن سعود کے اسمائے گرامی سر فہرست ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توسیع و تجدید: ۱۷ھ (۶۳۹ء) میں حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جنوبی سمت کی طرف ایک ستون، مغربی جانب دو ستون اور شمالی جانب ۵ء۹ ۴ میٹر کے بقدر مسجد نبوی کی توسیع کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توسیع کا کل رقبہ گیارہ سو میٹر کے بقدر تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توسیع و تجدید: ۲۸ھ سے ۳۰ھ (۶۵۰ء تا ۶۵۲ء) تک خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد کا رقبہ جنوب و مغرب کی طرف بقدر ایک ستون اور شمال کی جانب ۵ء۴ میٹر تک بڑھایا۔ بعض مورخین کا یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شمال کی جانب جو توسیع کی اس کا رقبہ ۲۲۵ء۵ میٹر تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی تعمیر و توسیع میں منقش پتھر، لوہا اور سیسہ کرایا تھا۔ اور آپ کی توسیع کا کل رقبہ ۴۹۶ مربع میٹر تھا۔

توسیع ولید بن عبد الملک: ۸۸ھ سے ۹۱ء (۷۰۸ء تا ۷۱۱ء) تک اموی حکمراں ولید بن عبد الملک نے مسجد نبوی کی تجدید کی اور اس کا رقبہ وسیع کیا۔ بعض مورخین کے بقول ۹۳ھ (۷۱۳ء) میں یہ تعمیر و تجدید تکمیل کو پہنچی۔ یہ کام امیر مدینہ منورہ عمر بن عبدالعزیز کی زیر نگرانی انجام پایا۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے بعد پہلی بار مسجد نبوی میں منارے تعمیر کرائے اور محرابوں و چھجوں کا اضافہ کیا۔ عمر بن عبد العزیز نے مسجد کو وسعت دینے کے لئے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا (امہات المومنینؓ) کے حجروں کو منہدم کرا کے مسجد میں شامل کر دیا اور مشرق، مغرب اور شمال کی جانب مسجد کی جگہ کافی کشادہ ہو گئی۔ بعض مورخین کے بیان کے مطابق اس توسیع کے بعد مسجد نبوی کا طول و عرض ۹۰ میٹر ہو گیا تھا۔ اموی حکمراں ولید ابن عبد الملک کے عہد میں جو توسیع کی گئی اس کا کل رقبہ ۲۳۶۹ مربع میٹر تھا۔ مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کے سلسلے میں ولید ابن عبد الملک نے شاہ روم سے معاونت حاصل کی تھی۔ مورخ اسلام ابن قدامہ کے بقول شاہ روم نے ۴۰ رومی اور ۴۰ قفطی مزدوروں کے علاوہ بھاری مقدار میں زر و جواہر اور منقش پتھر بھیجے تھے۔ اس تجدید میں دیواروں کے اندرونی حصوں کو سونے، سنگ مرمر اور دوسرے منقش پتھروں سے مزین کیا گیا تھا۔ دروازے کی سیڑھیوں پر بھی سنہری کام کیا گیا تھا۔

حجرات امہات المومنین رضی اللہ عنہما کے بارے میں سعید بن المسیب کی رائے: سعید بن المسیب یہ چاہتے تھے کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہما کے حجروں کو اپنی اصلی جگہ پر برقرار رکھا جائے۔ انہوں نے کہا کہ "میں چاہتا تھا کہ یہ حجرے منہدم نہ کئے جاتے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ حیات طیبہ کو نمونۂ تقلید بناتیں اور انہیں یہ احساس ہوتا کہ دنیاوی عیش اور مادی لذتوں کے درمیان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح فقر کی حیات مبارکہ بسر فرماتے تھے"۔

خلیفہ مہدی العباسی کی توسیع: ۱۶۱ھ سے ۱۶۵ھ (۷۷۹ء تا ۷۸۳ء) تک عباسی حکمراں مہدی العباسی نے مسجد

Marfat.com

مسجد نبوی کے وسعت دہندگان

جن حضرات نے مسجد نبوی کی توسیع و تجدید میں حصہ لیا ان میں خلیفہ دوم حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ، خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، اموی حکمراں ولید بن عبد الملک، خلیفہ مہدی العباسی، اشرف قایتبائی، سلطان عبد المجید عثمانی اور شاہ عبد العزیز ابن سعود کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توسیع و تجدید: ۱۷ھ (۶۳۹ء) میں حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جنوبی سمت کی طرف ایک ستون، مغربی جانب دو ستون اور شمالی جانب ۹ء۴۵ میٹر کے بقدر مسجد نبوی کی توسیع کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توسیع کا کل رقبہ گیارہ سو میٹر کے بقدر تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توسیع و تجدید: ۲۸ھ سے ۳۰ھ (۶۵۰ء تا ۶۵۲ء) تک خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد کا رقبہ جنوب و مغرب کی طرف بقدر ایک ستون اور شمال کی جانب ۵ء۴ میٹر تک بڑھایا۔ بعض مورخین کا یہ کہنا غلط ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شمال کی جانب جو توسیع کی اس کا رقبہ ۵ء۲۲ میٹر تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی تعمیر و توسیع میں منقش پتھر، لوہا اور سیسہ کرایا تھا۔ اور آپ کی توسیع کا کل رقبہ ۴۹۶ مربع میٹر تھا۔

توسیع ولید بن عبد الملک: ۸۸ھ سے ۹۱ء (۷۰۸ء تا ۷۱۱ء) تک اموی حکمراں ولید بن عبد الملک نے مسجد نبوی کی تجدید کی اور اس کا رقبہ وسیع کیا۔ بعض مورخین کے بقول ۹۳ھ (۷۱۳ء) میں یہ تعمیر و تجدید تکمیل کو پہنچی۔ یہ کام امیر مدینہ منورہ عمر بن عبدالعزیز کی زیر نگرانی انجام پایا۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے بعد پہلی بار مسجد نبوی میں منارے تعمیر کرائے اور محرابوں و چھجوں کا اضافہ کیا۔ عمر بن عبد العزیز نے مسجد کو وسعت دینے کے لئے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا (امہات المومنینؓ) کے حجروں کو منہدم کرا کے مسجد میں شامل کر دیا اور مشرق، مغرب اور شمال کی جانب مسجد کی جگہ کافی کشادہ ہو گئی۔ بعض مورخین کے بیان کے مطابق اس توسیع کے بعد مسجد نبوی کا طول و عرض ۹۰ میٹر ہو گیا تھا۔ اموی حکمراں ولید ابن عبد الملک کے عہد میں جو توسیع کی گئی اس کا کل رقبہ ۲۳۶۹ مربع میٹر تھا۔ مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کے سلسلے میں ولید ابن عبد الملک نے شاہ روم سے معاونت حاصل کی تھی۔ مورخ اسلام ابن قدامہ کے بقول شاہ روم نے ۴۰ رومی اور ۴۰ قبطی مزدوروں کے علاوہ بھاری مقدار میں زر و جواہر اور منقش پتھر بھیجے تھے۔ اس تجدید میں دیواروں کے اندرونی حصوں کو سونے، سنگ مرمر اور دوسرے منقش پتھروں سے مزین کیا گیا تھا۔ دروازے کی سیڑھیوں پر بھی سنہری کام کیا گیا تھا۔

حجرات امہات المومنین رضی اللہ عنہا کے بارے میں سعید بن المسیب کی رائے: سعید بن المسیب یہ چاہتے تھے کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہا کے حجروں کو اپنی اصلی جگہ پر برقرار رکھا جائے۔ انہوں نے کہا کہ "میں چاہتا تھا کہ یہ حجرے منہدم نہ کئے جاتے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ حیات طیبہ کو نمونۂ تقلید بنائیں اور انہیں یہ احساس ہوتا کہ دنیاوی عیش اور مادی لذتوں کے درمیان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح فقر کی حیات مبارکہ بسر فرماتے تھے"۔

خلیفہ مہدی العباسی کی توسیع: ۱۶۱ھ سے ۱۶۵ھ (۷۷۹ء تا ۷۸۳ء) تک عباسی حکمراں مہدی العباسی نے مسجد

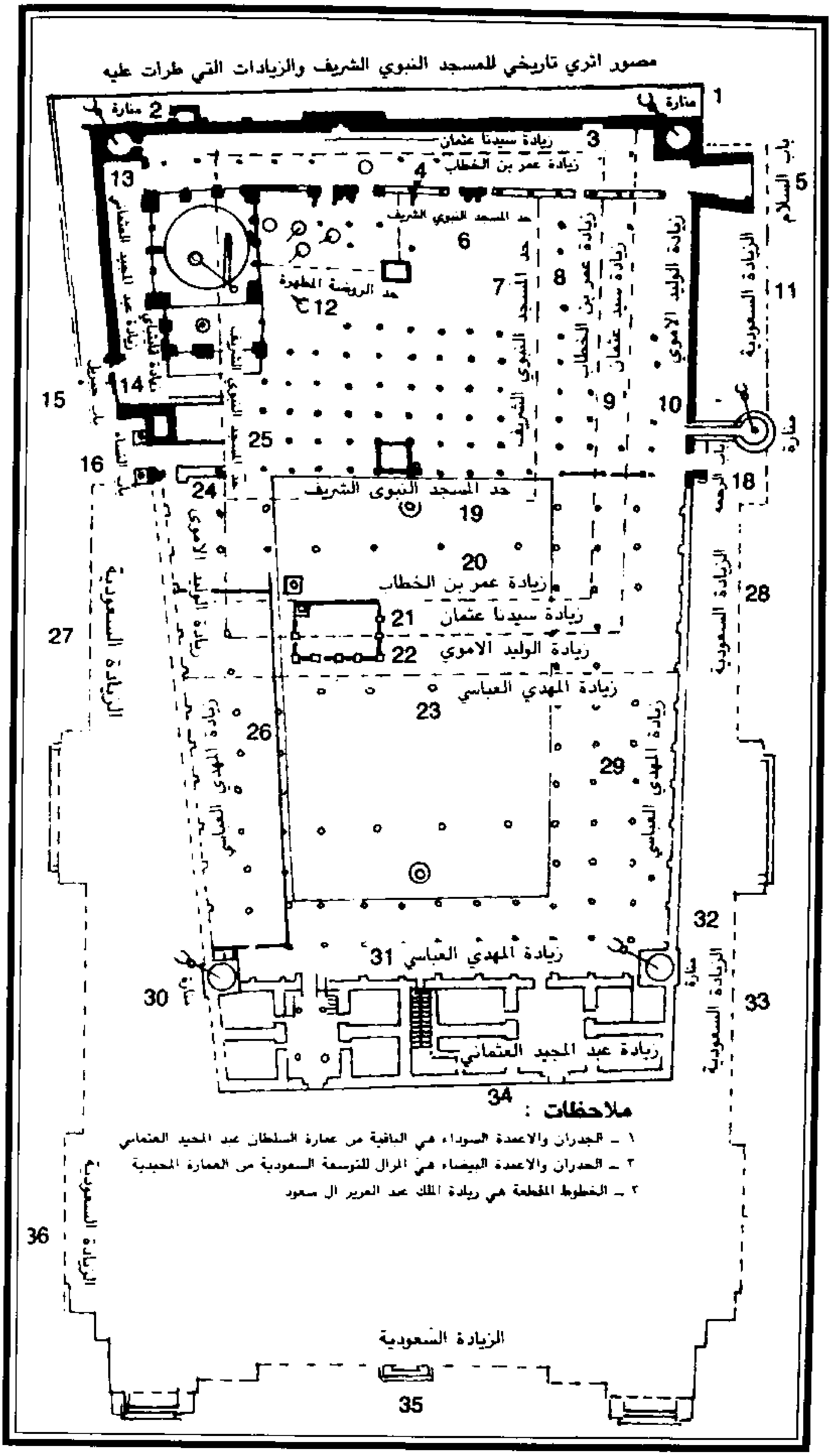

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لیکر سلطان عبدالمجید کے دور تک مسجد نبوی کی توسیع و تجدید کے تاریخی منصوبوں کو ظاہر کرنیوالا نقشہ۔

Marfat.com

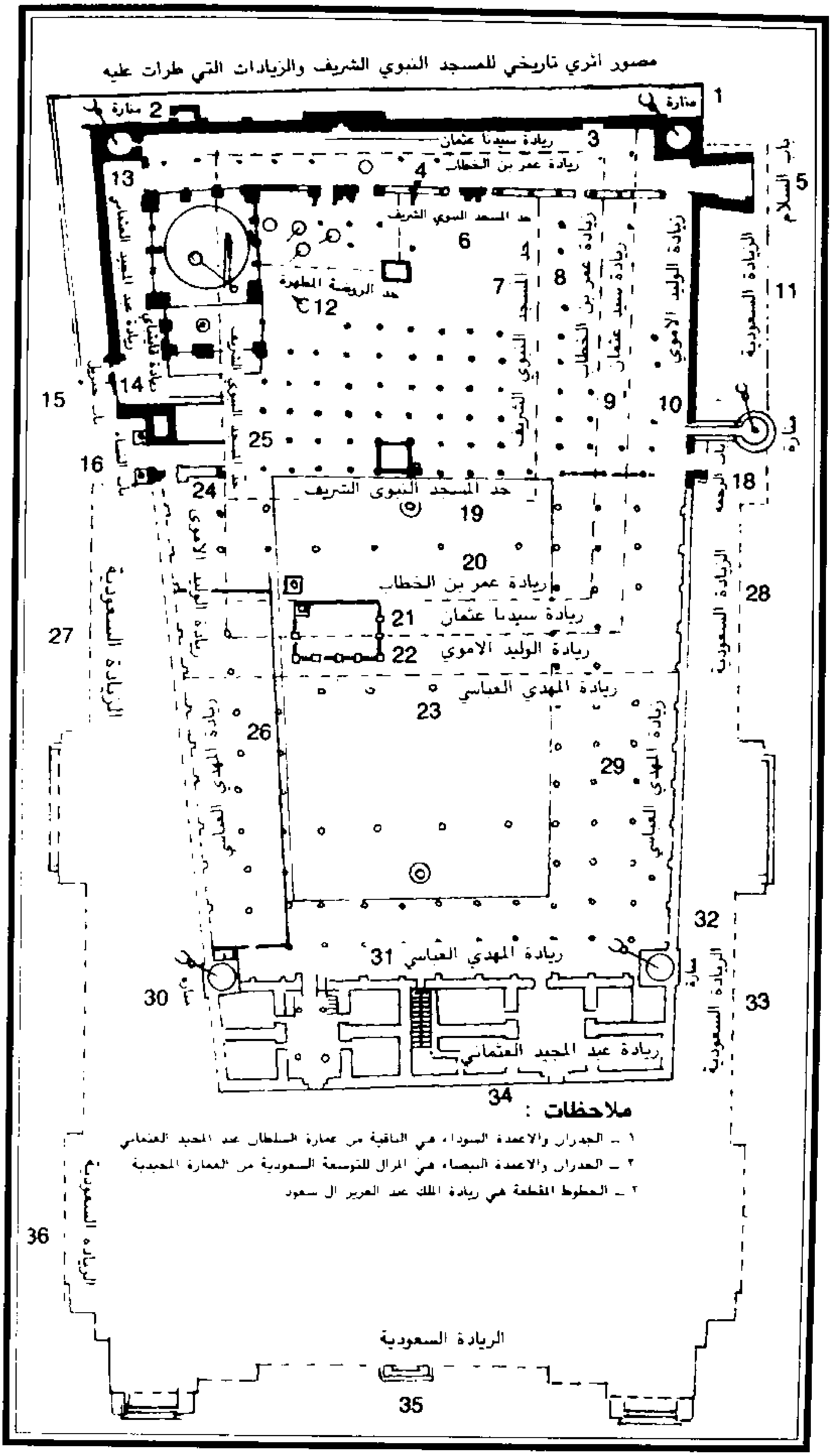

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لیکر سلطان عبدالمجید کے دور تک مسجد نبوی کی توسیع و تجدید کے تاریخی منصوبوں کو ظاہر کرنیوالا نقشہ۔

نبوی کو جانب شمال ۴۵ میٹر کے بقدر وسعت دی۔ بعض مؤرخین کے بقول اس نئی توسیع کی بدولت مسجد کا طول ۱۳۵ میٹر اور عرض ۴۸۰۶ میٹر ہو گیا۔ انہوں نے بعض اصحاب کرام مثلاً عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، شراحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے مکانات کو مسجد میں شامل کر لیا۔ جس سے توسیع کا کل رقبہ ۲۴۵۰ مربع میٹر ہو گیا۔

اشرف قایتبائی کی تجدید و توسیع: مسجد نبوی میں دو مرتبہ آگ لگی جس سے کافی نقصانات ہوئے۔ پہلی مرتبہ ۶۵۴ھ (۱۲۵۸ء) میں اور دوسری مرتبہ ۸۸۶ھ (۱۴۴۸ء) میں آتشزدگی کے واقعات ہوئے۔ پہلی آتشزدگی کے بعد متعدد مسلمان بادشاہوں اور والیانِ ریاست نے مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لیا۔ ان میں سب سے پہلے عباسی حکمران المعتصم باللہ نے بغداد سے عمارتی سامان اور معمار بھیجے۔ چنانچہ ۶۵۵ھ (۱۲۵۹ء) میں از سر نو تعمیر شروع ہوئی۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد بغداد پر تاتاریوں کے حملے اور قبضے کے باعث تعمیر میں خلل واقع ہو گیا۔ جس کے بعد دوسرے مسلم قائدین نے جلد ہی تعمیر کا کام سنبھالنے کی کوششیں شروع کر دیں جن کے نام اس طرح ہیں: المظفر شمس الدین حاکم یمن اور مصر کے حکمران المنصور نور الدین، علی ابن المعز ایبک، الظاہر رکن الدین بیبرس البندقاری، ناصر محمد بن قلاوون صالحی، اشرف برسبائی، الظاہر چقمق، اور سلطان اشرف قایتبائی۔ ان سلاطین نے کافی سال تک کام جاری رکھا لیکن مسجد نبوی کے رقبے میں کوئی توسیع نہ کی۔ ۸۸۶ھ (۱۴۸۴ء) میں دوسری مرتبہ مسجد نبوی میں آگ لگنے کے بعد اہل مدینہ نے سلطانِ مصر الاشرف قایتبائی کو لکھا جنہوں نے جملہ ضروری ساز و سامان، معمار اور نقد روپیہ تجدید مسجد کے لئے بھیج دیا۔ مسجد کی چھت ۸۸۸ھ (۱۴۸۶ء) میں مکمل ہوئی اور ۸۹۰ھ (۱۴۸۸ء) تک تجدید و تعمیر کا تمام کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

سلطانِ مصر الاشرف قایتبائی

تجدید قایتبائی کا تذکرہ: مشہور مورخ البرزنجی نے اپنی کتاب "نزھۃ الناظرین" میں سلطان قایتبائی کی تجدید کا ذکر کیا ہے۔ بعد میں سلاطینِ عثمانی نے اپنے طور پر تجدید و توسیع کا کام انجام دیا۔ برزنجی کا کہنا ہے کہ مسجد نبوی میں لکڑی کے لٹھوں کی چھت، اینٹوں کی چنائی، سنگِ سیاہ کے ستون اور لوہے کے شہتیر تھے جن کو سیسہ اور دھات سے جوڑا گیا تھا۔

مسجد نبوی کے رقبے میں اختلافات: برزنجی کے بقول مسجد نبوی کی سابقہ پیمائش آلات پیمائش میں فرق ہونے کے باعث محض قیاسی تھی ان کے مطابق قایتبائی کی تجدید سے قبل مسجد کا عرض جانب جنوب ۶۴۰۲ میٹر ہونا یقینی ہے اور ۸۸۶ھ (۱۴۸۶ء) میں جب سلطان اشرف قایتبائی نے گنبد خضرا کی دوبارہ

Marfat.com

نبوی کو جانب شمال ۴۵ میٹر کے بقدر وسعت دی۔ بعض مؤرخین کے بقول اس نئی توسیع کی بدولت مسجد کا طول ۱۳۵ میٹر اور عرض ۴۸۰۶ میٹر ہو گیا۔ انہوں نے بعض اصحاب کرام مثلاً عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، شرا جیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے مکانات کو مسجد میں شامل کر لیا۔ جس سے توسیع کا کل رقبہ ۲۴۵۰ مربع میٹر ہو گیا۔

اشرف قایتبائی کی تجدید و توسیع: مسجد نبوی میں دو مرتبہ آگ لگی جس سے کافی نقصانات ہوئے۔ پہلی مرتبہ ۶۵۴ھ (۱۲۵۸ء) میں اور دوسری مرتبہ ۸۸۶ھ (۱۴۴۸ء) میں آتشزدگی کے واقعات ہوئے۔ پہلی آتشزدگی کے بعد متعدد مسلمان بادشاہوں اور والیانِ ریاست نے مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لیا۔ ان میں سب سے پہلے عباسی حکمران المعتصم باللہ نے بغداد سے عمارتی سامان اور معمار بھیجے۔ چنانچہ ۶۵۵ھ (۱۲۵۹ء) میں از سرِ نو تعمیر شروع ہوئی۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد بغداد پر تاتاریوں کے حملے اور قبضے کے باعث تعمیر میں خلل واقع ہو گیا۔ جس کے بعد دوسرے مسلم قائدین نے جلد ہی تعمیر کا کام سنبھالنے کی کوششیں شروع کر دیں جن کے نام اس طرح ہیں: المظفر شمس الدین حاکمِ یمن اور مصر کے حکمران المنصور نور الدین، علی ابن المعز ایبک، الظاہر رکن الدین بیبرس البندقاری، ناصر محمد بن قلاوون صالحی، اشرف برسبائی، الظاہر جقمق، اور سلطان اشرف قایتبائی۔ ان سلاطین نے کافی سال تک کام جاری رکھا لیکن مسجد نبوی کے رقبے میں کوئی توسیع نہ کی۔ ۸۸۶ھ (۱۴۸۴ء) میں دوسری مرتبہ مسجد نبوی میں آگ لگنے کے بعد اہل مدینہ نے سلطانِ مصر الاشرف قایتبائی کو لکھا جنہوں نے جملہ ضروری ساز و سامان، معمار اور نقد روپیہ تجدید مسجد کے لئے بھیج دیا۔ مسجد کی چھت ۸۸۸ھ (۱۴۸۶ء) میں مکمل ہوئی اور ۸۹۰ھ (۱۴۸۸ء) تک تجدید و تعمیر کا تمام کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

سلطانِ مصر الاشرف قایتبائی

تجدید قایتبائی کا تذکرہ: مشہور مورخ البرزنجی نے اپنی کتاب "نزھۃ الناظرین" میں سلطان قایتبائی کی تجدید کا ذکر کیا ہے۔ بعد میں سلاطینِ عثمانی نے اپنے طور پر تجدید و توسیع کا کام انجام دیا۔ برزنجی کا کہنا ہے کہ مسجد نبوی میں لکڑی کے لٹھوں کی چھت، اینٹوں کی چنائی، سنگِ سیاہ کے ستون اور لوہے کے شہتیر تھے جن کو سیسہ اور دھات سے جوڑا گیا تھا۔

مسجد نبوی کے رقبے میں اختلافات: برزنجی کے بقول مسجد نبوی کی سابقہ پیمائش آلات پیمائش میں فرق ہونے کے باعث محض قیاسی تھی ان کے مطابق قایتبائی کی تجدید سے قبل مسجد کا عرض جانب جنوب ۶۴.۲ میٹر ہونا یقینی ہے اور ۸۸۶ھ (۱۴۸۶ء) میں جب سلطان اشرف قایتبائی نے گنبد خضرا کی دوبارہ

تعمیر کے وقت ایک میٹر کے بقدر دیوار بڑھائی تھی اس سے پہلے کوئی بھی توسیع نہیں ہوئی تھی۔ عثمانی سلطان عبد المجید نے بھی مشرق کی سمت سے دو میٹر کا اضافہ کیا تھا۔

برزنجی کا کہنا ہے کہ انہوں نے خود مسجد کی پیمائش کی جس کی رو سے سامنے کا حصہ ۷۰.۷ میٹر اور پچھلا حصہ ۶۰.۷ میٹر چوڑا تھا۔ ان کی پیمائش مشہور مورخ اسلام السمہودی کے بیان سے مطابقت رکھتی ہے۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بعض مورخین نے صحیح پیمائش بیان نہیں کی ہے اور مختلف توسیعات کو خلط ملط کر دیا ہے۔ بظاہر یہ غلط فہمی حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی توسیع کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جنوب، شمال اور مغرب کی سمتوں میں ضرور توسیع کی اور اس طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھی مسجد کے رقبے میں اضافہ کیا۔ اموی حکمراں ولید نے مسجد کے ہر چہار اطراف میں توسیع کی جبکہ عباسی خلیفہ نے صرف شمال کی طرف اضافہ کیا۔

سلطان عبدالمجید کی توسیع و تجدید: مسجد نبوی میں دوسری مرتبہ آگ لگ جانے کے بعد سلطان قایتبائی نے جو تعمیر کرائی تھی وہ ۳۸۷ سال تک قائم رہی پھر امتداد زمانہ کے باعث یہ تعمیر بوسیدہ و شکستہ ہوتی چلی گئی۔ اس وقت کے شیخ الحرم داؤد پاشا نے ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۷ء) میں مسجد نبوی کو شکستہ حالی کے بارے میں سلطنت عثمانیہ، استنبول کے سلطان عبد المجید خاں کو آگاہ کیا۔ سلطان موصوف نے مسجد کی حالت پر تشویش ظاہر کی اور فوراً تحقیقات کا حکم دیا۔ جب انہیں مسجد کی زبوں حالی کا یقین ہو گیا تو انہوں نے ماہرین فن تعمیر، معمار، نجار اور سامان تعمیر بھیج دیا۔ ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۹ء) میں تعمیر جدید شروع ہوئی اور تیرہ سال بعد پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اس مرتبہ ذوالحلیفہ میں واقع جماوات کے مغربی پہاڑ سے سرخ پتھر کی اینٹیں حاصل کر کے مسجد تعمیر کی گئی۔ یہ مسجد کی سب سے حسین و جمیل اور عظیم ترین تجدید تھی۔ مسجد نبوی کا جنوبی حصہ جس کو سلطان عبد المجید نے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ سعودی دور کی تجدید و تعمیر کے باوجود اب تک باقی بعینہ ہے۔ یہ حصہ اب تک مضبوط و پائیدار ہے اور خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ مسجد کی چھت سے شہتیر اور کڑیاں نکال کر گنبد تعمیر کئے گئے تھے اور ان کے اندرونی حصوں کو نقش و نگار سے مزین کیا گیا تھا۔ دیواروں پر چاروں طرف قرآنی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارک نہایت خوشنما سنہرے عربی حروف میں لکھے گئے تھے۔ مسجد کے جنوبی حصے میں سلطان عبدالمجید کے بنوائے ہوئے دروازوں میں باب جبریل، باب السلام اور باب الرحمۃ اب تک موجود ہیں۔ سعودی حکومت نے مسجد نبوی کی تجدید کے وقت شمالی حصے میں باب المجیدی اور باب مخزن الزیت منہدم کرا دیئے تھے۔

البرزنجی کا کہنا ہے کہ سلطان عبد المجید نے تجدید مسجد کے لئے سونے کی ۱۴۰ تھیلیاں بھیجی تھیں جن میں ہر تھیلی کے اندر ۵ مجیدی اشرفیاں تھیں، اور ہر ایک کا رائج الوقت وزن ۱۳۰ قرش تھا۔ سلطان عبد المجید نے قرآن کے درس کے لئے مدرسے اور شمال کی جانب سامان رکھنے کے لئے کمرے بھی بنوائے تھے۔ انہوں نے مسجد کو شمالی سمت میں ۲.۲ مربع میٹر وسعت دی۔ یہ منارۂ رئیسیہ سے باب جبریل تک کا حصہ ہے۔ انہوں نے کل ۱۲۹۳ مربع میٹر توسیع کی۔

Marfat.com

تعمیر کے وقت ایک میٹر کے بقدر دیوار بڑھائی تھی اس سے پہلے کوئی بھی توسیع نہیں ہوئی تھی۔ عثمانی سلطان عبد المجید نے بھی مشرق کی سمت سے دو میٹر کا اضافہ کیا تھا۔

برزنجی کا کہنا ہے کہ انہوں نے خود مسجد کی پیمائش کی جس کی رو سے سامنے کا حصہ ۷۸.۰۷ میٹر اور پچھلا حصہ ۶۰.۰۷ میٹر چوڑا تھا۔ ان کی پیمائش مشہور مورخ اسلام السمہودی کے بیان سے مطابقت رکھتی ہے۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بعض مورخین نے صحیح پیمائش بیان نہیں کی ہے اور مختلف توسیعات کو خلط ملط کر دیا ہے۔ بظاہر یہ غلط فہمی حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی توسیع کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جنوب، شمال اور مغرب کی سمتوں میں ضرور توسیع کی اور اس طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھی مسجد کے رقبے میں اضافہ کیا۔ اموی حکمران ولید نے مسجد کے ہر چہار اطراف میں توسیع کی جبکہ عباسی خلیفہ نے صرف شمال کی طرف اضافہ کیا۔

سلطان عبدالمجید کی توسیع و تجدید: مسجد نبوی میں دوسری مرتبہ آگ لگ جانے کے بعد سلطان قایتبائی نے جو تعمیر کرائی تھی وہ ۳۸۷ سال تک قائم رہی پھر امتداد زمانہ کے باعث یہ تعمیر بوسیدہ و شکستہ ہوتی چلی گئی۔ اس وقت کے شیخ الحرم داؤد پاشا نے ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۷ء) میں مسجد نبوی کو شکستہ حالی کے بارے میں سلطنت عثمانیہ، استنبول کے سلطان عبد المجید خاں کو آگاہ کیا۔ سلطان موصوف نے مسجد کی حالت پر تشویش ظاہر کی اور فوراً تحقیقات کا حکم دیا۔ جب انہیں مسجد کی زبوں حالی کا یقین ہوگیا تو انہوں نے ماہرین فن تعمیر، معمار، نجار اور سامان تعمیر بھیج دیا۔ ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۹ء) میں تعمیر جدید شروع ہوئی اور تیرہ سال بعد پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اس مرتبہ ذوالحلیفہ میں واقع جماوات کے مغربی پہاڑ سے سرخ پتھر کی اینٹیں حاصل کر کے مسجد تعمیر کی گئی۔ یہ مسجد کی سب سے حسین و جمیل اور عظیم ترین تجدید تھی۔ مسجد نبوی کا جنوبی حصہ جس کو سلطان عبد المجید نے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ سعودی دور کی تجدید و تعمیر کے باوجود اب تک باقی بعینہ ہے۔ یہ حصہ اب تک مضبوط و پائیدار ہے اور خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ مسجد کی چھت سے شہتیر اور کڑیاں نکال کر گنبد تعمیر کئے گئے تھے اور ان کے اندرونی حصوں کو نقش و نگار سے مزین کیا گیا تھا۔ دیواروں پر چاروں طرف قرآنی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارک نہایت خوشنما سنہرے عربی حروف میں لکھے گئے تھے۔ مسجد کے جنوبی حصے میں سلطان عبدالمجید کے بنوائے ہوئے دروازوں میں باب جبریل، باب السلام اور باب الرحمۃ اب تک موجود ہیں۔ سعودی حکومت نے مسجد نبوی کی تجدید کے وقت شمالی حصے میں باب المجیدی اور باب مخزن الزیت منہدم کرا دیے تھے۔

البرزنجی کا کہنا ہے کہ سلطان عبد المجید نے تجدید مسجد کے لئے سونے کی ۱۴۰ تھیلیاں بھیجی تھیں جن میں ہر تھیلی کے اندر ۵ مجیدی اشرفیاں تھیں، اور ہر ایک کا رائج الوقت وزن ۱۳۰ قرش تھا۔ سلطان عبد المجید نے قرآن کے درس کے لئے مدرسے اور شمال کی جانب سامان رکھنے کے لئے کمرے بھی بنوائے تھے۔ انہوں نے مسجد کو شمالی سمت میں ۲.۲ مربع میٹر وسعت دی۔ یہ منارۂ رئیسیہ سے باب جبریل تک کا حصہ ہے۔ انہوں نے کل ۱۲۹۳ مربع میٹر توسیع کی۔

عثمانی سلطان عندالمجید کی دو تصاویر جنھوں نے
مسجد نبوی کی تجدید و تعمیر ۷۷-۱۲۶۰ھ
۶۰-۱۸۴۵ء میں کرائی

Marfat.com

عثمانی سلطان عبدالمجید کی دو تصاویر جنہوں نے
مسجد نبوی کی تجدید و تعمیر ۷۷-۱۲۶۰ھ
۶۰-۱۸۴۵ء میں کرائی

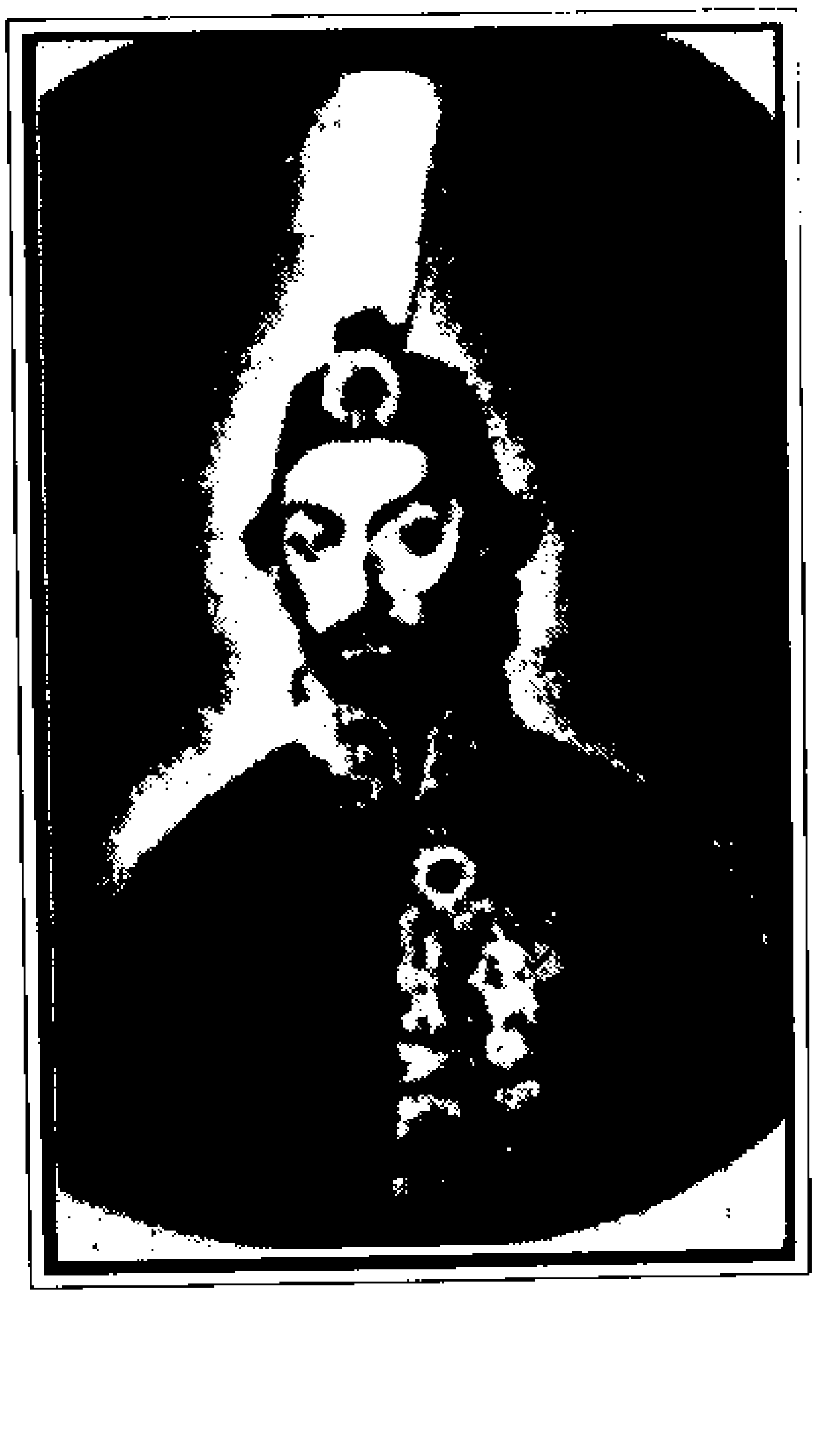

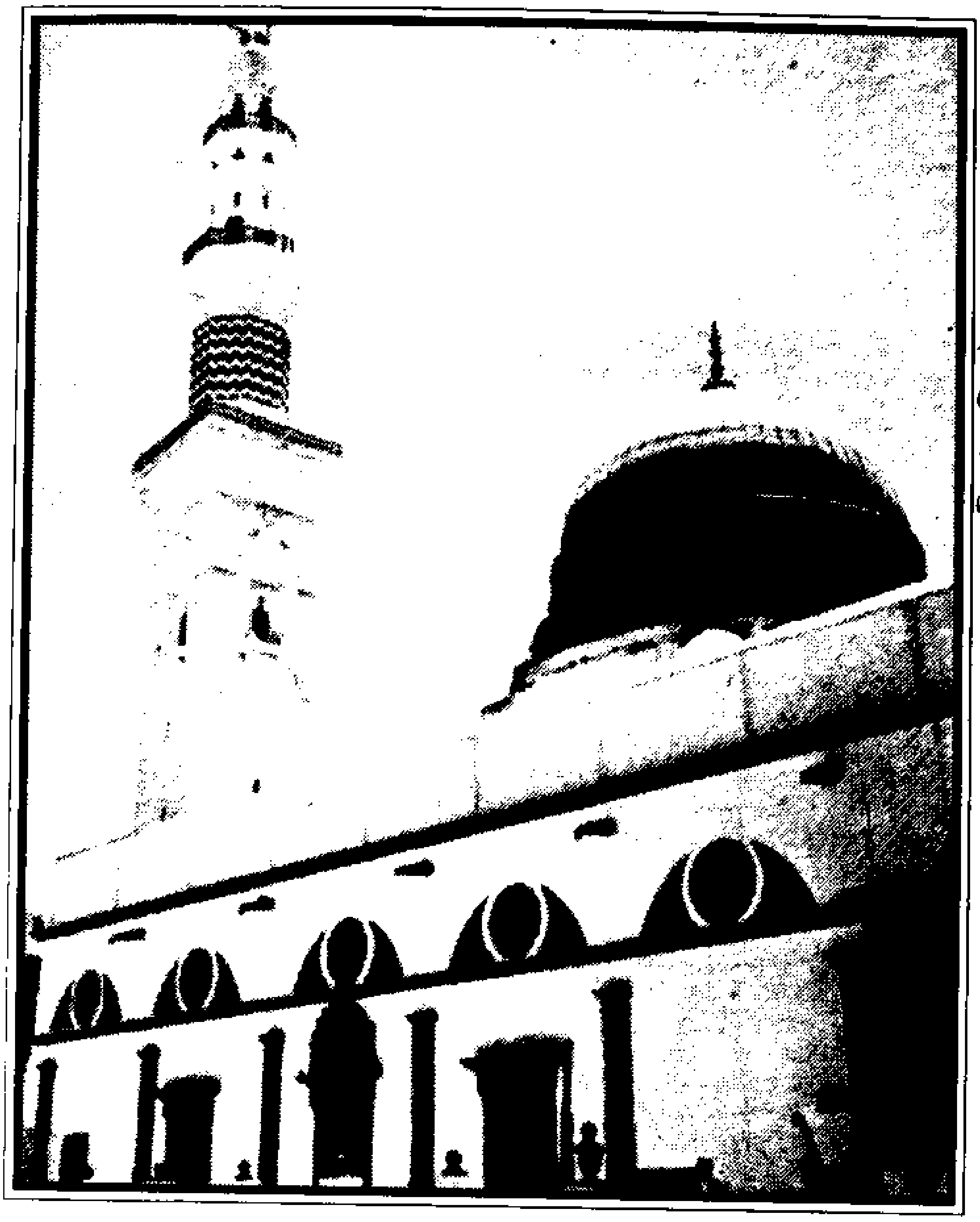

سعودی دور میں مسجد نبوی
کی تجدید و تعمیر کے بعد
سلطان عبدالمجید عثمانی
کی کرائی ہوئی تعمیر و تجدید
کا باقی بچاہوا حصہ اس
تصویر میں دیکھا
جاسکتا ہے۔

سعودی دور حکومت میں مسجد نبوی کی تجدید و توسیع کے بانی
الملک عبدالعزیز بن عبدالرحمن الفیصل۔

Marfat.com

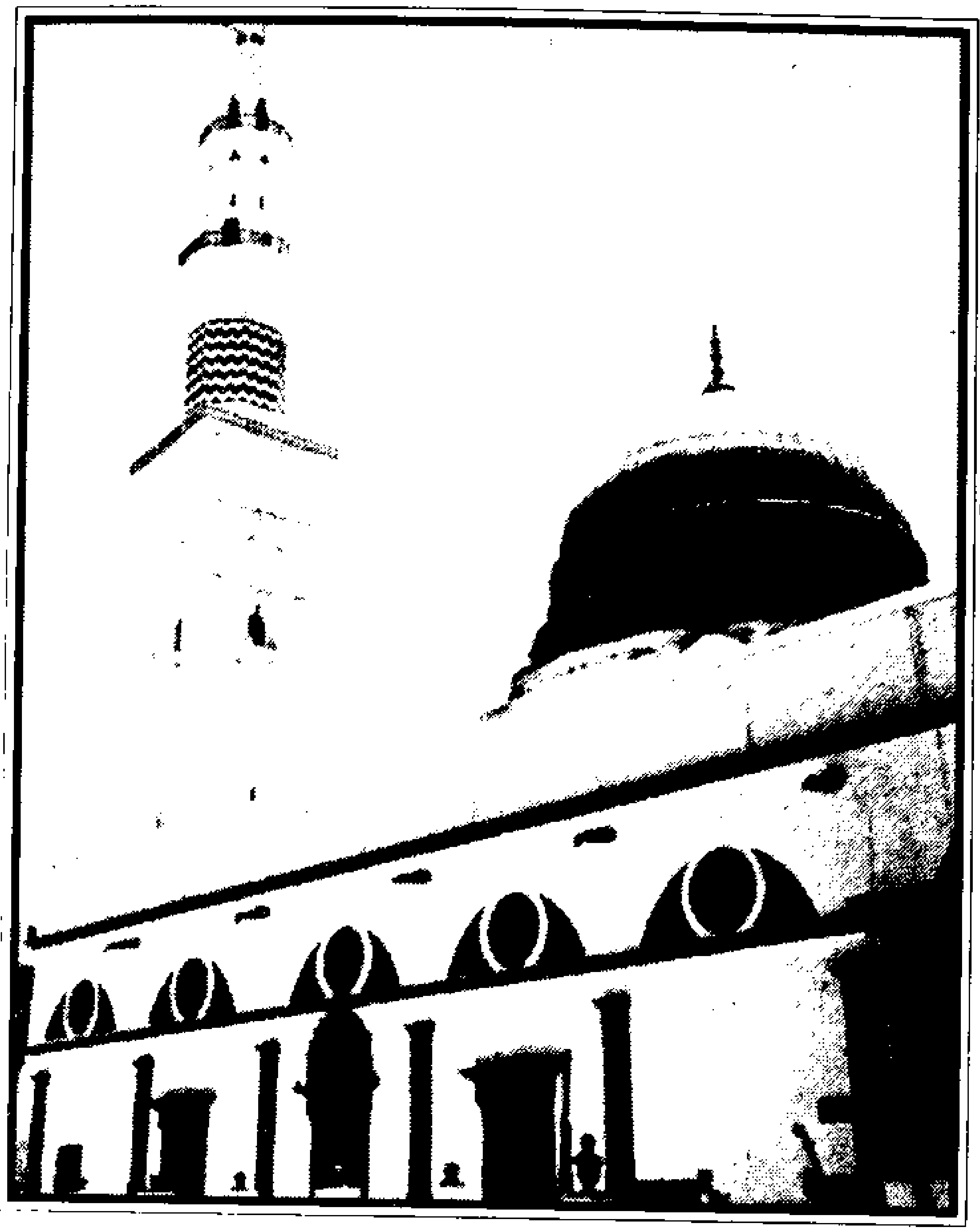

سعودی دور میں مسجد نبوی
کی تجدید و تعمیر کے بعد
سلطان عبدالمجید عثمانی
کی کرائی ہوئی تعمیر و تجدید
کا باقی بچا ہوا حصہ اس
تصویر میں دیکھا
جاسکتا ہے۔

سعودی دور حکومت میں مسجد نبوی کی تجدید و توسیع کے بانی
الملک عبدالعزیز بن عبدالرحمن الفیصل۔

ملک عبد العزیز کی
توسیع و تجدید

موسم حج میں زائرین کی بڑھتی ہوئی تعداد کے باعث جگہ تنگ ہوتی جا رہی تھی۔ مزید براں ۱۳۶۵ھ (۱۹۴۶ء) میں مسجد نبوی کے شمالی حصے میں بعض شگاف بھی نظر آئے تھے اس لئے اخبار "المدینۃ المنورہ" جو ۱۹۳۶ء میں، میں (راقم الحروف) اور میرے بھائی عثمان حافظ نے نکالا تھا اس اخبار کے شمارہ نمبر ۲۹۷ مورخہ ۶ شعبان ۱۳۶۸ھ (۱۹۴۹ء) کے ایک اداریہ میں جلالۃ الملک شاہ عبد العزیز مرحوم سے مسجد نبوی کی توسیع کے لئے استدعا کی تھی۔ شاہ نے فوراً اس سلسلے میں خوشخبری سنائی جو اسی اخبار کے شمارہ نمبر ۳۰۱ مورخہ ۹ شعبان ۱۳۶۸ھ میں شائع کی گئی۔ وہ اداریہ جس کے اندر ملک عبد العزیز سے مسجد نبوی کی تجدید و توسیع کے لئے التماس کیا گیا تھا اس طرح ہے:

اداریہ اخبار "المدینۃ المنورہ"

"حضرت صاحب الجلالۃ مولانا الملک المعظم

سلطان عبد المجید عثمانی کی تجدید و توسیع کے بعد سے اب تک مسجد نبوی کی کوئی توسیع نہیں کی گئی۔ اب اہل اسلام مسجد کی مزید توسیع کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ خصوصاً حج کے دوران یا پہلے و بعد میں جب وہ مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے آتے ہیں تو تنگی کا احساس ہوتا ہے۔ عہد سلطنت عثمانیہ میں مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلے میں متعدد بار تجاویز اور گذارشات پیش کی گئی تھیں۔ ان تجاویز پر حقیقتاً غور بھی کیا گیا مگر اندرونی خلفشار اور بیرونی معرکہ آرائی کے باعث اس منصوبۂ خیر کو عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکا۔ مسجد نبوی کی توسیع و تجدید کا عز و شرف محض سلطان عبد المجید ہی کو حاصل نہیں ہے۔ تاریخ میں ایسے مسلم خلفاء و سلاطین کے نام ملتے ہیں جنہوں نے یہ شرف حاصل کرنے میں سبقت کی ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے مسجد نبوی کی توسیع کی۔ ان کے بعد حضرت خلیفہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، اموی حکمراں ولید بن عبد الملک، خلیفہ مہدی العباسی اور سلاطینِ مصر مثلاً الظاہر بیبرس اور اشرف قایتبائی قابل ذکر ہیں۔ ان کے عظیم کارنامے تاریخ میں محفوظ ہیں۔ اس وقت مسجد نبوی میں توسیع کی سخت ضرورت ہے کیونکہ ہزارہا مسلمان جو ہر سال یہاں جمع ہوتے ہیں ان کو نمازیں ادا کرنے کے لئے بمشکل جگہ مل پاتی ہے۔

ہم حضرت صاحب الجلالۃ مولانا الملک المعظم عبد العزیز آل سعود کے حضور میں التماس کرتے ہیں کہ وہ مسجد نبوی میں توسیع فرما کر اپنے شاندار کارناموں میں ایک عظیم کار خیر کا اضافہ فرمائیں۔ مسجد کو شمالی حصے کی جانب توسیع دی جائے اور موقوفہ کھنڈرات نیز شارع عام کو توسیع میں شامل کر لیا جائے۔ مسجد کے جانب غرب بھی توسیع ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ مدرسہ محمودیہ، عمارت عین الزرقا اور موقوفہ مکانات مسجد میں شامل کر دیئے جائیں۔

یہ اخبار امید کرتا ہے کہ اس کی اس اپیل پر ملک معظم غور فرما کر اس منصوبے سے متعلق اخراجات کا تخمینہ تیار کئے جانے کے لئے احکام صادر فرمائیں گے تاکہ اس منصوبے پر جلد عمل در آمد شروع ہو سکے"۔

Marfat.com

ملک عبد العزیز کی توسیع و تجدید

موسم حج میں زائرین کی بڑھتی ہوئی تعداد کے باعث جگہ تنگ ہوتی جا رہی تھی۔ مزید براں ۱۳۶۵ھ (۱۹۴۶ء) میں مسجد نبوی کے شمالی حصے میں بعض شگاف بھی نظر آئے تھے اس لئے اخبار "المدینۃ المنورہ" جو ۱۹۳۶ء میں، میں (راقم الحروف) اور میرے بھائی عثمان حافظ نے نکالا تھا اس اخبار کے شمارہ نمبر ۲۹۷ مورخہ ۶ شعبان ۱۳۶۸ھ (۱۹۴۹ء) کے ایک اداریہ میں جلالۃ الملک شاہ عبد العزیز مرحوم سے مسجد نبوی کی توسیع کے لئے استدعا کی تھی۔ شاہ نے فوراً اس سلسلے میں خوشخبری سنائی جو اسی اخبار کے شمارہ نمبر ۳۰۱ مورخہ ۹ شعبان ۱۳۶۸ھ میں شائع کی گئی۔ وہ اداریہ جس کے اندر ملک عبد العزیز سے مسجد نبوی کی تجدید و توسیع کے لئے التماس کیا گیا تھا اس طرح ہے:

اداریہ اخبار "المدینۃ المنورہ"

"حضرت صاحب الجلالۃ مولانا الملک المعظم

سلطان عبد المجید عثمانی کی تجدید و توسیع کے بعد سے اب تک مسجد نبوی کی کوئی توسیع نہیں کی گئی۔ اب اہل اسلام مسجد کی مزید توسیع کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ خصوصاً حج کے دوران یا پہلے و بعد میں جب وہ مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے آتے ہیں تو تنگی کا احساس ہوتا ہے۔ عہد سلطنت عثمانیہ میں مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلے میں متعدد بار تجاویز اور گذارشات پیش کی گئی تھیں۔ ان تجاویز پر حقیقتاً غور بھی کیا گیا مگر اندرونی خلفشار اور بیرونی معرکہ آرائی کے باعث اس منصوبۂ خیر کو عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکا۔ مسجد نبوی کی توسیع و تجدید کا عزو شرف محض سلطان عبد المجید ہی کو حاصل نہیں ہے۔ تاریخ میں ایسے مسلم خلفاء و سلاطین کے نام ملتے ہیں جنہوں نے یہ شرف حاصل کرنے میں سبقت کی ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے مسجد نبوی کی توسیع کی۔ ان کے بعد حضرت خلیفہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، اموی حکمران ولید بن عبد الملک، خلیفہ مہدی العباسی اور سلاطینِ مصر مثلاً الظاہر بیبرس اور اشرف قایتبائی قابل ذکر ہیں۔ ان کے عظیم کارنامے تاریخ میں محفوظ ہیں۔ اس وقت مسجد نبوی میں توسیع کی سخت ضرورت ہے کیونکہ ہزارہا مسلمان جو ہر سال یہاں جمع ہوتے ہیں ان کو نمازیں ادا کرنے کے لئے بمشکل جگہ مل پاتی ہے۔

ہم حضرت صاحب الجلالۃ مولانا الملک المعظم عبد العزیز آل سعود کے حضور میں التماس کرتے ہیں کہ وہ مسجد نبوی میں توسیع فرما کر اپنے شاندار کارناموں میں ایک عظیم کارخیر کا اضافہ فرمائیں۔ مسجد کو شمالی حصے کی جانب توسیع دی جائے اور موقوفہ کھنڈرات نیز شارع عام کو توسیع میں شامل کر لیا جائے۔ مسجد کے جانب غرب بھی توسیع ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ مدرسہ محمودیہ، عمارت عین الزرقا اور موقوفہ مکانات مسجد میں شامل کر دیئے جائیں۔

یہ اخبار امید کرتا ہے کہ اس کی اس اپیل پر ملک معظم غور فرما کر اس منصوبے سے متعلق اخراجات کا تخمینہ تیار کئے جانے کے لئے احکام صادر فرمائیں گے تاکہ اس منصوبے پر جلد عمل در آمد شروع ہو سکے"۔

ملک معظم نے اس اداریہ کو ملاحظہ فرما کر ایک حکم نمبر ۷/۴۲/۲/۱۳۶۸ ہجری (۱۹۴۹ء) جاری فرمادیا جو اس طرح تھا۔

"شاہ نے التماس پر غور کیا ہے۔ لیکن چونکہ موسم حج بالکل قریب ہے اس لئے اس عظیم منصوبے پر کسی مناسب وقت عمل کیا جائے گا۔ بہرحال جلالۃ الملک مسجد نبوی کی توسیع کے بارے میں حج کے بعد ہی غور کریں گے"۔

المدينة المنورة

الى حضرة صاحب الجلالة مولانا الملك المعظم

اليهود يتحدون لجنة التوفيق في لوزان

اخبار المدینۃ المنورہ کا وہ اداریہ جس میں جلالۃ الملک شاہ عبدالعزیز سے مسجد نبوی کی توسیع کیلئے التماس کیا گیا۔

Marfat.com

ملک معظم نے اس اداریہ کو ملاحظہ فرما کر ایک حکم نمبر ۲۷/۴۲/۲/۱۳۶۸ ہجری (۱۹۴۹ء) جاری فرما دیا جو اس طرح تھا۔

"شاہ نے التماس پر غور کیا ہے۔ لیکن چونکہ موسم حج بالکل قریب ہے اس لئے اس عظیم منصوبے پر کسی مناسب وقت عمل کیا جائے گا۔ بہر حال جلالتہ الملک مسجد نبوی کی توسیع کے بارے میں حج کے بعد ہی غور کریں گے"۔

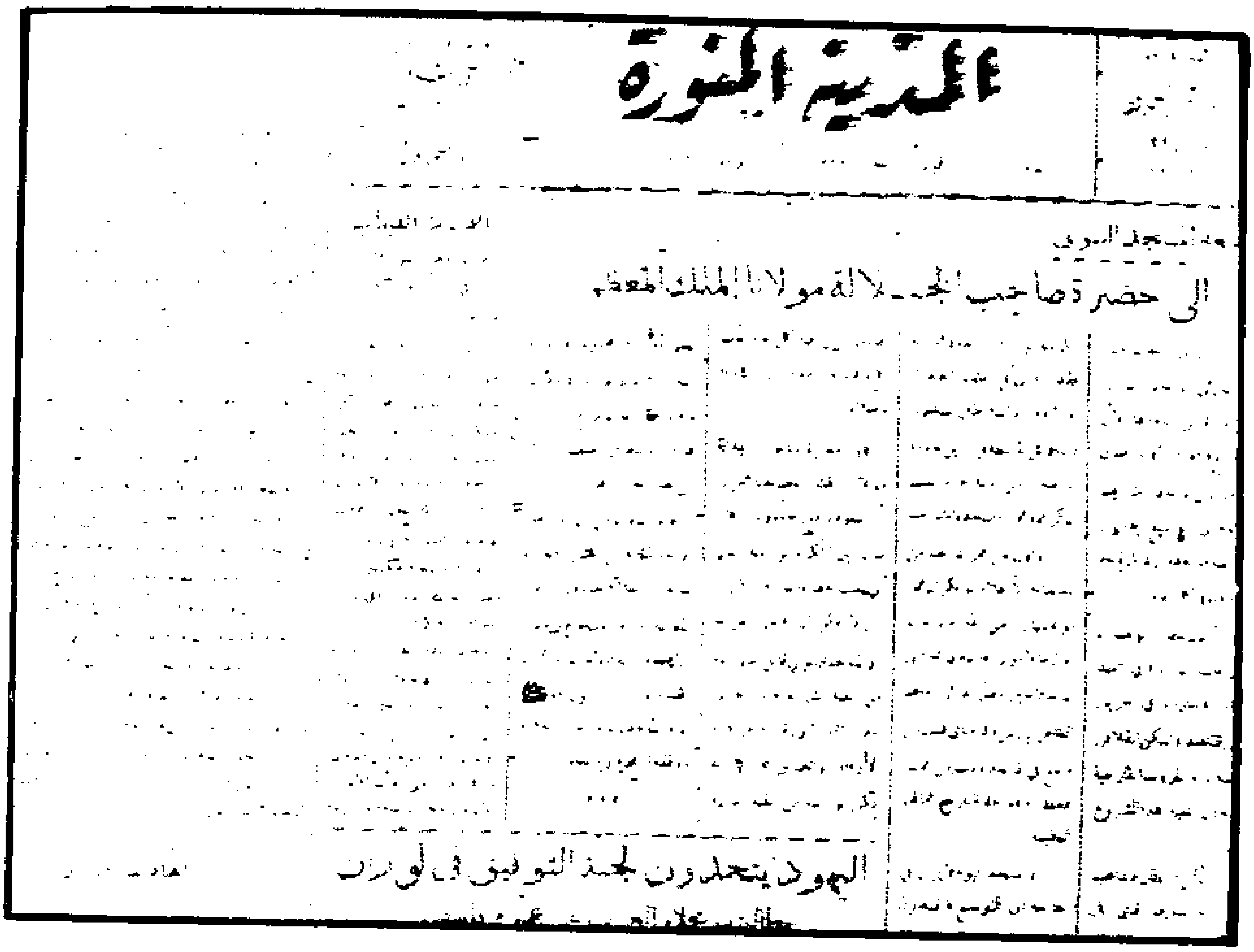

المدينة المنورة

الى حضرة صاحب الجلالة مولانا الملك المعظم

اليهود يتحدون لجنة التوفيق في لوزان

اخبار المدینہ المنورہ کا وہ اداریہ جس میں جلالۃ الملک شاہ عبد العزیز سے مسجد نبوی کی توسیع کیلئے التماس کیا گیا۔

شہزادہ عبد اللہ السدیری نائب امیر مدینہ منورہ نے اس حکم کو بخوشی مالکانِ اخبار تک زبانی پہنچایا۔ اس وقت بہت سے لوگ جمع تھے۔ کچھ دن بعد مالکان اخبار کو ایک تحریری حکمنامہ نمبر ۶۰ مورخہ ۲۳ شعبان ۱۳۶۸ھ بھی موصول ہوا۔ جلالۃ الملک کے اس ارادے کے اظہار کے فوراً بعد مبارکبادوں کا ایک تانتا بندھ گیا۔ اور یہ خوشخبری ملنے پر اخبار نے اس طرح لکھا:

المدینہ المنورہ

المدينة المنورة

عطف جلالة الملك المعظم على جريدة المدينة المنورة

"یہ اخبار نہ صرف اس پر فخر کرتا ہے کہ اس نے اس عظیم معاملے کو ملک معظم کی خدمت میں پیش کیا جس کی ملک معظم نے تحسین و ستائش فرمائی بلکہ اگر اس اہم معاملے کو سرکاری ذرائع سے پیش کیا جاتا تب بھی وہ بڑی گرمجوشی سے اس کا جواب عنایت فرماتے۔ ہمیں اس بات پر بھی فخر ہے کہ ہمارا اخبار حکومت سعودی عربیہ کا ایک آلۂ خدمت بن گیا ہے۔ جس کو جلالۃ الملک عبد العزیز کی عاقلانہ قیادت پر بڑا وثوق اور اعتماد ہے۔ یہ اخبار تمام مسلمانان عالم کو مسجد نبوی کی توسیع کی خوشخبری دیتے ہوئے بڑی مسرت محسوس کرتا ہے۔ ہم تمام عالم اسلام کو مسجد نبوی کی بتدریج تعمیرو توسیع سے اس وقت تک باخبر رکھیں گے جب تک یہ کام پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ جاتا"۔

جلالۃ الملک ملک عبد العزیز کی منظوری ملنے کی خوشخبری کے بعد المدینہ المنورہ اخبار کا اداریہ

Marfat.com

شہزادہ عبد اللہ السدیری نائب امیر مدینہ منورہ نے اس حکم کو بخوشی مالکانِ اخبار تک زبانی پہنچایا۔ اس وقت بہت سے لوگ جمع تھے۔ کچھ دن بعد مالکان اخبار کو ایک تحریری حکمنامہ نمبر ۶۰ مورخہ ۲۳ شعبان ۱۳۶۸ھ بھی موصول ہوا۔ جلالۃ الملک کے اس ارادے کے اظہار کے فوراً بعد مبارکبادوں کا ایک تانتا بندھ گیا۔ اور یہ خوشخبری ملنے پر اخبار نے اس طرح لکھا:

"یہ اخبار نہ صرف اس پر فخر کرتا ہے کہ اس نے اس عظیم معاملے کو ملک معظم کی خدمت میں پیش کیا جس کی ملک معظم نے تحسین و ستائش فرمائی بلکہ اگر اس اہم معاملے کو سرکاری ذرائع سے پیش کیا جاتا تب بھی وہ بڑی گرمجوشی سے اس کا جواب عنایت فرماتے۔ ہمیں اس بات پر بھی فخر ہے کہ ہمارا اخبار حکومت سعودی عربیہ کا ایک آلۂ خدمت بن گیا ہے۔ جس کو جلالۃ الملک عبد العزیز کی عاقلانہ قیادت پر بڑا وثوق اور اعتماد ہے۔ یہ اخبار تمام مسلمانان عالم کو مسجد نبوی کی توسیع کی خوشخبری دیتے ہوئے بڑی مسرت محسوس کرتا ہے۔ ہم تمام عالم اسلام کو مسجد نبوی کی بتدریج تعمیر و توسیع سے اس وقت تک باخبر رکھیں گے جب تک یہ کام پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ جاتا"۔

جلالۃ الملک ملک عبد العزیز کی منظوری ملنے کی خوشخبری کے بعد المدینہ المنورہ اخبار کا اداریہ

<u>تعمیر و توسیع کے منصوبے پر عمل</u>: ملک معظم نے اس منصوبے پر غور و خوض کرنے کے بعد محمد بن لادن مستاجر کو مسجد نبوی کی توسیع کا کام تفویض کیا اور اخراجات کا پورا پورا اختیار دے کر مسجد کے چاروں طرف سڑکوں کو بھی کشادہ کرنے کا حکم دیا۔ محمد بن لادن نے سامان عمارت سازی، انجینئر اور ماہرین فن تعمیر جمع کر کے اور ۵ شوال ۱۳۷۰ھ (۱۹۵۱ء) کو توسیع کا کام شروع کر دیا۔ جو پانچ سال میں مکمل ہوا۔ اس وقت بھی ملک عبد العزیز کے حکم سے کی گئی تعمیر و توسیع مسجد نبوی کے شمالی حصے میں دیکھی جا سکتی ہے۔

محمد بن لادن اور شیخ محمد صالح قزاز مدیر العام منصوبۂ توسیع حرم شریف اور ماہرین فن تعمیر نے باتفاق آرا مسجد نبوی کے قدیم شمالی حصے کو الگ کر کے اسی جگہ سے توسیع کا کام شروع کیا۔ مشرق و مغرب کی جانب بھی قدرے توسیع کی گئی۔ مسجد نبوی سے ملحق تمام عمارتوں کو منہدم کر کے اس زمین کو توسیع میں شامل کر دیا گیا۔ یہ مدرسۂ محمودیہ اور عین الزرقا وغیرہ کی عمارتیں تھیں۔ جدید عمارت کنکریٹ سے بنائی گئی اور اس کو منقش پتھروں سے آراستہ کیا گیا جس سے یہ بہت مضبوط اور دیدہ زیب ہو گئی۔

محمد بن لادن نے مدینہ منورہ کے باہر آبار علی علاقے میں پتھروں کا ایک خصوصی کارخانہ قائم کیا تاکہ تعمیر کے لئے وہاں سے آسانی سے پتھر مہیا ہو سکیں۔ اس کارخانے کو اطالوی انجینئر اور ماہر فن چلاتے تھے۔

محمد بن لادن جنہیں ملک معظم عبد العزیز نے توسیع کا کام تفویض کیا۔

مدیر العام منصوبۂ توسیع حرم شریف شیخ محمد صالح قزاز۔

Marfat.com

تعمیر و توسیع کے منصوبے پر عمل: ملک معظم نے اس منصوبے پر غور و خوض کرنے کے بعد محمد بن لادن مستاجر کو مسجد نبوی کی توسیع کا کام تفویض کیا اور اخراجات کا پورا پورا اختیار دے کر مسجد کے چاروں طرف سڑکوں کو بھی کشادہ کرنے کا حکم دیا۔ محمد بن لادن نے سامان عمارت سازی، انجینئر اور ماہرین فن تعمیر جمع کئے اور ۵ شوال ۱۳۷۰ھ (۱۹۵۱ء) کو توسیع کا کام شروع کر دیا۔ جو پانچ سال میں مکمل ہوا۔ اس وقت بھی ملک عبد العزیز کے حکم سے کی گئی تعمیر و توسیع مسجد نبوی کے شمالی حصے میں دیکھی جا سکتی ہے۔

محمد بن لادن اور شیخ محمد صالح قزاز مدیر العام منصوبۂ توسیع حرم شریف اور ماہرین فن تعمیر نے باتفاق آرا مسجد نبوی کے قدیم شمالی حصے کو الگ کر کے اسی جگہ سے توسیع کا کام شروع کیا۔ مشرق و مغرب کی جانب بھی قدرے توسیع کی گئی۔ مسجد نبوی سے ملحق تمام عمارتوں کو منہدم کر کے اس زمین کو توسیع میں شامل کر دیا گیا۔ یہ مدرسۂ محمودیہ اور عین الزرقاء وغیرہ کی عمارتیں تھیں۔ جدید عمارت کنکریٹ سے بنائی گئی اور اس کو منقش پتھروں سے آراستہ کیا گیا جس سے یہ بہت مضبوط اور دیدہ زیب ہو گئی۔

محمد بن لادن نے مدینہ منورہ کے باہر آبار علی علاقے میں پتھروں کا ایک خصوصی کارخانہ قائم کیا تاکہ تعمیر کے لئے وہاں سے آسانی سے پتھر مہیا ہو سکیں۔ اس کارخانے کو اطالوی انجینئر اور ماہر فن چلاتے تھے۔

محمد بن لادن جنہیں ملک معظم عبد العزیز نے توسیع کا کام تفویض کیا۔

مدیر العام منصوبۂ توسیع حرم شریف شیخ محمد صالح قزاز۔

عظیم ترین تعمیرات و توسیعات: سلطان عبد المجید عثمانی اور ملک عبد العزیز نے مسجد نبوی میں جو عظیم تعمیرات اور توسیعات کرائیں مگر سب سے زیادہ عظیم الشان اور وسیع تعمیرات ملک عبد العزیز نے اپنے زمانہ آخر میں کرائیں۔ ان دونوں بادشاہوں کی تعمیرات تاحال موجود ہیں۔ جنوبی حصے میں سلطان عبد المجید کی تجدید و توسیع اور شمالی حصے میں ملک عبد العزیز کی تعمیر و توسیع ایسی یادگاریں ہیں جن کے نشانات اب تک دیکھے جاسکتے ہیں۔

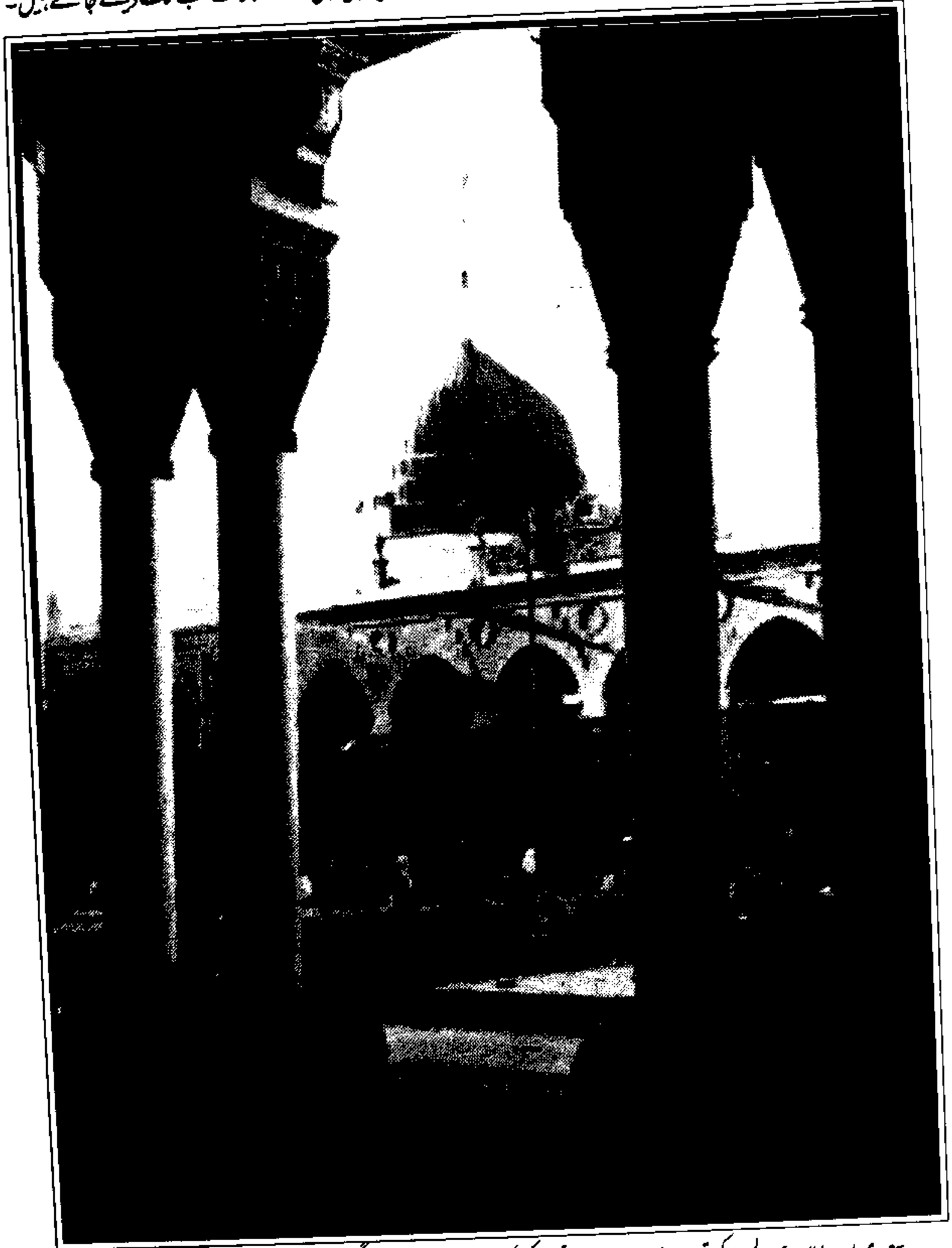

سعودی اور سلطان عبد المجید کی تجدید و توسیع والے حصوں کی ایک خاص زاویہ سے لی گئی تصویر میں دونوں حصے ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے معلوم ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

عظیم ترین تعمیرات و توسیعات: سلطان عبد المجید عثمانی اور ملک عبد العزیز نے مسجد نبوی میں جو عظیم تعمیرات اور توسیعات کرائیں مگر سب سے زیادہ عظیم الشان اور وسیع تعمیرات ملک عبد العزیز نے اپنے زمانہ آخر میں کرائیں۔ ان دونوں بادشاہوں کی تعمیرات تاحال موجود ہیں۔ جنوبی حصے میں سلطان عبد المجید کی تجدید و توسیع اور شمالی حصے میں ملک عبد العزیز کی تعمیر و توسیع ایسی یادگاریں ہیں جن کے نشانات اب تک دیکھے جاسکتے ہیں۔

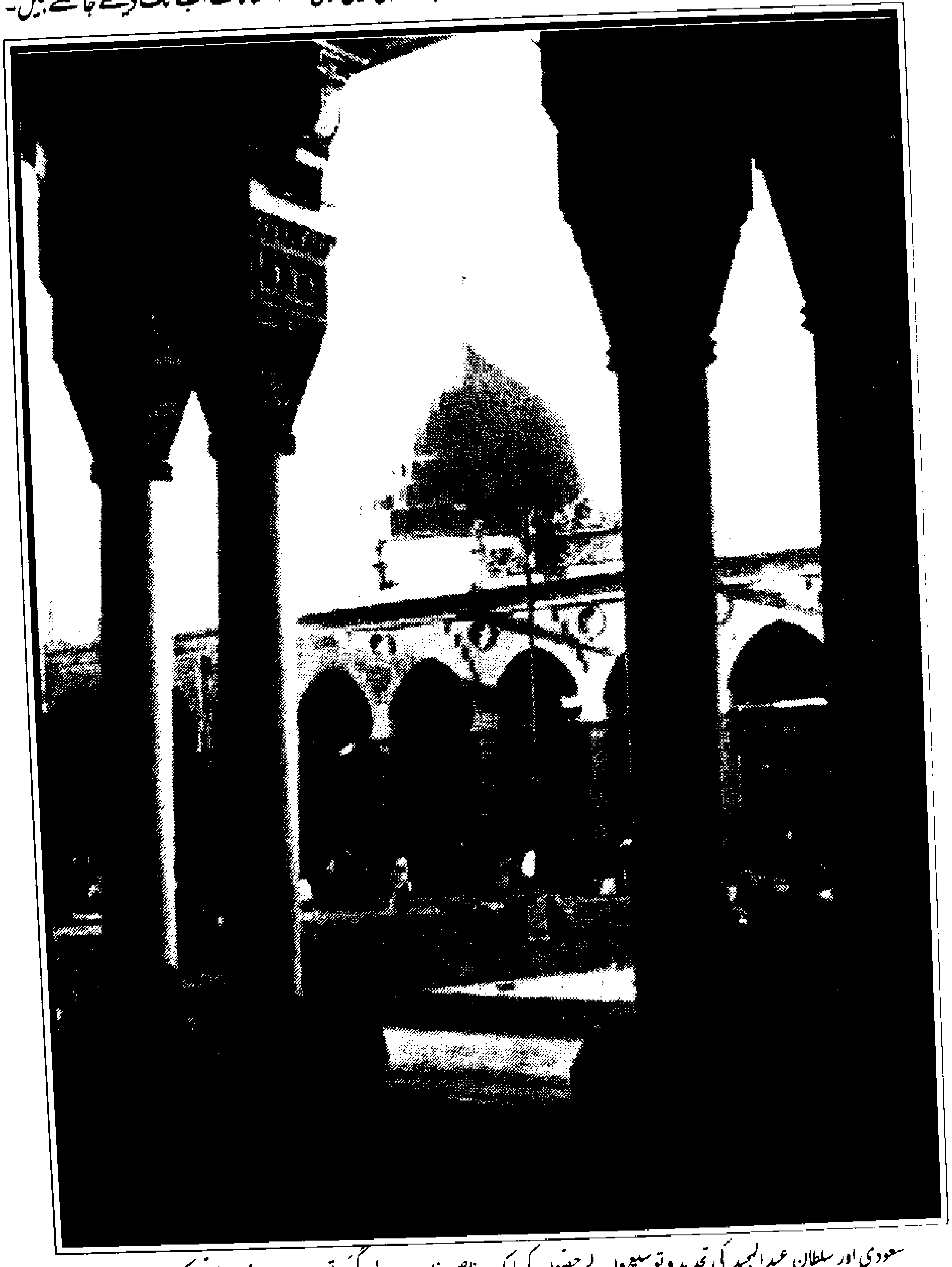

سعودی اور سلطان عبد المجید کی تجدید و توسیع والے حصوں کی ایک خاص زاویہ سے لی گئی تصویر میں دونوں حصے ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے معلوم ہو رہے ہیں۔

سعودی تعمیر و توسیع کے اہم اعداد و شمار: سلاطین عثمانی اور سعودی حکمرانوں نے جو تعمیرات و توسیعات کرائیں وہ ان کے حسن نیت کی مظہر اور لائق صد ستائش ہیں۔ سلاطین عثمانیہ کے عہد کی تعمیرات جنہیں منہدم کرا کے سعودی حکومت نے ازسر نو تعمیر و توسیع کرائی ان کا کل رقبہ ۶۲۴۷ مربع میٹر ہے۔ ملک عبد العزیز نے ۶۰۲۴ مربع میٹر کے قریب توسیع کرائی۔ اس طرح کل رقبہ توسیع کا ۱۲۲۷۱ مربع میٹر ہو گیا۔

جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ سلطان عبد المجید کی تعمیرات ثانی کے بعد مسجد نبوی کا جنوبی حصہ جس کا رقبہ ۴۰۵۶ مربع میٹر ہے باقی بچ رہا تھا۔ یہ حصہ حجرۂ مطہرہ، گنبد خضرا، منبر شریف، روضۂ منورہ، اساطین منارۂ رئیسیہ، باب السلام اور مصلی شریف پر مشتمل ہے۔

دفتر منصوبۂ توسیع حرم شریف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے اس وقت تک متعدد توسیعات و تعمیرات کے اعداد و شمار شائع کئے ہیں جو اس طرح ہیں:

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۷ھ (۶۲۹ء) میں مسجد کی تعمیر کا رقبہ: ۲۴۷۵ مربع میٹر۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ۱۷ھ (۶۳۹ء) میں توسیع کا رقبہ: ۱۱۰۰ مربع میٹر۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ۳۰-۲۹ھ (۶۵۲-۶۵۱ء) میں توسیع کا رقبہ: ۴۹۶ مربع میٹر۔

ولید ابن عبد الملک کی ۹۱-۸۸ھ (۷۱۱-۷۰۸ء) میں توسیع کا رقبہ: ۲۳۶۹ مربع میٹر۔

خلیفہ مہدی العباسی کی ۱۶۵-۱۶۱ھ (۷۸۳-۷۷۹ء) میں توسیع کا رقبہ: ۲۴۵۰ مربع میٹر۔

سلطان اشرف قایتبائی کی ۸۸۸ھ میں توسیع کا رقبہ: ۱۲۰ مربع میٹر۔

توسیع سلطان عبد المجید کل رقبہ: ۱۲۹۳ مربع میٹر۔

توسیع ملک عبد العزیز ابن سعود کل رقبہ: ۶۰۲۴ مربع میٹر۔

سعودی تعمیرات کے اعداد و شمار: دفتر منصوبۂ توسیع حرم نے ملک عبد العزیز ابن سعود کے ذریعے کرائی گئی تعمیرات و توسیعات کے اعداد و شمار اس طرح بیان کئے ہیں:

اساطین مربع کی تعداد:	۲۷۴
اساطین مدور کی تعداد:	۲۳۲
مشرقی دیوار میں اضافہ:	۱۲۸ میٹر
شمالی دیوار میں اضافہ:	۱۲۸ میٹر
ایوان شمالی میں توسیع:	۵ میٹر
ایوانِ مشرقی میں توسیع:	۳ میٹر
ایوانِ وسطی میں توسیع:	۳ میٹر
پائے:	۶۸۹
کھڑکیاں:	۴۴
دیواروں وستونوں کی گہرائی:	۵ میٹر
منارے:	۲
بلندیٔ منارہ:	۷۰ میٹر

Marfat.com

سعودی تعمیر و توسیع کے اہم اعداد و شمار: سلاطین عثمانی اور سعودی حکمرانوں نے جو تعمیرات و توسیعات کرائیں وہ ان کے حسنِ نیت کی مظہر اور لائق صد ستائش ہیں۔ سلاطین عثمانیہ کے عہد کی تعمیرات جنہیں منہدم کرا کے سعودی حکومت نے از سر نو تعمیر و توسیع کرائی ان کا کل رقبہ ۶۲۴۷ مربع میٹر ہے۔ ملک عبد العزیز نے ۶۰۲۴ مربع میٹر کے قریب توسیع کرائی۔ اس طرح کل رقبہ توسیع کا ۱۲۲۷۱ مربع میٹر ہو گیا۔

جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ سلطان عبد المجید کی تعمیرات ثانی کے بعد مسجد نبوی کا جنوبی حصہ جس کا رقبہ ۴۰۵۶ مربع میٹر ہے باقی بچ رہا تھا۔ یہ حصہ حجرۂ مطہرہ، گنبد خضرا، منبر شریف، روضۂ منورہ، اساطین منارۂ رئیسیہ، باب السلام اور مصلی شریف پر مشتمل ہے۔

دفتر منصوبۂ توسیع حرم شریف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے اس وقت تک متعدد توسیعات و تعمیرات کے اعداد و شمار شائع کئے ہیں جو اس طرح ہیں:

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۷ھ (۶۲۹ء) میں مسجد کی تعمیر کا رقبہ: ۲۴۷۵ مربع میٹر۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ۱۷ھ (۶۳۹ء) میں توسیع کا رقبہ: ۱۱۰۰ مربع میٹر۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ۳۰-۲۹ھ (۶۵۲-۶۵۱ء) میں توسیع کا رقبہ: ۴۹۶ مربع میٹر۔

ولید ابن عبد الملک کی ۹۱-۸۸ھ (۷۱۱-۷۰۸ء) میں توسیع کا رقبہ: ۲۳۶۹ مربع میٹر۔

خلیفہ مہدی العباسی کی ۱۶۵-۱۶۱ھ (۷۸۳-۷۷۹ء) میں توسیع کا رقبہ: ۲۴۵۰ مربع میٹر۔

سلطان اشرف قایتبانی کی ۸۸۸ھ میں توسیع کا رقبہ: ۱۲۰ مربع میٹر۔

توسیع سلطان عبد المجید کل رقبہ: ۱۲۹۳ مربع میٹر۔

توسیع ملک عبد العزیز ابن سعود کل رقبہ: ۶۰۲۴ مربع میٹر۔

سعودی تعمیرات کے اعداد و شمار: دفتر منصوبۂ توسیع حرم نے ملک عبد العزیز ابن سعود کے ذریعے کرائی گئی تعمیرات و توسیعات کے اعداد و شمار اس طرح بیان کئے ہیں:

اساطین مربع کی تعداد:	۲۷۴
اساطین مدور کی تعداد:	۲۳۲
مشرقی دیوار میں اضافہ:	۱۲۸ میٹر
شمالی دیوار میں اضافہ:	۱۲۸ میٹر
ایوان شمالی میں توسیع:	۵ میٹر
ایوانِ مشرقی میں توسیع:	۳ میٹر
ایوانِ وسطی میں توسیع:	۳ میٹر
پائے:	۶۸۹
کھڑکیاں:	۴۴
دیواروں وستونوں کی گہرائی:	۵ میٹر
منارے:	۲
بلندیٔ منارہ:	۷۰ میٹر

عمق منارہ: ۱۷ میٹر
اساطین پر نصب کئے گئے برقی قمقمے: ۱۰۱۱
پایوں کے زاویوں پر گول برقی قمقمے: ۱۲۰۰
عربی شکل کے خوبصورت قمقمے
جو پایوں کے زاویوں پر آویزاں ہیں: ۱۶

جملہ اخراجات: دفتر منصوبہ توسیع حرم شریف کے مدیر العام شیخ محمد صالح قزاز صاحب کے بقول مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع پر ملک عبد العزیز ابن سعود نے ۳۰ ملین سعودی ریال خرچ کئے اور جن زمینوں کو توسیع میں شمولیت کے لئے سرکار نے حاصل کیا تھا ان کے مالکوں کو ۲۰ ملین سعودی ریال معاوضہ ادا کیا گیا۔

مسجد نبوی کی موجودہ تعمیرات: مسجد کے جنوبی حصہ میں باب النساء اور باب الرحمۃ کے بعد سلطان عبد المجید عثمانی کی تعمیرات اب تک باقی ہیں جو انہوں نے ۱۲۷۷-۱۲۶۵ھ (۱۸۶۱-۱۸۴۹ء) میں کرائی تھیں۔

۲- مذکورہ دونوں دروازوں کے بعد شمالی حصے میں جو تعمیر ہے وہ ملک عبد العزیز نے کرائی تھی۔
۳- حجرۂ مطہرہ کے چاروں طرف جو کھڑکیاں ہیں وہ الظاہر بیبرس سلطان مصر اور سلطان زین الدین کتبغا کے ذریعے ۶۶۸ھ (۱۲۷۲ء) اور ۶۹۴ھ (۱۲۹۷ء) میں کرائی گئی تعمیر و تجدید کی یادگار ہیں۔
۴- حجرۂ مطہرہ کی بنیادیں اور گنبد خضرا کے ستون سلطان مصر اشرف قایتبائی کے ذریعے ۸۸۷ھ (۱۴۸۵ء) میں کی گئی تجدید و توسیع کی باقیات میں سے ہیں۔
۵- گنبد خضرا کی بلند عمارت سلطان عبد المجید کی توسیع و تجدید کی یادگار ہے۔
۶- محراب حنفی جسے محراب سلیمانی بھی کہا جاتا ہے اور جو منبر شریف کے دائیں جانب واقع ہے ۸۶۰ھ (۱۴۵۹ء) میں اشرف اینال کی یادگار تعمیر ہے۔
۷- مسجد کی شمالی دیوار میں جو محراب عثمانی ہے وہ اشرف قایتبائی کی تعمیری یادگار ہے۔
۸- سلطان اشرف قایتبائی کا تعمیر کردہ ایک ستون جو منارۂ رئیسیہ کے دروازے سے دائیں جانب واقع ہے اب تک دیکھا جا سکتا ہے۔
۹- محراب نبوی بھی سلطان اشرف قایتبائی کی تعمیری یادگار ہے۔

Marfat.com

عمق منارہ: ۱۷ میٹر

اساطین پر نصب کئے گئے برقی قمقمے: ۱۰۱۱

پایوں کے زاویوں پر گول برقی قمقمے: ۱۲۰۰

عربی شکل کے خوبصورت قمقمے

جو پایوں کے زاویوں پر آویزاں ہیں: ۱۶

جملہ اخراجات: دفتر منصوبہ توسیع حرم شریف کے مدیر العام شیخ محمد صالح قزاز صاحب کے بقول مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع پر ملک عبد العزیز ابن سعود نے ۳۰ ملین سعودی ریال خرچ کئے اور جن زمینوں کو توسیع میں شمولیت کے لئے سرکار نے حاصل کیا تھا ان کے مالکوں کو ۴۰ ملین سعودی ریال معاوضہ ادا کیا گیا۔

مسجد نبوی کی موجودہ تعمیرات: مسجد کے جنوبی حصہ میں باب النساء اور باب الرحمۃ کے بعد سلطان عبد المجید عثمانی کی تعمیرات اب تک باقی ہیں جو انہوں نے ۱۲۷۷-۱۲۶۵ھ (۱۸۶۱-۱۸۴۹ء) میں کرائی تھیں۔

۲- مذکورہ دونوں دروازوں کے بعد شمالی حصے میں جو تعمیر ہے وہ ملک عبد العزیز نے کرائی تھی۔

۳- حجرۂ مطہرہ کے چاروں طرف جو کھڑکیاں ہیں وہ الظاہر بیبرس سلطان مصر اور سلطان زین الدین کتبغا کے ذریعے ۶۶۸ھ (۱۲۷۰ء) اور ۶۹۴ھ (۱۲۹۷ء) میں کرائی گئی تعمیر و تجدید کی یادگار ہیں۔

۴- حجرۂ مطہرہ کی بنیادیں اور گنبد خضرا کے ستون سلطان مصر اشرف قایتبائی کے ذریعے ۸۸۷ھ (۱۴۸۵ء) میں کی گئی تجدید و توسیع کی باقیات میں سے ہیں۔

۵- گنبد خضرا کی بلند عمارت سلطان عبد المجید کی توسیع و تجدید کی یادگار ہے۔

۶- محراب حنفی جسے محراب سلیمانی بھی کہا جاتا ہے اور جو منبر شریف کے دائیں جانب واقع ہے ۸۶۰ھ (۱۴۵۹ء) میں اشرف اینال کی یادگار تعمیر ہے۔

۷- مسجد کی شمالی دیوار میں جو محراب عثمانی ہے وہ اشرف قایتبائی کی تعمیری یادگار ہے۔

۸- سلطان اشرف قایتبائی کا تعمیر کردہ ایک ستون جو منارۂ رئیسیہ کے دروازے سے دائیں جانب واقع ہے اب تک دیکھا جا سکتا ہے۔

۹- محراب نبوی بھی سلطان اشرف قایتبائی کی تعمیری یادگار ہے۔

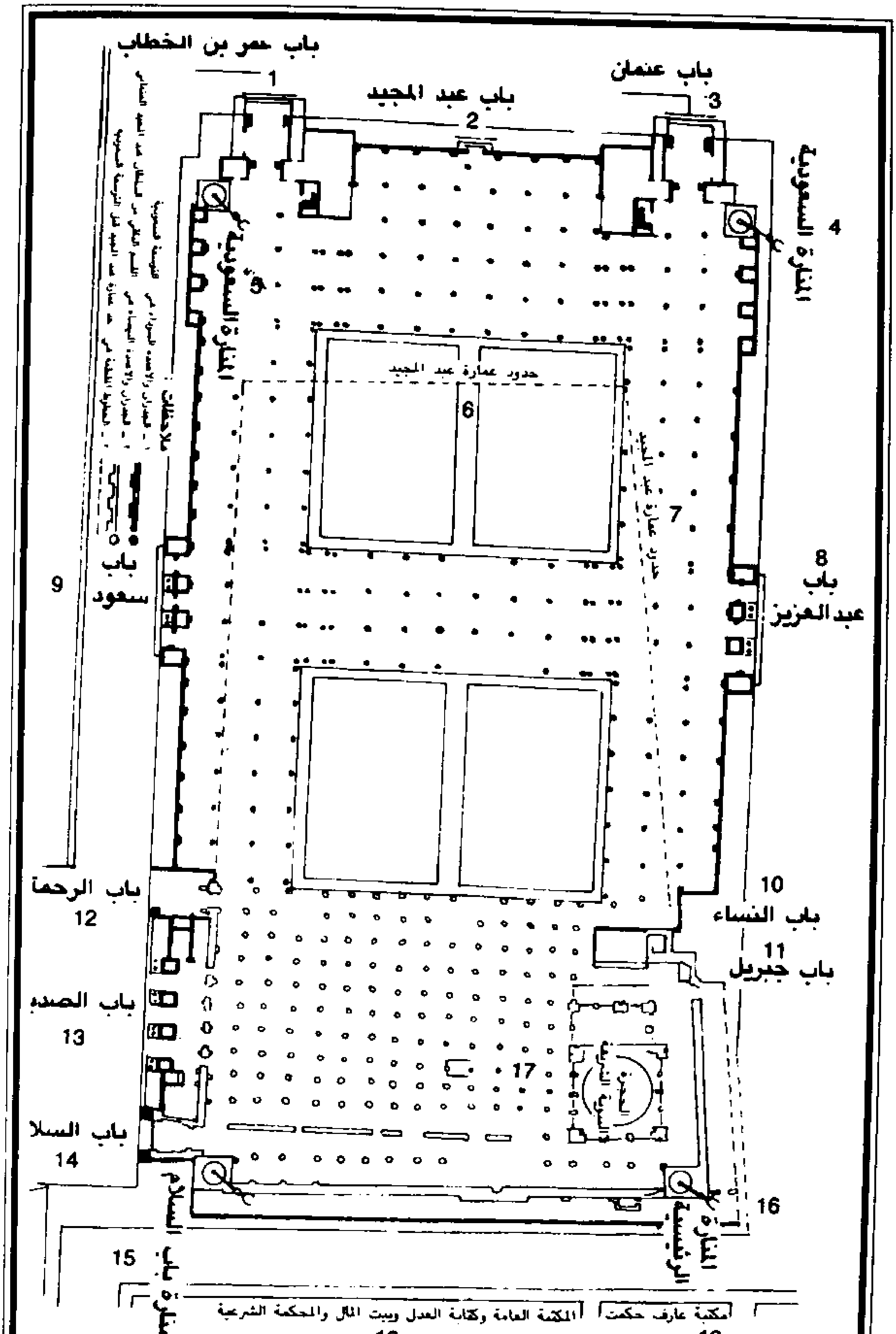

سلطان عبدالمجید کی تعمیر و توسیع کا کتنا حصہ اب تک باقی ہے اور ملک عبدالعزیز ابن سعود کی کرائی گئی توسیع و تجدید
اور اسکے لئے سڑکوں کو مسجد نبوی کے چاروں طرف کشادہ کیا گیا اس نقشے میں دیکھا جاسکتا ہے

Marfat.com

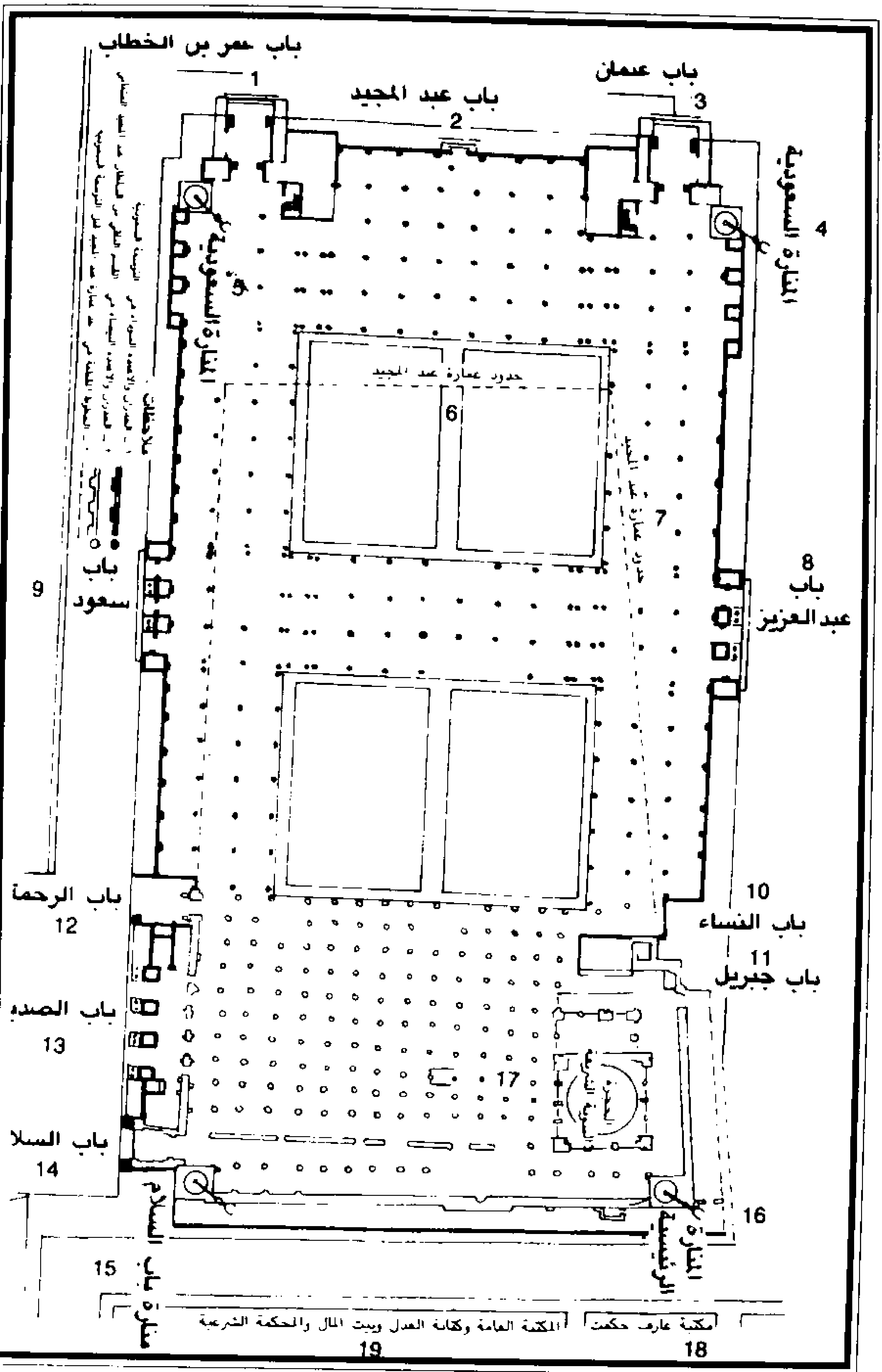

سلطان عبدالمجید کی تعمیر و توسیع کا کتنا حصہ اب تک باقی ہے اور ملک عبدالعزیز ابن سعود کی کرائی گئی توسیع و تجدید اور اسکے لئے سڑکوں کو مسجد نبوی کے چاروں طرف کشادہ کیا گیا اس نقشے میں دیکھا جاسکتا ہے

مسجد نبوی کے موجودہ دروازے:

۱- باب السلام: یہ مسجد نبوی کے جنوبی غربی گوشے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے تعمیر کردہ اس دروازے سے ملحق ہے جو آپؐ نے مسجد نبوی کی توسیع کے وقت تعمیر کروایا تھا۔

۲- باب الرحمۃ: اسے باب عاتکہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ باب النساء کے بالمقابل مسجد نبوی کی غربی دیوار میں واقع ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دروازے سے متصل ہے جو مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت آپ نے مغرب کی جانب کھلوایا تھا۔

۳- باب جبریل: اسے باب آل عثمان اور باب النبی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ حجرۂ مطہرہ کی شرقی دیوار کے احاطے کے بعد واقع ہے۔

۴- باب النساء: یہ شرقی دیوار میں واقع ہے اور شمال کی جانب باب جبریل کے بعد آتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان دکتہ الاغوات حد فاصل ہے۔ یہ دروازہ اس رہائش گاہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو عورتوں کے لئے مخصوص ہے اور اس دروازے کے قریب ہے جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کے وقت کھولا تھا۔

۵- باب الصدیق: ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگوں میں سے جس کی رفاقت و صحبت اور مال پر مجھے کامل اعتماد ہے۔ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور اگر اللہ کے سوا میرا کسی سے تعلق خاص ہے تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ اسلامی اخوت اور مودّت ہے۔ مسجد نبوی میں باب الصدیقؓ کے علاوہ بالا آخر تمام دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مسجد کی تعمیر کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا روشن دان مسجد کی غربی دیوار میں تھا۔ اس کے بعد جتنی بھی تعمیرات و تجدیدات ہوئیں ان میں اس روشندان کا جائے وقوع ظاہر کرنے کے لئے ایک دروازہ قائم کیا گیا۔ سلطان عبد المجید کی توسیع و تجدید کے دوران بھی روشن دان باقی رکھا گیا اور دروازے پر عربی میں "خوختہ ابی بکر رضی اللہ عنہ" تحریر کر دیا گیا۔ یہ دروازہ عام سڑک کی طرف نہیں بلکہ سامان خانہ میں کھلتا تھا۔

سعودیوں نے مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر کے وقت باب الرحمۃ اور باب السلام کے درمیان ایک بڑا دروازہ بنوایا اور اس میں تین ایسے روشن دان کھولے جن کا رخ مسجد کی طرف تھا۔ انہوں نے اس بڑے دروازے کا نام خلیفۂ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام پر "باب الصدیقؓ" تجویز کیا۔

سعودی دور حکومت میں تعمیر کردہ دروازے: اب تک جن دروازوں کا ذکر کیا گیا وہ سلطان عبد المجید کی تجدید و توسیع کے زمانے میں تعمیر ہوئے تھے۔ اب سعودیوں کے تعمیر کردہ دروازوں کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مسجد نبوی کے تمام دروازوں کی تعداد معلوم ہو جائے۔

۶- باب عبدالعزیز: یہ مسجد نبوی کی شرقی دیوار میں باب النساء کے بعد ہے جس میں تین ملحقہ دروازے شامل کر لئے گئے ہیں اور اس کے سامنے شارع عبد العزیز واقع ہے۔

۷- باب عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ: یہ مسجد نبوی کے شمالی مشرقی کونے میں واقع ہے۔

۸- باب المجیدی: یہ شمالی شرقی دیوار کے وسط میں واقع ہے۔

۹- باب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: یہ مسجد نبوی کے شمالی غربی کونے میں واقع ہے۔

Marfat.com

مسجد نبوی کے موجودہ دروازے:

۱- **باب السلام:** یہ مسجد نبوی کے جنوبی غربی گوشے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے تعمیر کردہ اس دروازے سے ملحق ہے جو آپؓ نے مسجد نبوی کی توسیع کے وقت تعمیر کروایا تھا۔

۲- **باب الرحمۃ:** اسے باب عاتکہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ باب النساء کے بالمقابل مسجد نبوی کی غربی دیوار میں واقع ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دروازے سے متصل ہے جو مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت آپ نے مغرب کی جانب کھلوایا تھا۔

۳- **باب جبریل:** اسے باب آل عثمان اور باب النبی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ حجرۂ مطہرہ کی شرقی دیوار کے احاطے کے بعد واقع ہے۔

۴- **باب النساء:** یہ شرقی دیوار میں واقع ہے اور شمال کی جانب باب جبریل کے بعد آتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان دکتہ الاغوات حد فاصل ہے۔ یہ دروازہ اس رہائش گاہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو عورتوں کے لئے مخصوص ہے اور اس دروازے کے قریب ہے جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کے وقت کھولا تھا۔

۵- **باب الصدیق:** ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگوں میں سے جس کی رفاقت و صحبت اور مال پر مجھے کامل اعتماد ہے۔ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور اگر اللہ کے سوا میرا کسی سے تعلق خاص ہے تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ اسلامی اخوت اور مودّت ہے۔ مسجد نبوی میں باب الصدیقؓ کے علاوہ بالآخر تمام دروازے بند کردیئے جائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مسجد کی تعمیر کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا روشن دان مسجد کی غربی دیوار میں تھا۔ اس کے بعد جتنی بھی تعمیرات و تجدیدات ہوئیں ان میں اس روشندان کا جائے وقوع ظاہر کرنے کے لئے ایک دروازہ قائم کیا گیا۔ سلطان عبد المجید کی توسیع و تجدید کے دوران بھی روشن دان باقی رکھا گیا اور دروازے پر عربی میں "خوختہ ابی بکر رضی اللہ عنہ" تحریر کردیا گیا۔ یہ دروازہ عام سڑک کی طرف نہیں بلکہ سامان خانہ میں کھلتا تھا۔

سعودیوں نے مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر کے وقت باب الرحمۃ اور باب السلام کے درمیان ایک بڑا دروازہ بنوایا اور اس میں تین ایسے روشن دان کھولے جن کا رخ مسجد کی طرف تھا۔ انہوں نے اس بڑے دروازے کا نام خلیفۂ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام پر "باب الصدیقؓ" تجویز کیا۔

سعودی دور حکومت میں تعمیر کردہ دروازے: اب تک جن دروازوں کا ذکر کیا گیا وہ سلطان عبد المجید کی تجدید و توسیع کے زمانے میں تعمیر ہوئے تھے۔ اب سعودیوں کے تعمیر کردہ دروازوں کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مسجد نبوی کے تمام دروازوں کی تعداد معلوم ہو جائے۔

۶- **باب عبدالعزیز:** یہ مسجد نبوی کی شرقی دیوار میں باب النساء کے بعد ہے جس میں تین ملحقہ دروازے شامل کر لئے گئے ہیں اور اس کے سامنے شارع عبدالعزیز واقع ہے۔

۷- **باب عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ:** یہ مسجد نبوی کے شمالی مشرقی کونے میں واقع ہے۔

۸- **باب المجیدی:** یہ شمالی شرقی دیوار کے وسط میں واقع ہے۔

۹- **باب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ:** یہ مسجد نبوی کے شمالی غربی کونے میں واقع ہے۔

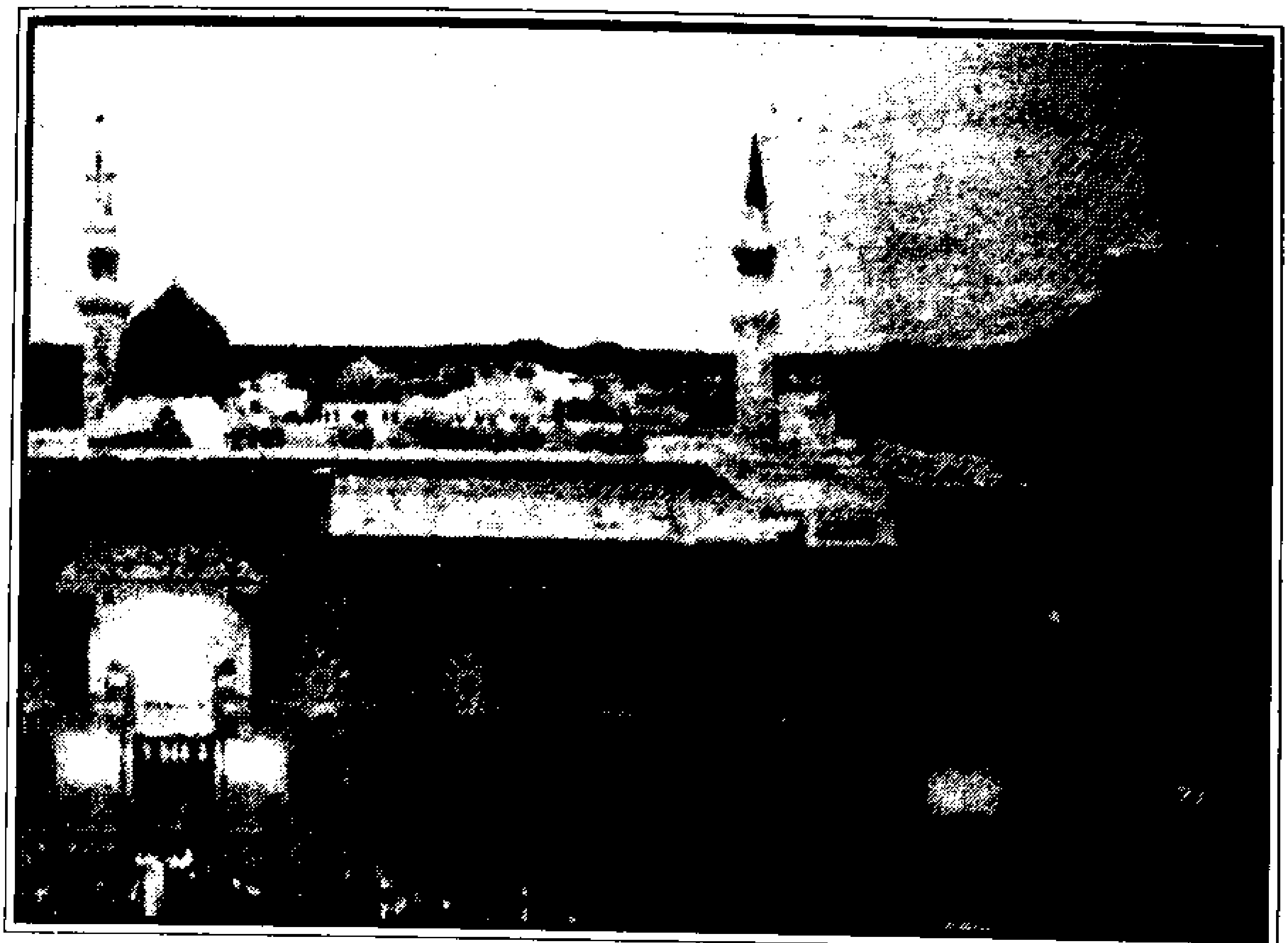

مسجد نبوی کے شمال کی جانب سامنے سے کھینچی گئی تصویر، جس طرف تین دوازے باب عثمان، باب المجیدی اور باب عمر ہیں۔ تصویر میں باب عثمان، باب المجیدی اور مسجد کی کھڑکیوں کے نمونے نظر آ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ سعودی دور میں تعمیر ہوئے منارے، صدر مینار، سبز گنبد اور باب السلام کا مینار بھی نظر آ رہا ہے۔

۱۰۔ باب سعود: یہ باب الرحمۃ کے بعد شمال کی جانب مغربی دیوار میں واقع ہے۔ اس میں بھی تین بڑے دروازے شامل کر دیئے گئے تھے۔ یہ باب عبد العزیز کے بالمقابل واقع ہے۔

اس وقت مسجد نبوی میں متذکرہ بالا دروازے ہیں۔ ان کی کل تعداد دس ہے جن میں سے پانچ سلطان عبد المجید کے اور پانچ ملک عبد العزیز کے تعمیر کردہ ہیں۔ ان میں سے تین دروازے پہلے تین بڑے دروازوں کو شامل کر کے بنائے گئے ہیں۔ جن کو "باب الصدیقؓ"، "باب عبد العزیز" اور "باب سعود" کہا جاتا ہے۔

تعمیرات مسجد نبوی کی درمیانی مدت: مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع مندرجہ ذیل وقفوں کے بعد عمل میں آئی۔

رسول اللہ کی تعمیر کردہ مسجد جو فتحِ خیبر کے بعد بنائی گئی اس کی اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی تعمیر و توسیع کی درمیانی مدت دس سال ہے۔

ولید بن الملک اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توسیعات کے درمیان ۶۲ سال کا وقفہ ہے۔ خلیفہ مہدی العباسی نے ولید بن عبد الملک کی توسیع کے ۷۰ سال بعد توسیع و تجدید کرائی۔ خلیفہ مہدی العباسی کی تعمیر کے ۴۷ سال بعد آتشزدگی کے نتیجے میں متعدد مسلم سلاطین نے مسجد کی تعمیر و توسیع میں حصہ لیا۔

مسلم سلاطین کی تعمیرات کے ۲۱ سال بعد جب مسجد میں دوسری بار آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا تو اشرف قایتبائی، والیٔ مصر، نے دوبارہ تعمیر کا کام کرایا۔

Marfat.com

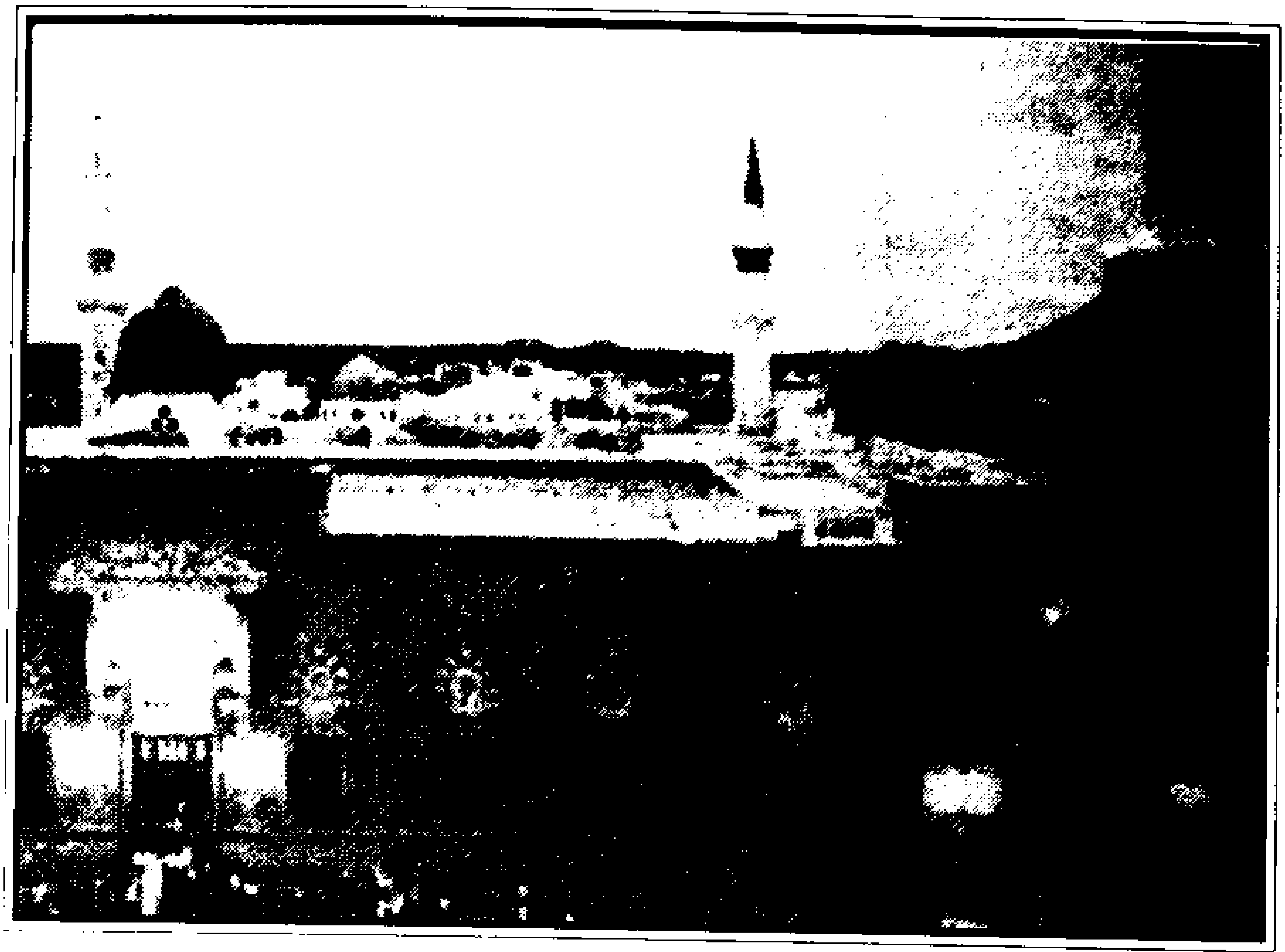

مسجد نبوی کے شمال کی جانب سامنے سے کھینچی گئی تصویر، جس طرف تین دوازے باب عثمان، باب المجیدی اور باب عمر ہیں۔ تصویر میں باب عثمان، باب المجیدی اور مسجد کی کھڑکیوں کے نمونے نظر آرہے ہیں۔ اس کے علاوہ سعودی دور میں تعمیر ہوئے منارے، صدر مینار، سبز گنبد اور باب السلام کا مینار بھی نظر آرہا ہے۔

۱۰- باب سعود: یہ باب الرحمۃ کے بعد شمال کی جانب مغربی دیوار میں واقع ہے۔ اس میں بھی تین بڑے دروازے شامل کردیئے گئے تھے۔ یہ باب عبدالعزیز کے بالمقابل واقع ہے۔

اس وقت مسجد نبوی میں متذکرہ بالا دروازے ہیں۔ ان کی کل تعداد دس ہے جن میں سے پانچ سلطان عبدالمجید کے اور پانچ ملک عبدالعزیز کے تعمیر کردہ ہیں۔ ان میں سے تین دروازے پہلے تین بڑے دروازوں کو شامل کرکے بنائے گئے ہیں۔ جن کو "باب الصدیقؓ"، "باب عبدالعزیز" اور "باب سعود" کہا جاتا ہے۔

تعمیرات مسجد نبوی کی درمیانی مدت: مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع مندرجہ ذیل وقفوں کے بعد عمل میں آئی۔ رسول اللہ کی تعمیر کردہ مسجد جو فتح خیبر کے بعد بنائی گئی اس کی اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی تعمیر و توسیع کی درمیانی مدت دس سال ہے۔

ولید بن الملک اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توسیعات کے درمیان ۶۲ سال کا وقفہ ہے۔ خلیفہ مہدی العباسی نے ولید بن عبدالملک کی توسیع کے ۷۰ سال بعد توسیع و تجدید کرائی۔ خلیفہ مہدی العباسی کی تعمیر کے ۴۷ سال بعد آتشزدگی کے نتیجے میں متعدد مسلم سلاطین نے مسجد کی تعمیر و توسیع میں حصہ لیا۔

مسلم سلاطین کی تعمیرات کے ۲۱ سال بعد جب مسجد میں دوسری بار آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا تو اشرف قایتبائی، والی مصر، نے دوبارہ تعمیر کا کام کرایا۔

اشرف قایتبائی کی تعمیر کے ۳۷ سال بعد سلطان عبد المجید نے تجدید و توسیع کرائی۔ سلطان عبدالمجید کی تعمیرات کے ۹۶ سال بعد ملک عبد العزیز نے تجدید و توسیع کرائی۔ ان مدتوں کے دوران بھی مسجد نبوی میں اصلاح و مرمت اور ترمیم و تجدید کا کام کیا گیا۔

وہ حضرات جنہوں نے مسجد نبوی کی صرف تعمیر و تجدید میں حصہ لیا: بہت سے حضرات ایسے بھی ہیں جنہوں نے محض مسجد کی تعمیر و تجدید میں حصہ لیا ہے مگر اس کے رقبے میں کوئی توسیع نہیں کرائی۔ ان میں درج ذیل اسماَ قابل ذکر ہیں۔ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، الناصر لدین اللہ، المعتصم عباسی، محمد بن قلادون الصالحی، منصور حاکم مصر، نور الدین علی بن معز ایبک، المظفر شمس الدین حاکم یمن، ظاہر بیبرس، ظاہر چقمق البند قاری، اشرف برسبائی، اشرف شعبان بن حسین، سلطان مراد عثمانی، سلطان سلیم عثمانی اور سلطان محمود اول عثمانی۔

مسجد نبوی میں تعمیرات کی تفصیل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے اس وقت تک مسجد نبوی میں جتنی بھی تعمیرات و تجدیدات ہوئیں وہ چاروں دیواروں، ستونوں، چھتوں اور حجروں اور بعض اطراف و جوانب تک محدود رہیں۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاَ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسجد کو اینٹوں، شہتیروں اور کھجور کے پتوں سے تعمیر کیا گیا تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں پوری مسجد دوبارہ تعمیر کرائی، اس کے رقبے میں اضافہ کیا اور چھت کی اونچائی ۷ میٹر سے بڑھا کر ۱۱ میٹر کرا دی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد کی دوبارہ تعمیر کرائی جس میں پتھروں کا استعمال کیا گیا اور سیسہ اور لوہے کے ستون لگائے گئے۔ اموی حکمراں ولید ابن عبد الملک اور خلیفہ مہدی العباسی نے بھی اپنی تعمیرات میں پتھروں کا استعمال کیا۔ جن مسلم حکمرانوں نے آتشزدگی کے بعد اسے دوبارہ تعمیر کرایا انہوں نے قدیم طرز تعمیر برقرار رکھا۔ حاکم مصر اشرف قایتبائی نے اپنی تعمیر کے دوران وہ تمام ستون باقی رکھے جو دوسری آتشزدگی کے بعد بچ رہے تھے۔ سلطان عبد المجید نے ایک نئے طرز سے مسجد نبوی کو دوبارہ تعمیر کرایا۔ ان کی بناوٹ اور سامان تعمیر بھی نئی قسم کا تھا۔ ایسے ہی نئے طرز اور نقشے کے مطابق ملک عبد العزیز نے بھی تعمیرات کرائیں۔

مدینہ منورہ کی سڑکیں

ایک زائر مندرجہ ذیل چار راستوں سے مدینہ منورہ پہنچ سکتا ہے:

جنوبی سڑک: یہ ایک بڑی شاہراہ ہے اور جدہ، ینبوع، مکہ معظمہ اور مملکت سعودیہ کے جنوبی علاقوں سے آنے والوں کے لئے نہایت اہم راستہ ہے۔ یہ سڑک ذوالحلیفہ سے گزرتی ہے جو زائرین مدینہ منورہ کا میقات (مقام احرام بندی) کہلاتا ہے۔ اس سڑک پر عروہ اور میدان عنبریہ پڑتے ہیں۔ جب زائر مفرحات پہنچتا ہے جو مدینہ منورہ سے ۱۸ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے تو اسے مسجد نبوی کے منارے صاف نظر آتے ہیں۔

۱۔ ذوالحلیفہ مدینہ منورہ کی جنوبی حد ہے۔ جب زائر مدینہ منورہ کی سڑک پر چلے گا تو اس کے داہنے ہاتھ پر جبل عیر ہو گا۔ اسی علاقے میں مدینہ منورہ کا کھربائی اسٹیشن واقع ہے۔

۲۔ مفرحات مدینہ منورہ سے ۲۲ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مقام پر مدینہ منورہ قریب ہونے کی وجہ سے زائرین کے قلوب بڑی مسرت و شادمانی محسوس کرتے ہیں۔

شمالی سڑک: یہ سڑک شام، اردن اور ترکی سے براہ تبوک مدینہ منورہ آنے والے زائرین کے لئے ایک خاص پکا

Marfat.com

اشرف قایتبائی کی تعمیر کے ۳۷ سال بعد سلطان عبد المجید نے تجدید و توسیع کرائی۔ سلطان عبدالمجید کی تعمیرات کے ۹۶ سال بعد ملک عبد العزیز نے تجدید و توسیع کرائی۔ ان مدتوں کے دوران بھی مسجد نبوی میں اصلاح ومرمت اور ترمیم و تجدید کا کام کیا گیا۔

<u>وہ حضرات جنہوں نے مسجد نبوی کی صرف تعمیر و تجدید میں حصہ لیا:</u> بہت سے حضرات ایسے بھی ہیں جنہوں نے محض مسجد کی تعمیرو تجدید میں حصہ لیا ہے مگر اس کے رقبے میں کوئی توسیع نہیں کرائی۔ ان میں درج ذیل اسماٗ قابل ذکر ہیں۔ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضي الله عنه، الناصرلدین اللہ، المعتصم عباسی، محمد بن قلاوون الصالحی، منصور حاکم مصر، نور الدین علی بن معز ایبک، المظفر شمس الدین حاکم یمن، ظاھر بیبرس، ظاھر چقمق البندقاری، اشرف برسبائی، اشرف شعبان بن حسین، سلطان مراد عثمانی، سلطان سلیم عثمانی اور سلطان محمود اول عثمانی۔

<u>مسجد نبوی میں تعمیرات کی تفصیل:</u> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے اس وقت تک مسجد نبوی میں جتنی بھی تعمیرات و تجدیدات ہوئیں وہ چاروں دیواروں، ستونوں، چھتوں اور حجروں اور بعض اطراف و جوانب تک محدود رہیں۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاٗ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسجد کو اینٹوں، شہتیروں اور کھجور کے پتوں سے تعمیر کیا گیا تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں پوری مسجد دوبارہ تعمیر کرائی، اس کے رقبے میں اضافہ کیا اور چھت کی اونچائی ۷ میٹر سے بڑھا کر ۱۱ میٹر کرادی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد کی دوبارہ تعمیر کرائی جس میں پتھروں کا استعمال کیا گیا اور سیسہ اور لوہے کے ستون لگائے گئے۔ اموی حکمران ولید بن عبد الملک اور خلیفہ مہدی العباسی نے بھی اپنی تعمیرات میں پتھروں کا استعمال کیا۔ جن مسلم حکمرانوں نے آتشزدگی کے بعد اسے دوبارہ تعمیر کرایا انہوں نے قدیم طرز تعمیر برقرار رکھا۔ حاکم مصر اشرف قایتبائی نے اپنی تعمیر کے دوران وہ تمام ستون باقی رکھے جو دوسری آتشزدگی کے بعد بچ رہے تھے۔ سلطان عبد المجید نے ایک نئے طرز سے مسجد نبوی کو دوبارہ تعمیر کرایا۔ ان کی بناوٹ اور سامان تعمیر بھی نئی قسم کا تھا۔ ایسے ہی نئے طرز اور نقشے کے مطابق ملک عبد العزیز نے بھی تعمیرات کرائیں۔

مدینہ منورہ کی سڑکیں

ایک زائر مندرجہ ذیل چار راستوں سے مدینہ منورہ پہنچ سکتا ہے:

جنوبی سڑک: یہ ایک بڑی شاہراہ ہے اور جدہ، ینبوع، مکہ معظمہ اور مملکت سعودیہ کے جنوبی علاقوں سے آنے والوں کے لئے نہایت اہم راستہ ہے۔ یہ سڑک ذوالحلیفہ سے گزرتی ہے جو زائرین مدینہ منورہ کا میقات (مقام احرام بندی) کہلاتا ہے۔ اس سڑک پر عروہ اور میدان عنبریہ پڑتے ہیں۔ جب زائر مفرحات پہنچتا ہے جو مدینہ منورہ سے ۱۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے تو اسے مسجد نبوی کے منارے صاف نظر آتے ہیں۔

۱۔ ذوالحلیفہ مدینہ منورہ کی جنوبی حد ہے۔ جب زائر مدینہ منورہ کی سڑک پر چلے گا تو اس کے داہنے ہاتھ پر جبل عیر ہوگا۔ اسی علاقے میں مدینہ منورہ کا کھربائی اسٹیشن واقع ہے۔

۲۔ مفرحات مدینہ منورہ سے ۲۲ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مقام پر مدینہ منورہ قریب ہونے کی وجہ سے زائرین کے قلوب بڑی مسرت و شادمانی محسوس کرتے ہیں۔

<u>شمالی سڑک:</u> یہ سڑک شام، اردن اور ترکی سے براہ تبوک مدینہ منورہ آنے والے زائرین کے لئے ایک خاص پکا

راستہ ہے۔ ہوائی اڈے پر یہ سڑک نجد، حائل، بریدہ، عنیزہ اور عراق سے آنے والی مشرقی سڑک سے مل جاتی ہے۔ یہ دونوں سڑکیں ہوائی اڈے کی اس سڑک سے مل جاتی ہیں جو مسجد ابوذر رضی اللہ عنہ اور شفاخانۂ عام سے گزر کر مدینہ منورہ آتی ہے۔

العلا سڑک: یہ ابھی تک پختہ نہیں ہوئی ہے اور جدہ و تبوک کی سڑکوں کی طرح اہم نہیں ہے۔ اس سڑک پر چلنے والا مسافر سلطانہ روڈ (جامعہ اسلامیہ) پر اپنا راستہ ختم کرے گا جو وسطِ مدینہ منورہ میں باب الشامی تک پہنچتی ہے۔

مدینہ ریلوے لائن: یہ ریلوے لائن مدینہ منورہ کو شام اور اردن سے ملاتی ہے۔ اس ریلوے لائن کی ازسرِ نو تعمیر کا منصوبہ زیرِ غور ہے۔ فی الحال اس پر عملدر آمد نہیں ہوا ہے۔

شارع الہجرة: یہ تیز رفتار گاڑیوں کے لئے ایک نئی سڑک ہے جو مدینہ منورہ سے میدانِ مسجد قبا تک جاتی ہے۔ حال ہی میں شاہ فہد ابن عبدالعزیز نے اس سڑک کا افتتاح کیا ہے۔

مسجد نبوی تک سڑکیں

ہم نے مدینہ منورہ کو جانے والی پانچ سڑکوں کا ذکر کیا ہے۔ اب ہم مسجد نبوی تک پہنچنے والے دس اہم راستوں کو بیان کریں گے:

۱۔ **شارع باب السلام:** یہ مناخہ اور عوالی سے مسجد نبوی کے جانب جنوب واقع ہے۔

۲۔ **شارع ملک عبد العزیز:** یہ مسجد نبوی کے جانب شرق ہے اور البقیع کے قریب شارعِ ابوذر رضی اللہ عنہ سے مل جاتی ہے۔

شارع باب السلام اور شارع ملک عبدالعزیز کے درمیان بہت سی گلیاں ہیں جو مسجد نبوی تک پہنچتی ہیں۔

۳۔ **شارع سنبلیہ:** یہ مسجد نبوی کے شمال مشرق میں واقع ہے اور شارع ابوذر رضی اللہ عنہ کی ہی ایک شاخ ہے۔ یہ راستہ مسجد نبوی کے شمالی میدان سے ہو کر باب عثمان رضی اللہ عنہ، باب عمر رضی اللہ عنہ اور باب مجیدی تک پہنچاتا ہے۔

۴۔ **شارع باب المجیدی:** یہ مسجد نبوی کے شمال میں واقع ہے اور ہوائی اڈے کی سڑک کی ایک شاخ ہے، جو مسجد کے شمالی میدان تک پہنچاتی ہے۔ اس سڑک اور شارع سنبلیہ کے درمیان دو گلیاں ہیں جو حرّہ سے آتی ہیں۔

۵۔ **شارع السحیمی:** مسجد نبوی کے غرب شمال میں واقع ہے۔ شارع باب الشامی اور باب المناخہ سے چل کر اس راستے پر آ سکتے ہیں۔ مسجد نبوی کے میدانِ شمالی والے دروازے پر یہ راستہ شارع مجیدی سے متصل ہو جاتا ہے۔

۶۔ **شارع الساحة:** مسجد نبوی کے شمال مغرب میں ایک نئی سڑک ہے جو میدانِ شمالی تک پہنچتی ہے۔ شارع المناخہ سے اس سڑک پر پہنچا جا سکتا ہے۔

۷۔ **شارع العینیہ:** مسجد نبوی کے غرب میں واقع ہے اور صرف پیدل چلنے والوں کے لئے

Marfat.com

مخصوص ہے۔ یہ مسجد نبوی کے باب السلام اور باب الرحمۃ تک پہنچاتی ہے۔ شارع المناخہ سے اس سڑک پر آسکتے ہیں۔ شارع المناخہ اور شارع العینیہ کے درمیان دو گلیاں پڑتی ہیں جن میں ایک شارعِ سعود تک اور دوسری شارع باب الرحمۃ تک پہنچاتی ہے۔

۸۔ شارع سُویقہ: مسجد نبوی کے غرب میں واقع ہے اور پیدل چلنے والوں کے لئے مخصوص ہے۔ یہ شارع المناخہ کی ایک شاخ ہے اور شارعِ الشونہ سے بھی اس پر پہنچا جا سکتا ہے۔ اس کو شارع جوہ المدینہ اور شارع الحدرہ بھی کہتے ہیں۔

۹۔ شارع الشونہ: یہ مسجد نبوی کے جنوب مغرب میں واقع ہے اور پیدل چلنے والوں کے لئے مخصوص ہے۔ یہ شارع المناخہ کی ایک شاخ ہے جو میونسپلٹی کے قریب ہے اور باب السلام تک پہنچاتی ہے۔

۱۰۔ شارع ابوذر رضی اللہ عنہ: مسجد نبوی کے مشرق میں ہے اور مسجد ابوذر سے شروع ہوتی ہے۔

فرزندانِ ملک عبد العزیز

۱۔ شہزادہ ترکی (اول) ۱۳۱۶ھ (۱۸۹۸ء) میں کویت میں ولادت اور ۱۳۳۷ھ (۱۹۱۹ء) میں وفات ہوئی۔

۲۔ شاہ سعود۔ ۴ شوال ۱۳۱۹ھ (۱۹۰۰ء) میں کویت میں ولادت اور ۱۳۸۸ھ (۱۹۶۹ء) میں وفات۔

۳۔ شاہ فیصل۔ ۱۴ صفر ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۶ء) میں ریاض میں ولادت اور ربیع الاول ۱۳۹۵ھ (۱۹۷۵ء) میں شہادت پائی۔

۴۔ شہزادہ محمد۔ ۱۳۳۰ھ (۱۹۱۲ء) میں ریاض میں ولادت ہوئی۔

۵۔ شاہ خالد۔ ۱۳۳۱ھ (۱۹۱۳ء) میں ریاض میں ولادت اور ۱۲ شعبان ۱۴۰۲ھ (۱۹۸۲ء) میں وفات ہوئی۔

۶۔ شہزادہ ناصر۔ ۱۳۳۷ھ (۱۹۱۹ء) میں ریاض میں پیدائش اور ۱۴۰۵ھ (۱۹۸۵ء) میں وفات۔

۷۔ شہزادہ سعد ۱۳۳۷ھ (۱۹۱۹ء) میں ولادت۔

۸۔ شاہ فہد ۱۳۳۸ھ (۱۹۲۰ء) میں ریاض میں ولادت۔

۹۔ شہزادہ منصور۔ ۱۳۳۸ھ (۱۹۲۰ء) میں ولادت، ۱۳۷۰ھ (۱۹۵۱ء) میں وفات۔

۱۰۔ شہزادہ عبد اللہ۔ ۱۳۴۰ھ (۱۹۲۱ء) میں ریاض میں ولادت۔

۱۱۔ شہزادہ باندار۔ ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۲ء) میں ولادت۔

۱۲۔ شہزادہ سلطان۔ ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۵ء) میں ولادت۔

۱۳۔ شہزادہ مشعل۔ ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۵ء) میں ولادت۔

۱۴۔ شہزادہ مساد۔ ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۶ء) میں ولادت۔

۱۵۔ شہزادہ عبد المحسن۔ ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۷ء) میں ولادت، ۱۴۰۵ھ (۱۹۸۵ء) میں وفات۔

۱۶۔ شہزادہ متعری۔ ۱۳۴۹ھ (۱۹۳۰ء) میں ولادت۔

۱۷۔ شہزادہ مطیب۔ ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) میں ولادت۔

Marfat.com

۱۸۔ شہزادہ طلال۔ ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) میں ولادت۔

۱۹۔ شہزادہ عبد الرحمٰن۔ ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) میں ولادت۔

۲۰۔ شہزادہ بدر۔ ۱۳۵۱ھ (۱۹۳۲ء) میں ولادت۔

۲۱۔ شہزادہ ترکی۔ ۱۳۵۱ھ (۱۹۳۲ء) میں ولادت۔

۲۲۔ شہزادہ نواف۔ ۱۳۵۲ھ (۱۹۳۳ء) میں ولادت۔

۲۳۔ شہزادہ نائف۔ ۱۳۵۲ھ (۱۹۳۳ء) میں ولادت۔

۲۴۔ شہزادہ فواز۔ ۱۳۵۲ھ (۱۹۳۴ء) میں ولادت۔

۲۵۔ شہزادہ سلمان۔ ۱۳۵۵ھ (۱۹۳۴ء) میں ولادت۔

۲۶۔ شہزادہ ماجد۔ ۱۳۵۵ھ (۱۹۳۵ء) میں ولادت۔

۲۷۔ شہزادہ عبد اللہ۔ ۱۳۵۷ھ (۱۹۳۸ء) میں ولادت۔

۲۸۔ شہزادہ احمد۔ ۱۳۵۸ھ (۱۹۳۹ء) میں ولادت۔

۲۹۔ شہزادہ سطام۔ ۱۳۵۹ھ (۱۹۴۰ء) میں ولادت۔

۳۰۔ شہزادہ سمیر۔ ۱۳۵۹ھ (۱۹۴۰ء) میں ولادت، ۱۳۷۸ھ (۱۹۵۸ء) میں وفات۔

۳۱۔ شہزادہ ممدوح۔ ۱۳۶۰ھ (۱۹۴۱ء) میں ولادت۔

۳۲۔ شہزادہ مشعور۔ ۱۳۶۰ھ (۱۹۴۱ء) میں ولادت۔

۳۳۔ شہزادہ ہزلول۔ ۱۳۶۰ھ (۱۹۴۱ء) میں ولادت۔

۳۴۔ شہزادہ عبد المجید۔ ۱۳۶۱ھ (۱۹۴۲ء) میں ولادت۔

۳۵۔ شہزادہ مقرین۔ ۱۳۶۱ھ (۱۹۴۲ء) میں ولادت۔

۳۶۔ شہزادہ حمود۔ ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ (۲۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء) میں ولادت۔ *

*نوٹ: میں نے یہ نام سعودی مصنف محمد حسین زیدان کی تصنیف "عبد العزیز کی عظیم شخصیت" سے نقل کئے ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰۶ پر اس طرح تحریر ہے:

"یہ ملک عبد العزیز مرحوم کے فرزندان ہیں جنہوں نے نشو و نما پائی لیکن ان کے اور بھی بھائی تھے جو عنفوانِ شباب میں وفات پا گئے تھے"۔

میں نے یہ معلومات خیر الدین زرقالی کی کتاب "ملک عبد العزیز کے دورِ حکومت میں جزیرۂ عرب" کے صفحات از ۱۳۰۴ تا ۱۴۱۲ سے بھی اخذ کی ہیں۔

تیسرا ماخذ شیخ عبد الرحمٰن ابن عبد اللطیف الشیخ کی تالیف "الشجرۃ السعود" ہے۔

اس کے علاوہ محمد امین التمیمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قلمی نسخہ بھی ہے جو اس وقت کتب خانہ عبد العزیز، ریاض میں موجود ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

باب سوم

بیت النبی ۔ حجرۂ مطہرہ

Marfat.com

Marfat.com

حجرہ مطہرہ: اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پارہ ۲۶ سورہ حجرات آیتہ ۴ میں فرماتا ہے "جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پکارتے ہیں ان میں سے اکثر کو عقل نہیں ہے۔ اور اگر یہ لوگ (ذرا) صبر (اور انتظار) کرتے یہاں تک کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خود باہر ان کے پاس آ جاتے تو یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہوتا (کیونکہ ادب کی بات تھی) اور اللہ غفور رحیم ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں کا ایک باغ ہے"۔

تمام مسلمان بالعموم اور اہل مدینہ منورہ بالخصوص یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حجرہ مطہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی مکان ہے جہاں آپ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بنتِ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ قیام فرماتے تھے۔

حجرہ مطہرہ کا رقبہ: مشہور مؤرخ السمہودی کے بقول حجرہ مطہرہ کی مشرق سے مغرب تک طول میں پیمائش ۸ میٹر اور اس کا عرض ۵.۵ میٹر ہے۔ اندرونی دیوار تخمیناً ایک میٹر موٹی ہے۔

بیت مطہرہ کی حدود: بیت مطہرہ، شمال میں حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان سے ملحق ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ایک روشندان تھا جس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خیر و عافیت دریافت فرماتے تھے۔ ایک رات کو جب حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے مکان میں داخل ہو رہی تھیں تو ان میں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں اس روشندان کے ذریعے کچھ کلام ہو گیا۔ جس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روشندان کو بند کر دینے کے لئے کہا اور وہ بند کر دیا گیا۔ جنوب میں حجرہ مطہرہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مکان کے درمیان ایک سڑک تھی جو دونوں مکانوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی تھی ان دونوں مکانوں کا فاصلہ اتنا کم تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ اپنے اپنے مکانوں میں سے ایک دوسرے سے گفتگو کر لیتی تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکان اس جگہ واقع تھا جہاں آج کل زائرین حجرہ مطہرہ کی زیارت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس مکان کا کچھ حصہ حجرہ مطہرہ کے باہر کی طرف ہے۔ مشرق میں حجرہ مطہرہ کی حد اس مقام تک ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ اب یہ حجرہ مطہرہ کی شرقی کھڑکی کے قریب کی جگہ میں شامل کر لی گئی۔

حجرہ مطہرہ کے اوصاف: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ سادہ مکان اسی سامان سے تعمیر فرمایا تھا جس سے مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی تھی۔ یعنی مٹی کی اینٹیں، کھجور کے پتے اور لکڑیاں استعمال کی گئی تھیں۔ اس چھوٹی سی جگہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مکان تعمیر فرمایا تھا۔ جس کے چاروں طرف اونی پردے بندھے ہوئے تھے اور وہ اتنا نیچا تھا کہ اس کی چھت تک ہاتھ پہنچ سکتا تھا۔ اس مکان کے دو دروازے تھے۔ ان میں سے ایک دروازہ مغرب کی جانب ایک گلی میں کھلتا تھا جو مسجد کی طرف جاتی تھی۔ اور دوسرا شمال کی طرف تھا۔ ان دروازوں میں فریم نہیں تھے بلکہ یہ ساج کی کھردری لکڑی سے بنائے گئے تھے۔ کسی دروازے میں تالا بھی نہیں لگا تھا۔

Marfat.com

حجرۂ مطہرہ میں قبر شریف: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حجرے میں دفن کئے گئے تھے جو آپ کا مکان تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک مغرب کی طرف اور پائے مبارک جانب شرق تھے۔ چہرۂ مبارک قبلہ کی طرف تھا۔ حجرۂ مطہرہ کی شرقی دیوار سے ۹ انچ اور غربی دیوار سے ۱۵۰ سینٹی میٹر کے فاصلے پر آپ کا جسدِ اطہر تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر شریف: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو آپ کو حجرۂ مطہرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن کیا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جگری دوست، صحابی اور خلیفۂ اول تھے حجرۂ مطہرہ میں دفن کئے جانے کی وصیت کی تھی اور حضرت

مسجد نبوی میں مصلیٰ جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں ادا فرماتے تھے

Marfat.com

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کو منظور کر لیا تھا۔ آپ کا سرِ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانۂ اطہر کے پیچھے مغرب کی سمت تھا اور پائے مبارک مشرق کی جانب تھے۔ آپ کا چہرۂ مبارک قبلہ کی طرف تھا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قبر شریف بہ روایت نافع: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حجرۂ مطہرہ میں دفن ہونے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ پہلے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ جگہ اپنی تدفین کے لئے مقرر کی تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تدفین کی درخواست کی تو آپ نے فوراً قبول فرما لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب دفن کئے گئے تو آپ کا سرِ مبارک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے شانۂ مبارک کے پیچھے جانب غرب تھا اور پائے مبارک مشرق کی طرف تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک قبلہ کی طرف تھا۔

السمہودی کا کہنا ہے کہ یہ بیان عام طور پر صحیح تسلیم کیا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر شریف بہ روایت القاسم: القاسم ابن محمد ابن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اقدس دیکھنے کی درخواست کی۔ آپ نے حجرۂ مبارک کھولا تو اسمیں تین قبریں دیکھی گئیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر بالکل سامنے تھا۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانۂ اقدس سے متصل تھا۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مطہرہ کے قریب تھا۔

السمہودی نے اپنی کتاب "وفا الوفا" میں لکھا ہے کہ الحکیم نے اس بیان کی تحقیق کرنے کے بعد اس کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ دوسرے مؤرخین نے تین مزارات کا تذکرہ کرتے ہوئے سات مختلف بیانات دیئے ہیں۔ میں القاسم کے بیان کی تصدیق کرتا ہوں اور میرے خیال میں یہ بیان مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر رافع کی روایتوں سے زیادہ صحیح ہے:

۱۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ جب ولید کے عہد خلافت میں حجرۂ مطہرہ کی دیوار منہدم ہو گئی اور اس کو دوبارہ بنانا شروع کیا گیا تو ایک پیر نظر آیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں میں حیرانی و پریشانی پیدا ہو گئی اور انہوں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر اطہر تصور کیا۔ اس پر عروہ نے انہیں بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر مبارک نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیر مبارک ہے۔

۲۔ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جو دیوار منہدم ہوئی تھی وہ شرقی تھی۔

۳۔ جب حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دیوار تعمیر کی تو آپ نے حجرۂ مطہرہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک جنوبی حصہ جس میں قبریں تھیں اور دوسرا شمالی جس میں وہ خود قیام فرماتی تھیں۔

اگر ہم پہلے بیان پر غور کریں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صرف ایک پیر مبارک کا باہر کو نکلا ہوا ہونا قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ مزارات شرقی دیوار سے کافی فاصلے پر ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پائے مبارک

Marfat.com

تک بھی فاصلہ ہے۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پائے مبارک دیوار کی بنیاد کے قریب تھے۔ خواہ وہ بنیاد سے متصل ہوں یا بنیاد کے اندر ہوں۔ اس بیان کی تائید عبد اللہ ابن عبید اللہ نے کی جب حجرۂ مطہرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پائے مبارک نہ سما سکے تو ان کے لئے بنیاد کو کھود کر جگہ بنائی گئی۔

مندرجہ ذیل دو نقشوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوسری روایت کی رو سے تینوں قبروں کی کیا شکل ہے:

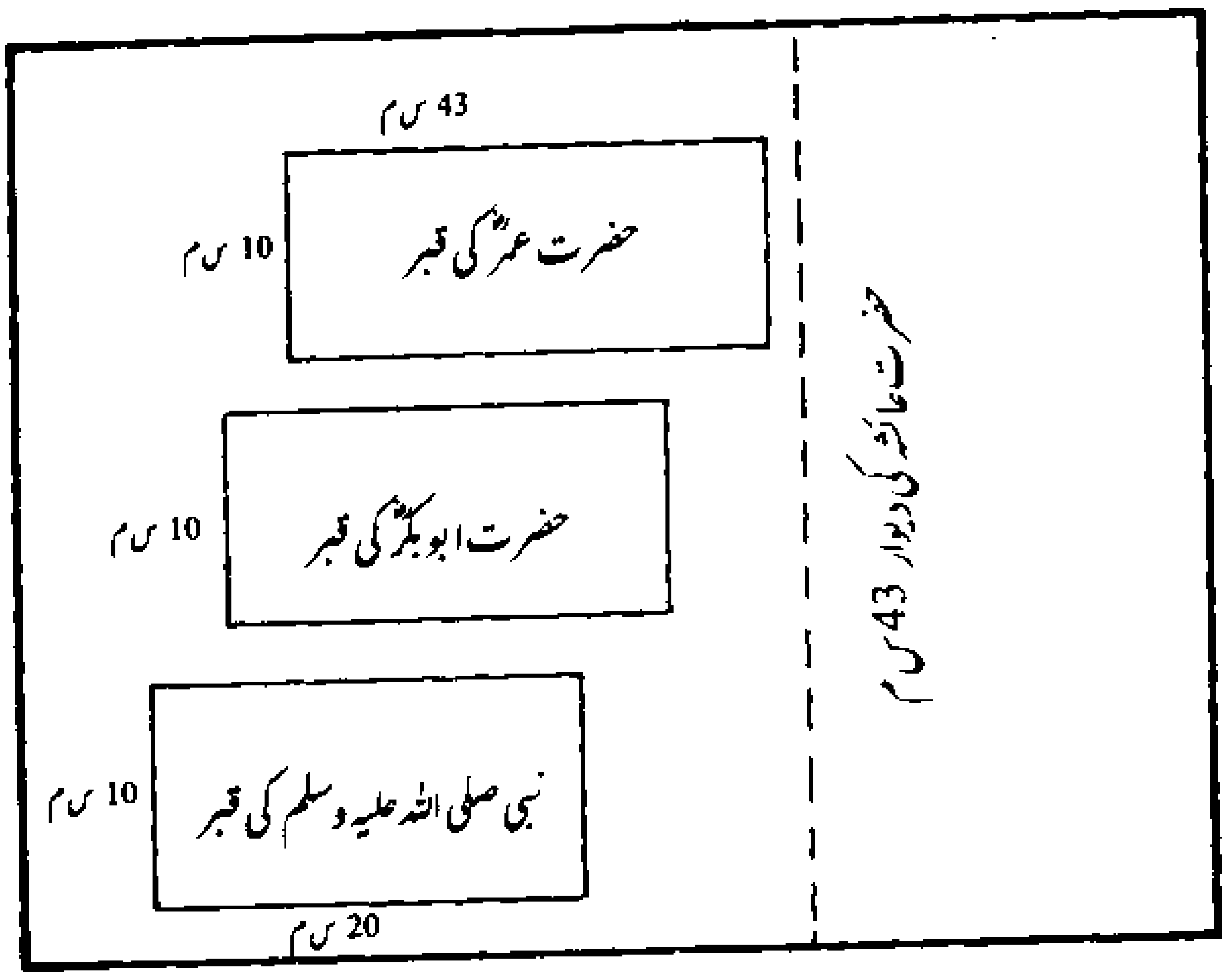

نافع ابن نعیمہ کے بیان کے مطابق قبروں کا جائے وقوع

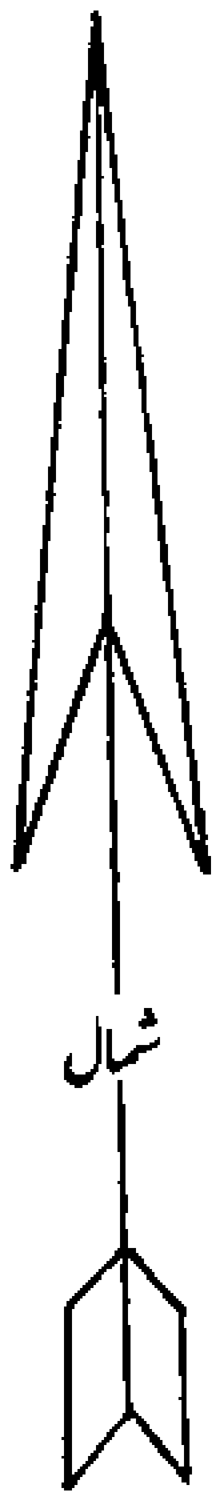

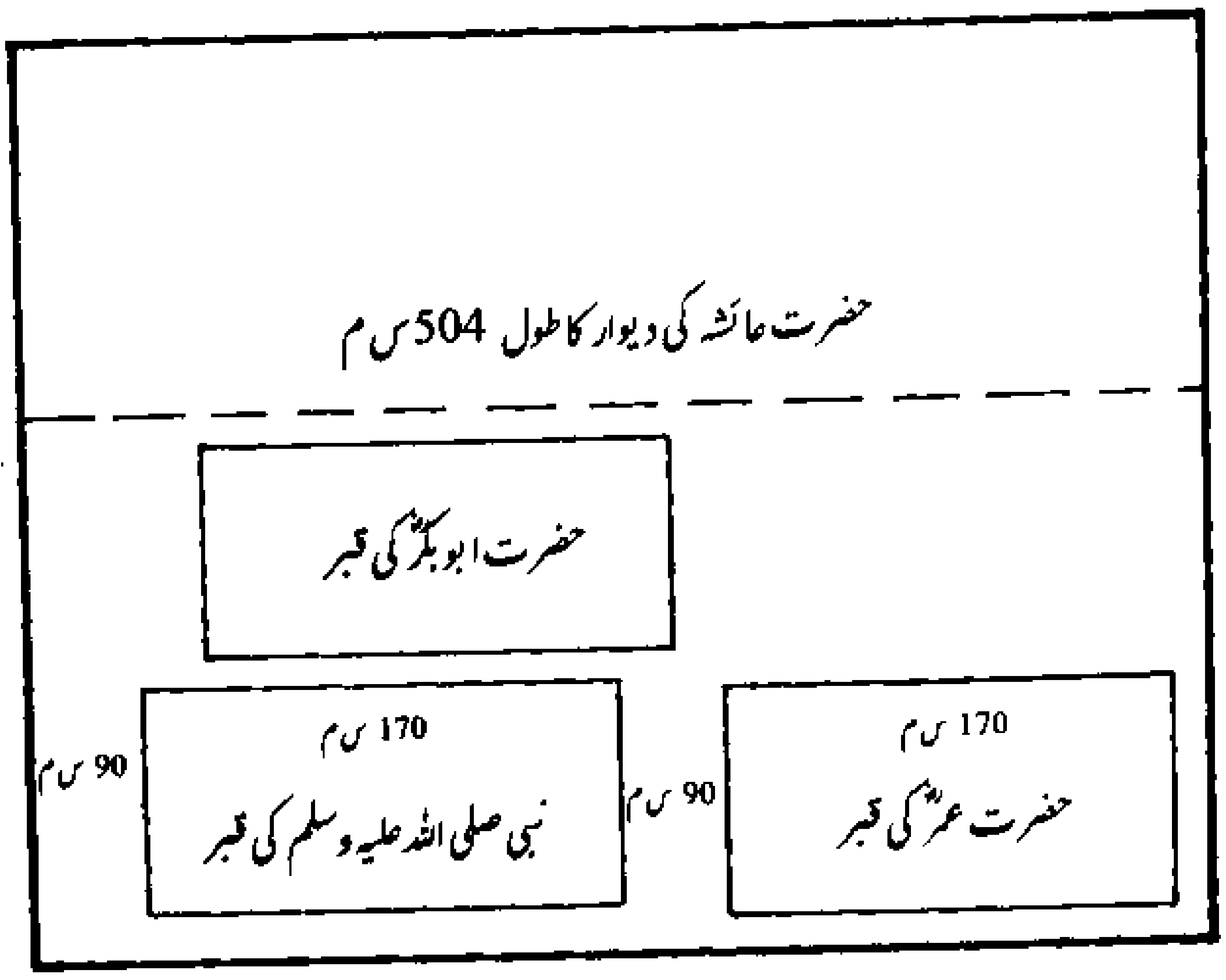

القاسم ابن محمد ابن ابوبکر کے بیان کے مطابق قبروں کا جائے وقوع

مندرجہ بالا نقشوں سے نافع ابن نعیمہ کی روایت کی تطبیق ناممکن معلوم ہوتی ہے۔

Marfat.com

نافع ابن نعیمہ کی روایت پر مبنی نقشہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس اور جنوبی دیوار کے درمیان فاصلہ ۲۰ سینٹی میٹر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کا عرض ۸۰ سینٹی میٹر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مزارات مبارک کے درمیان فاصلہ ۲۰ سینٹی میٹر۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کا عرض ۸۰ سینٹی میٹر۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزارات مبارک کے درمیان فاصلہ ۲۰ سینٹی میٹر۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کا عرض ۸۰ سینٹی میٹر۔

جملہ: ۳۰۰ سینٹی میٹر۔

القاسم کے بیان پر مشتمل نقشہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس اور جنوبی دیوار کے درمیان فاصلہ ۹۰ سینٹی میٹر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس کا طول ۱۷۰ سینٹی میٹر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزارات کے درمیان فاصلہ ۹۰ سینٹی میٹر۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کا طول ۱۷۰ میٹر۔

جملہ: ۵۲۰ سینٹی میٹر۔

Marfat.com

حجرۂ مطہرہ میں چوتھی قبر کی جگہ: حجرۂ مطہرہ میں چوتھی قبر کے لئے بھی ایک جگہ باقی ہے۔ اور مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس جگہ حضرت عبد الرحمن عوف رضی اللہ عنہ کو دفن ہونے کی اجازت دی تھی۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس جگہ پر حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کی تدفین کے لئے راضی تھیں لیکن امویوں نے اس سلسلے میں مزاحمت کی۔ یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے تبدیل ہو گئی اور انہوں نے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ ان کو حجرۂ مطہرہ میں دفن نہ کیا جائے بلکہ البقیع میں خادماؤں کے برابر میں دفن کیا جائے۔ شروع میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس جگہ خود دفن ہونا چاہتی تھیں۔ لیکن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ حجرۂ مطہرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے لئے راضی ہو گئیں۔

ایک مرتبہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز کو مدینہ منورہ کے سفر پر بھیجا گیا تا کہ اگر وہاں ان کا انتقال ہو جائے تو وہ چوتھی جگہ پر دفن ہو سکتے ہیں۔ مگر انہوں نے اس بات سے اتفاق نہیں کیا اور کہا اگر ایسا کیا گیا تو وہ خود پسندانہ انانیت کا مظاہرہ ہوگا اور تب اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر نازل ہوگا۔

حجرۂ مطہرہ میں بعض تبدیلیاں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مطہرہ میں سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کچھ تبدیلیاں کیں۔ آپ نے کھجور کی لکڑیوں کی جگہ پختہ دیوار تعمیر کرائی۔ مگر یہ دیوار کچھ چھوٹی تھی اس لئے عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے بڑھا کر تعمیر کرایا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تقسیم مکان: اس کے بعد حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دیوار تعمیر کرائی جو مکان کو دو حصوں میں تقسیم کرتی تھی۔ اس کے ایک حصے میں تین قبریں تھیں اور دوسرا حصہ رہائش کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ جب تک ایک حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبریں رہیں۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کے اندر بے پردہ جاتی رہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد آپؓ پوری طرح پردے میں رہ کر اندر داخل ہوتی تھیں۔ زائرین برکت کے لئے مزارات کی خاک جمع کر کے لیجاتے تھے اس لئے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزارات کا حصہ الگ کرنے کی غرض سے ایک دیوار کی تعمیر کا حکم فرمایا اور یہ سلسلہ موقوف کرا دیا۔

الولید کے ذریعے حجرۂ مطہرہ کا انہدام اور دوبارہ تعمیر: اموی خلیفہ الولید بن عبد الملک نے امہات المومنین رضی اللہ عنہا کے مکانات خریدنے کے بعد عمر ابن عبد العزیز امیر مدینہ منورہ کو حکم دیا کہ حجرے کو منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کیا جائے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع کی جائے۔ جب پہلا مکان منہدم کیا گیا تو زمین کے اندر تین قبریں نکلیں جنہیں مٹی نے ڈھانپ رکھا تھا۔

قبور کی اصلاح و مرمت: شروع میں عمر ابن عبد العزیز اپنے ہاتھوں سے قبروں کی مرمت کرنا چاہتے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے خادم مزاحم کو اس کام کا حکم دیا۔ عبد اللہ بن محمد بن عقیل کا بیان ہے کہ ایک رات جبکہ بارش ہو رہی تھی وہ المغیرہ بن شعبہ کے مکان سے باہر نکل رہے تھے تو انہوں نے ایک ایسی خوشبو محسوس کی جو اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہیں سونگھی تھی۔ وہ سیدھے مسجد نبوی کی طرف چل دیئے اور وہاں انہوں نے دیکھا کہ قبر شریف کا مشرقی حصہ منہدم ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس خلا کو پُر کر دیا۔

Marfat.com

اگلے دن عمر بن عبد العزیز نے ایک معمار کو بلایا۔ اس معمار نے حجرہ مطہرہ میں کام شروع کرنے سے پہلے ایک مزدور کی مدد طلب کی۔ اس پر خود عمر بن عبد العزیز اندر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ دوسرے دو آدمیوں قاسم ابن محمد اور سالم ابن عبد اللہ نے بھی کام میں مدد دی۔ عمر ابن عبد العزیز نے یہ طے کیا کہ وہ خود اور ان دونوں میں سے کوئی بھی حجرے کے اندر داخل نہیں ہو گا کیونکہ قبور کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ انہوں نے مزاحم کو حجرے کے اندر داخل ہو کر وردان معمار کی مدد کرنے کا حکم دیا۔

وردان نے جب بنیاد کی کھدائی کی تو وہ حیران رہ گیا۔ عمر بن عبد العزیز بھی مارے خوف کے پیچھے ہٹ گئے۔ بنیاد کھودنے کے بعد ان لوگوں کو دو پیر نظر آئے۔ عبد اللہ ابن عبید اللہ نے انہیں بتایا کہ یہ دونوں پیر جو نظر آ رہے ہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پائے مبارک ہیں۔ حجرے میں جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے آپ کے پائے مبارک حجرے کی دیوار کی بنیاد میں دفن کئے گئے تھے۔

عمر ابن عبد العزیز کے ذریعے حجرہ مطہرہ کی دوبارہ تعمیر: عمر ابن عبد العزیز نے حجرہ مطہرہ کو سنگ سیاہ سے دوبارہ تعمیر کرایا۔ ان پتھروں کا رنگ خانہ کعبہ کے پتھروں سے مشابہ تھا۔ اس تعمیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدا میں تعمیر کردہ علاقہ بھی گھر گیا۔ حجرے کی دیوار کی اونچائی ۶٫۷۵ میٹر ہو گئی۔ عمر ابن عبد العزیز نے حجرے کے چاروں طرف ایک حظیرہ بھی تعمیر کرایا جس میں پانچ زاویئے رکھے تاکہ کعبہ سے مشابہت نہ ہو سکے۔ یہ حظیرہ پتھروں سے تعمیر کیا گیا۔

حظیرے کی بیرونی لمبائی جنوبی دیوار: جنوبی کونے سے جنوب مشرقی کونے تک لمبائی ۱۲٫۷ میٹر، حجرے کی جنوبی دیوار اور حظیرے کی دیوار ۷۵ سینٹی میٹر اور مشرق میں ۲۰ سینٹی میٹر ہے۔

غربی دیوار: جنوبی کونے سے شمالی غربی کونے تک ۱۱٫۵ میٹر، مقام جبریل کی دیوار اس سے علیحدہ ہے جو ۲٫۲ میٹر کے بقدر ہے۔ حجرہ مطہرہ کی دیوار اور حظیرے کی دیوار کے درمیان کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔

شرقی دیوار: یہ دیوار جنوب شرقی کونے سے شمال شرقی کونے تک ۹ میٹر ہے۔ اس کی دیوار اور حجرے کی دیوار کے درمیان جگہ ۷۵ سینٹی میٹر اور ۲۵ سینٹی میٹر کے درمیان ہے۔ ابن شبہ کے بقول یہ جگہ ۲٫۲۵ میٹر ہے. جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرقی دیوار میں کوئی تبدیلی کی گئی ہے۔

شمال غربی دیوار: مقام جبریل کے خم سے تقریباً ۹ میٹر دور شمالی غربی کونے میں واقع ہے۔

شمال مشرقی دیوار: یہ دیوار بعض مقامات پر ۹٫۷۵ میٹر یا اس سے کچھ زیادہ ہے۔

حظیرے کی دیوار کا عرض: تقریباً ۸۰ سینٹی میٹر ہے۔

حجرے کا بیرونی فرش حظیرے کے فرش سے تقریباً ایک میٹر نیچا ہے۔

یہ دیوار مقام جبریل یعنی شمال غربی گوشے سے شمالی کونے تک گئی ہے اور شمال شرقی کونے سے شمالی کونے تک ایک مثلث کی شکل میں حجرے کی شمالی دیوار تک پھیلی ہے۔ اس مثلث کا فرش پتھروں کو کھریا مٹی سے جوڑ کر آراستہ کیا گیا ہے۔ اس مثلث کا طول شمالی دیوار کے دو طرفہ جوڑ سے ۶ میٹر ہے۔

مقام جبریل: یہ مقام جو مقام جبریل کے نام سے مشہور ہے، بیت النبی کے شمال غربی کونے میں واقع ہے۔

حجرہ مطہرہ کی عمارت: پہلے جب زائرین مسجد نبوی میں حاضر ہوتے تھے تو وہ مواجہ شریف

Marfat.com

کے بالکل سامنے کھڑے ہوتے تھے۔ یہ جگہ مسجد نبوی سے ۲ میٹر دور ہے پہلے زائرین عمر ابن عبد العزیز کے تعمیر کردہ حظیرے کی دیوار کے قریب کھڑے ہوتے تھے۔ ۶۶۸ھ (۱۲۷۰ء) میں مصری حکمراں الظاہر بیبرس نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان شامل کر کے ایک ستون دار ایوان تعمیر کرایا۔ اس ایوان کے تین دروازے تھے جن میں ایک جانب جنوب، دوسرا جانب شرق اور تیسرا جانب غرب تھا۔ اس کے ستون تین میٹر اونچے تھے۔ اس کے بعد زائرین اس عمارت کے اندر مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہونے لگے۔

روضہ اطہر کے اندر نماز کی ممانعت: السمہودی کا کہنا ہے کہ جب بیبرس نے یہ ستون دار عمارت تعمیر کرائی تو اسے یہ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس عمارت کو کعبہ شریف کے ہم پلہ تعظیم و تقدس کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔ اس لئے اس نے روضہٴ مطہرہ کے اس حصہ کا جو بیت النبی سے ملحق ہے، احاطہ کرا دیا اور اس حصے میں نماز

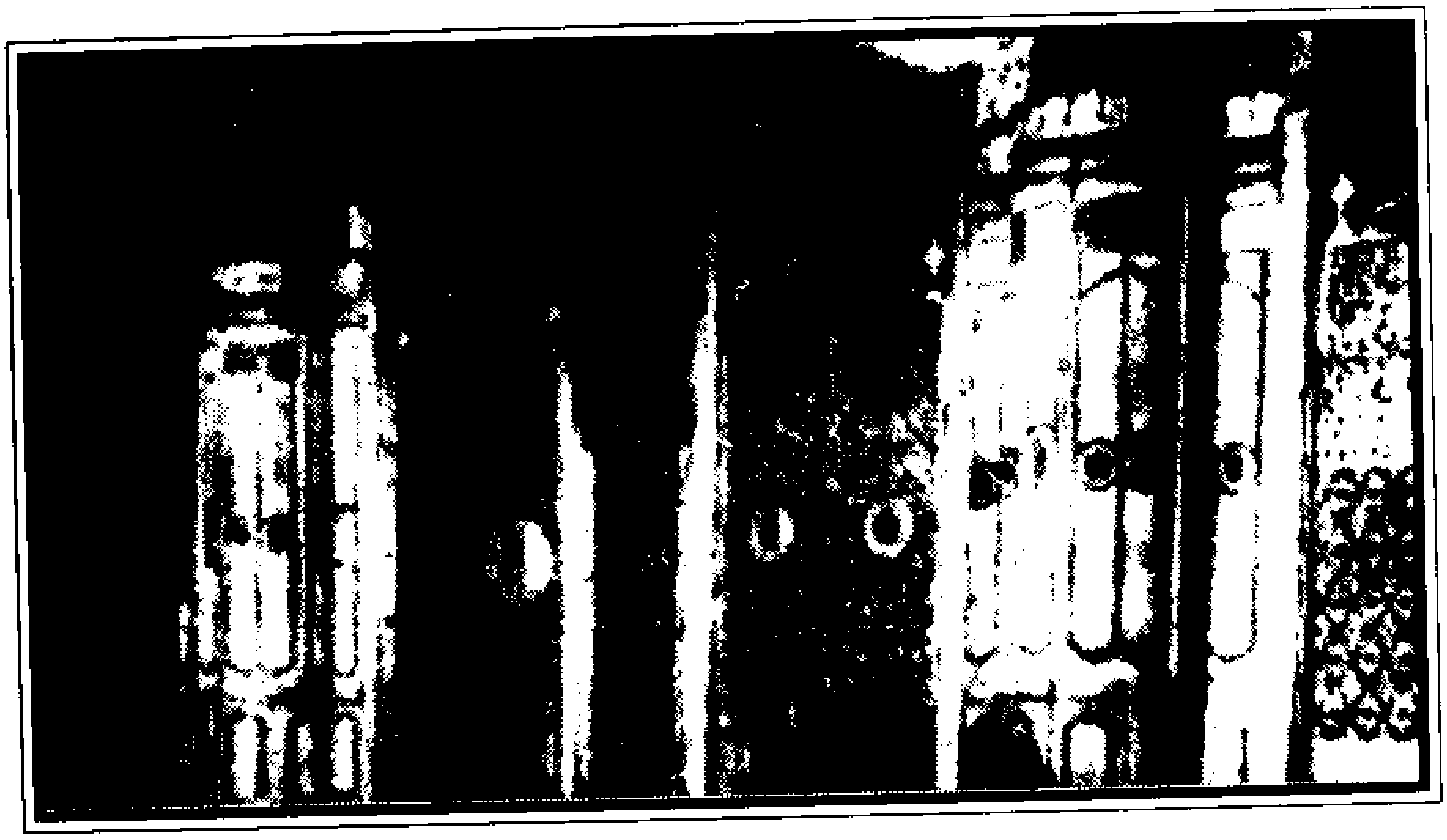

عمارت کے اندر مواجہ شریف کی تصویر جہاں اب زائرین کھڑے ہوتے ہیں

پڑھنا ممنوع قرار دے دیا۔ ۶۹۴ھ (۱۲۹۷ء) میں سلطان عادل زین الدین کتبغا نے ستون دار حصے کو اتنا بڑھا دیا کہ وہ چھت تک پہنچ گیا۔

حجرہٴ مطہرہ کا اولین گنبد: ۶۷۸ھ (۱۲۸۲ء) تک حجرہٴ مطہرہ میں ایسا کوئی گنبد نہیں تھا جس سے روضہٴ مطہرہ اور مسجد نبوی کی چھت میں کوئی فرق و امتیاز ہو سکے بلکہ صرف پختہ اینٹوں سے بنایا ہوا ایک حظیرہ تھا جو حجرہٴ مطہرہ کے برابر چلا گیا تھا۔ اس حظیرے کی اونچائی ایک میٹر تھی۔ سلطان قلاوون الصالحی پہلا شخص تھا جس نے حجرہٴ مطہرہ پر گنبد تعمیر کرایا۔ اس کا نچلا حصہ مربع اور اوپری حصہ مثمن شکل کا تھا جس کو لکڑی سے بنا کر اس پر سیسہ چڑھا دیا گیا تھا۔

گنبد کی تجدید: سلطان الناصر حسن ابن محمد قلاوون کے دور حکومت میں اس گنبد کی تجدید کی گئی۔ اس کے بعد ۷۶۵ھ (۱۳۶۶ء) میں الاشرف شعبان ابن حسین کے دور حکومت میں اس گنبد کی مرمت کی گئی۔ ایک مرتبہ ۸۸۱ھ (۱۴۷۹ء) میں سلطان اشرف قایتبائی نے بھی گنبد کی مرمت کرائی۔

Marfat.com

دوسری آتشزدگی کے بعد گنبد کی تعمیر نو: ۸۸۶ھ (۱۴۸۴ء) میں مسجد نبوی میں آتش زدگی کے نتیجے میں ایوان اور گنبد جل گئے تھے۔ اور ان کو کافی نقصان پہنچا تھا۔ اس کے بعد ۸۸۷ھ (۱۴۸۵ء) میں سلطان اشرف قایتبائی کے دور حکومت میں یہ گنبد ایک مضبوط بنیاد پر اینٹوں سے دوبارہ تعمیر کرایا گیا تھا۔ ایوان کی جنوبی جانب تانبے کی بنی ہوئی کھڑکیاں کھولی گئیں اور شمالی، شرقی اور غربی جانب فولاد کی کھڑکیاں لگائی گئیں۔

گنبد میں شگاف: اس کے بعد گنبد کے بالائی حصے میں شگاف پڑ گیا۔ کیونکہ مرمت زیادہ پائیدار نہ ہوئی تھی۔ سلطان قایتبائی نے گنبد کے بالائی حصے کو گرا کر دوبارہ اس طرح تعمیر کرنے کی ہدایت دی کہ آئندہ کبھی کوئی شگاف نہ پڑ سکے۔ یہ کام ۸۹۲ھ (۱۴۹۰ء) میں انجام پایا۔

سلطان محمود کے ذریعے گنبد کی مرمت: امتداد زمانہ سے گنبد کے بالائی حصے میں شگاف نظر آنے لگے تو عثمانی سلطان محمد ابن عبد الحمید نے عمارت کی دوبارہ تعمیر کے لئے ہدایات جاری کیں اور ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۷ء) میں اس کو پھر تعمیر کیا گیا۔ اس وقت کی تعمیر شدہ گنبد کی پوری عمارت اب تک موجود ہے۔

گنبد کی رنگائی: ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ء) میں سب سے پہلی بار سلطان عبد الحمید نے گنبد کو رنگوایا اور ہدایت دی کہ سبز رنگ سے رنگا جائے۔ اس زمانے سے اب تک ضرورت پڑنے پر اس گنبد پر سبز رنگ ہی کرایا جاتا ہے اور اس وقت سے اس گنبد کو "گنبد خضرا" کہا جاتا ہے۔ پہلے یہ گنبد "قبۃ البیضا"، "قبۃ الفیحا" اور "قبۃ الزرقاء" ناموں سے مشہور تھا۔

حجرۂ مطہرہ کی سعودی دور میں اصلاح و مرمت: جب ملک عبد العزیز کو حجرۂ مطہرہ کی مرمت کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے اس کا مکمل جائزہ لیا۔ عمارت کا معائنہ کرنے والوں میں راقم الحروف بھی شامل تھا۔ معائنے کے بعد جہاں جہاں گنبد کو تھوڑا بہت نقصان پہنچا تھا اور جن جگہوں پر رنگ تڑخ کر ادھڑ گیا تھا ان حصوں کی مرمت کے لئے احکامات صادر کئے گئے۔ گنبد کی مرمت کا کام رات کے وقت ہوتا تھا۔

مدینہ منورہ کی پختہ سڑکوں کی لمبائی ۱۳۷۲ کلومیٹر پھیلی ہوئی ہے۔ ان میں بہت سی معاون سڑکیں بھی شامل ہیں۔ جو الفقیہ، خیبر، ینبوع، تبوک اور دوسرے دیہات و مضافات تک جاتی ہیں۔ جیسا کہ اس کتاب کے عربی ایڈیشن میں بھی نشان دہی کی گئی ہے۔

قومی شاہراہ کا افتتاح جلالۃ الملک شاہ فہد نے ۱۵ محرم ۱۴۰۵ھ (۱۰ اکتوبر ۱۹۸۴ء) کو اپنے دست مبارک سے کیا تھا۔

Marfat.com

Marfat.com

باب چہارم

تاریخی مساجد

Marfat.com

Marfat.com

مسجد قباء: قرآن مجید کی سورۃ توبہ آیتہ نمبر ۱۰۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے (مراد مسجد قباء) وہ (واقعی) اس لائق ہے کہ تم اسمیں (نماز کے لئے) کھڑے ہو۔ اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے"۔

بخاری اور نسائی دو معتبر ثقہ راویوں نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کے دن پا پیادہ یا سوار ہو کر مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں ترمذی نے اُسید بن حضیر انصاری سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مسجد قباء میں ایک نماز ایک عمرے کے برابر ہے"۔

ابن ماجہ اور ابن شیبہ دوسرے دوراویوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص اپنے گھر میں وضو کر کے مسجد قباء میں آ کر نماز پڑھتا ہے وہ ایک عمرے کے برابر ثواب کا مستحق ہے"۔

بخاری نے بھی بیان کیا ہے کہ آل حذیفہ کا غلام سالم مسجد قباء میں ابتدائی مہاجرین کی نمازوں میں امامت کرتا تھا اور اس جماعت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شریک ہوتے تھے۔

بخاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "چار اشخاص سے قران حاصل کرو اور سالم ان میں سے ایک ہے"۔

مسجد قباء کی تعمیر: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد جب موضع قباء میں تشریف لائے تو آپ نے وہاں کئی دن تک عمرو بن عوف کے ساتھ قیام فرمایا۔ اس وقت آپ نے اسلام کی پہلی مسجد مسجد قباء تعمیر فرمائی جس کی قرآن مجید کی آیتہ کی رو سے اول دن سے تقویٰ پر بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ساتھ اینٹیں، پتھر اور چٹانیں سر مبارک پر رکھ کر لے جاتے تھے۔

الطبرانی نے الشموس بنت النعمان سے نقل کیا ہے کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کی تعمیر کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پشت مبارک پر پتھر اور چٹانیں رکھ کر لیجاتے تھے یہاں تک کہ پشت مبارک جھک جاتی تھی۔ میں نے آپ کے لباس اطہر اور جسم مبارک پر گرد دیکھی۔ جب کبھی اصحابؓ میں سے کوئی شخص آپ کی پشت مبارک سے وزن ہٹانا چاہتا تو آپ منع فرماتے اور اس سے فرماتے کہ "تم بھی میری طرح پتھر ڈھو کر لاؤ"۔

جس زمانے میں القدس (یروشلم) کی مسجد اقصیٰ قبلہ تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مسجد قباء میں نماز پڑھائی تھی۔

مسجد قباء کی توسیع و تجدید: مسجد قباء کی توسیع و تجدید سب سے پہلے خلیفہ سوم حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے کرائی اور اس کے رقبہ کو کافی وسعت دی۔ امویوں کے دور حکومت میں ۹۳-۹۱ھ (۷۱۳-۷۱۱ء) کے دوران عمر بن عبد العزیز امیر مدینہ منورہ نے بھی توسیع و تجدید کا کام انجام دیا۔ انہوں نے سب سے پہلی بار مسجد کے منارے اور چھجے تعمیر کرائے اور ان کو نقش و نگار سے مزین کیا۔ چھت کی کھڑکیاں تبدیل کرائیں اور ان کی جگہ لوہے کے شہتیر ڈلوائے۔

Marfat.com

پھر ۴۳۵ھ (۱۰۴۵ء) میں ابو یعلیٰ حسینی نے مسجد کی تعمیر کا کام کرایا۔ مسجد قباء کی تعمیر و تجدید کرانے والوں میں جمال الدین الاصفہانی وزیر نبی زنگی حاکم موصل کا نام بھی آتا ہے جنہوں نے ۵۵۵ھ (۱۱۶۲ء) اور ۶۷۱ھ (۱۲۷۵ء) میں تعمیر و تجدید میں حصہ لیا۔

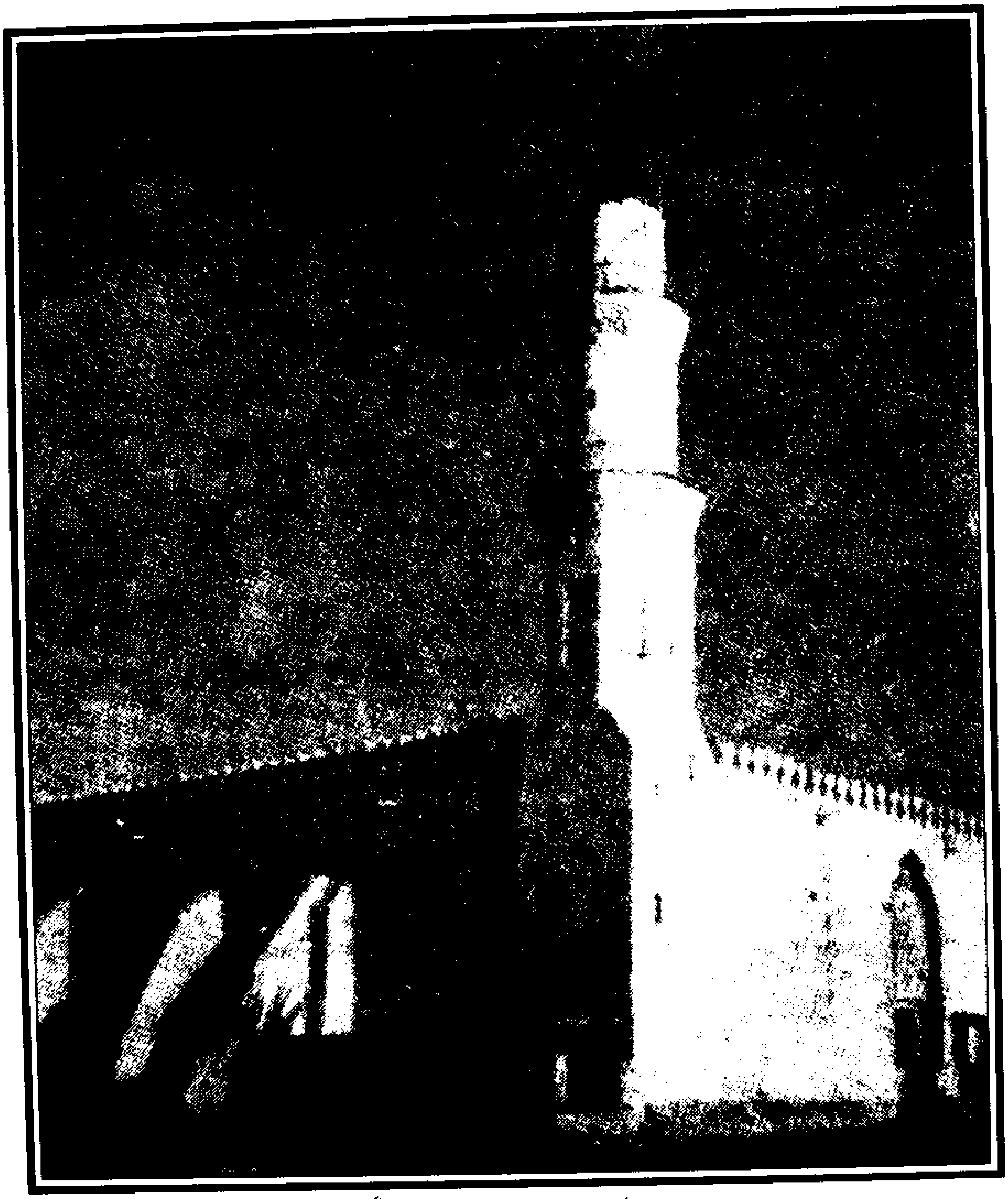

مسجدِ قُبا جس کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی

ان کے علاوہ الناصر ابن قلاوون سلطان مصر نے ۷۳۳ھ (۱۳۳۵ء) میں مسجد قباء کی تعمیر و تجدید میں حصہ لیا اور مصر کے ایک اور حاکم اشرف برسبائی نے بھی ۸۴۰ھ (۱۴۳۹ء) میں مسجد کی چھت کی ازسرِ نو تعمیر کرائی۔
۱۴۰۶ھ (۱۹۵۸ء) میں شاہ فہد نے مسجد قباء کی توسیع کا حکم دیا تاکہ اس میں زیادہ سے زیادہ لوگ نماز پڑھ سکیں۔
اس توسیع کا کام ادارہ بن لادن کو تفویض کیا گیا۔ جس کو اب ان کے لڑکے چلا رہے ہیں۔ محمد بن لادن وہی مستاجر ہیں

Marfat.com

جنہوں نے ملک عبد العزیز کے عہد میں مسجد نبوی کی تعمیر کا ٹھیکہ لیا تھا۔ ۱۴۰۷ھ (۱۹۸۶ء) میں توسیع کا کام مکمل ہوا اور جدید توسیع شدہ مسجد کا افتتاح شاہ فہد کے دست مبارک سے عمل میں آیا۔

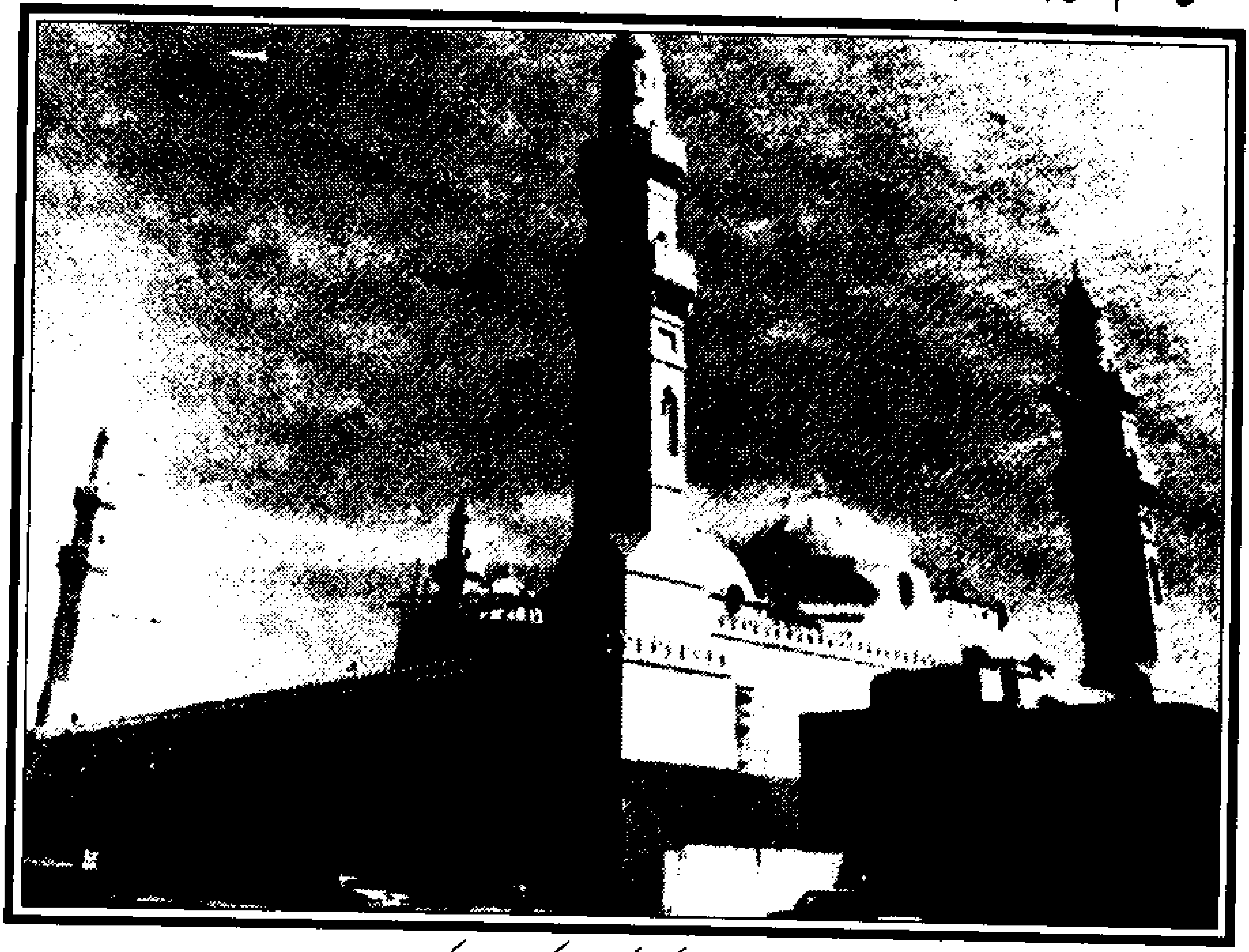

اپنے ذاتی خرچے سے بنوائی ہوئی شاہ فہد کی مسجد قباء کی تصویر

اس توسیع کے بعد اب مسجد قباء کا کل رقبہ ۶۱۰۰ مربع میٹر ہو گیا ہے۔ مسجد کے سامنے ۴۰۰۰ مربع میٹر کا ایک کھلا میدان بھی ہے۔ پہلے مسجد قباء کا رقبہ صرف ۱۲۲۵ مربع میٹر تھا۔

ابتداء میں مسجد میں صرف ایک مینار تھا۔ اب اس میں چار میناروں کے علاوہ ۶ گنبدوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔ مسجد کے امام، موذن اور دوسرے خدام کی قیام گاہوں کے علاوہ ۹۰ حمام اور بیت الخلاء بھی تعمیر کئے گئے ہیں۔ مسجد کی جدید تعمیر و توسیع پر ۹۰ ملین سعودی ریال خرچہ آیا ہے اور یہ اسلامی طرز پر تعمیر کی گئی ہے۔

ایک مرتبہ ۸۷۷ھ (۱۴۷۵ء) میں جب مسجد قباء کا منار منہدم ہو گیا تھا تو چار سال بعد سلطان قایتبائی نے اسے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ ایک معتبر مؤرخ جعفر ہاشم کے بقول مسجد قباء کی تعمیر و تجدید عثمانی سلطان محمود خاں نے ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۴ء) میں کرائی تھی۔

جائے وقوع اور رقبہ: یہ مسجد موضع قباء میں واقع ہے جو مدینہ منورہ سے جانب جنوب ۳ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ مربع شکل کی اس مسجد کا کل رقبہ اب ۶۱۰۰ مربع میٹر ہے۔ اس کے اندر ۳۰ ستون ہیں اور اس کا مرکزی حصہ شمال رویہ ہے۔

مسجد قباء میں منبر: ۸۸۸ھ (۱۴۸۶ء) میں سلطان اشرف قایتبائی نے مسجد قباء کے لئے سنگ مرمر کا ایک منبر مصر سے بنوا کر بھیجا تھا۔ پھر ۹۹۸ھ (۱۵۹۳ء) میں سلطان مراد عثمانی نے بھی مسجد قباء کے لئے ایک منبر بھیجا۔ بعد میں

Marfat.com

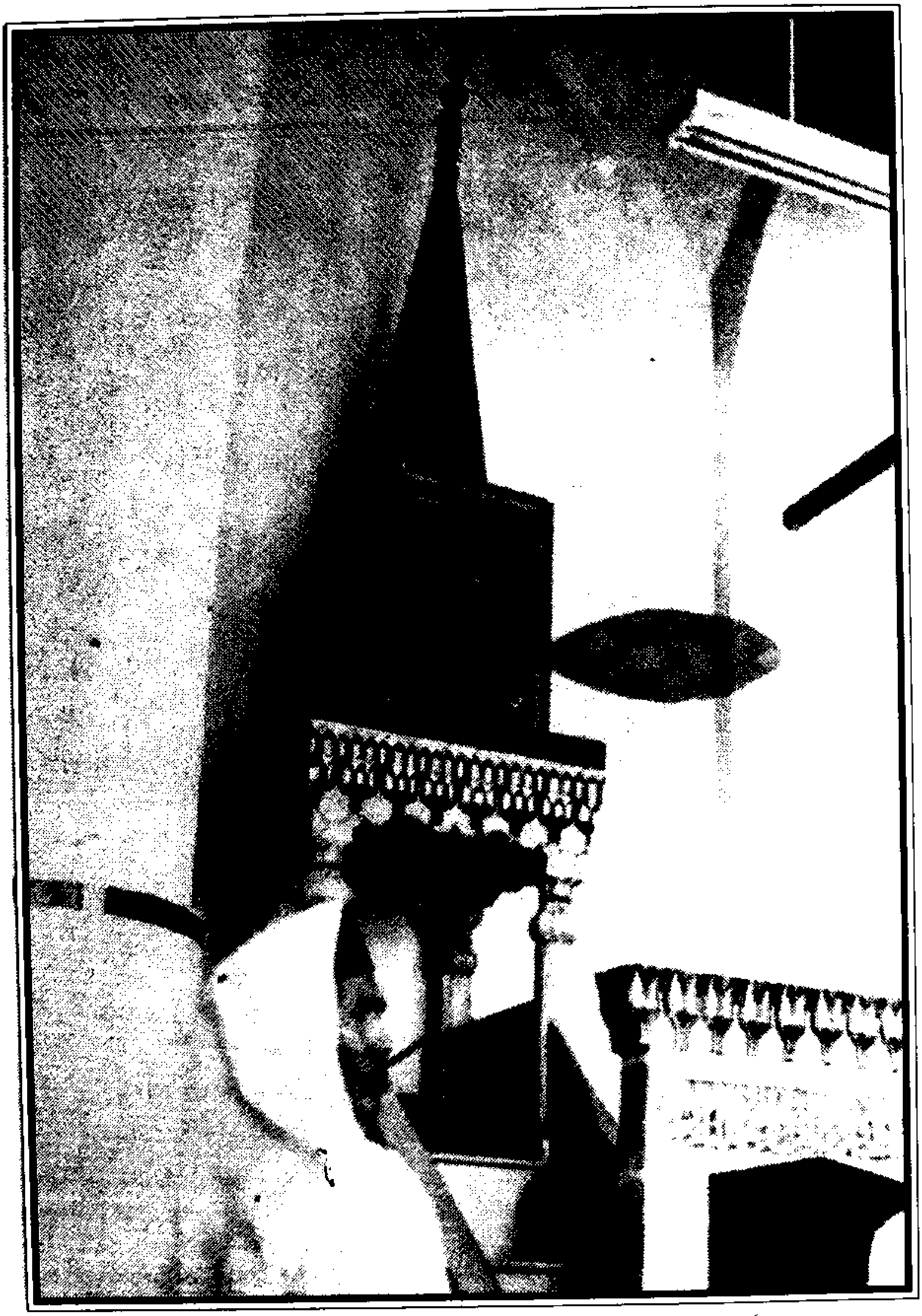

سلطان قایتبائی کے ۸۸۸ھ (۱۴۸۶ء) میں بھیجے ہوئے سنگ مرمر کے منبر کی تصویر۔ یہ منبر ابتک مسجد قباء میں موجود ہے۔

عثمانی منبر کو مسجد نبوی میں منتقل کر دیا گیا جہاں وہ اب تک موجود ہے۔ قایتبائی کا بھیجا ہوا سنگ مرمر کا منبر مسجد قباء میں قدیم جگہ پر بحال کر دیا گیا تھا۔ جو وہاں اب تک موجود ہے۔

Marfat.com

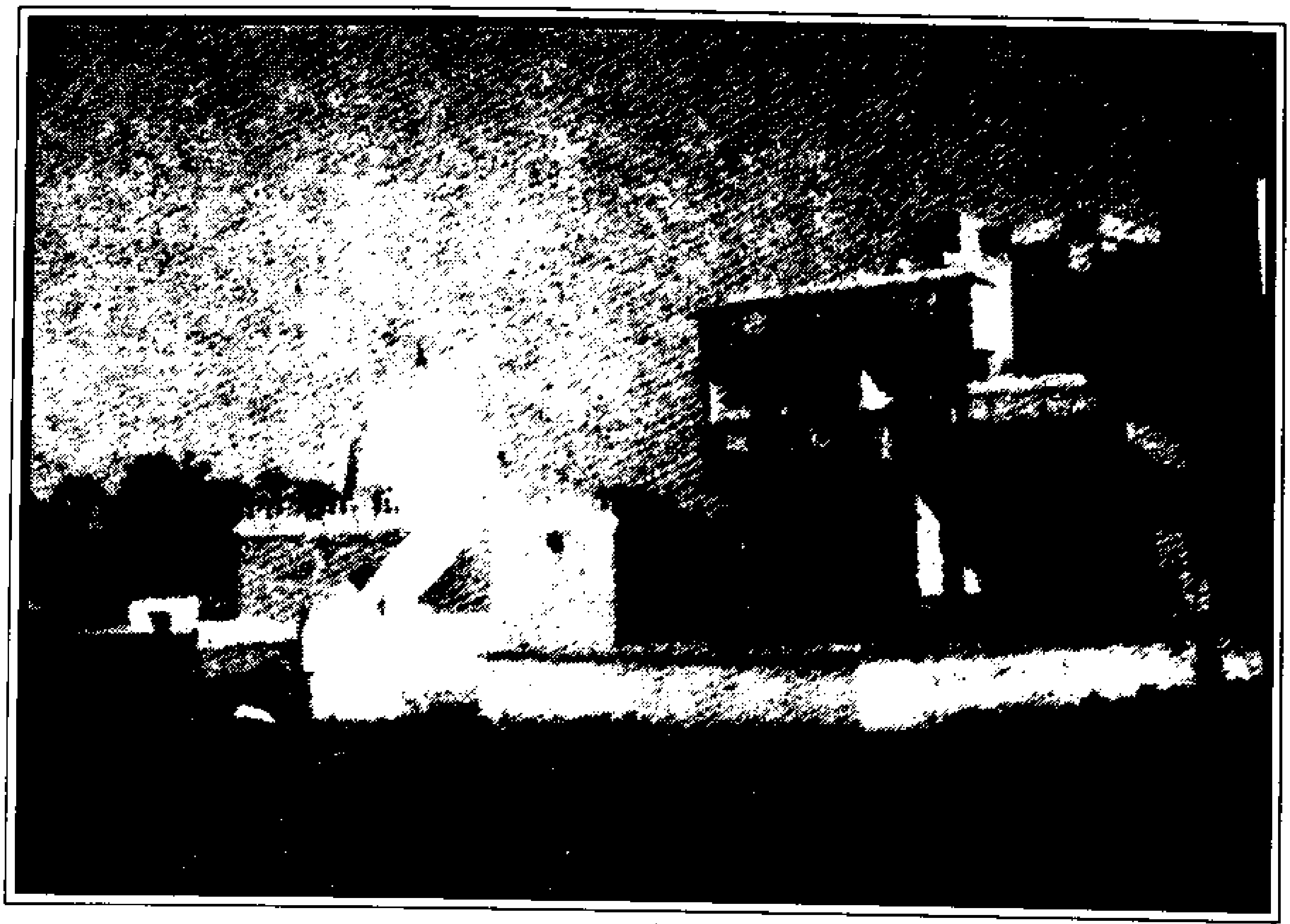

مسجد الجمعہ

مسجد قباء میں مصلیٰ نبوی: مسجد قباء کی موجودہ محراب اس مقام پر نہیں ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے۔ السمہودی اور ابن لیلیٰ کے بقول مسجد قباء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلیٰ شریف ستونوں کی قطار میں اس ناقص ستون کے جانب شمال تھا جو موجودہ محراب کے بعد قائم وایستادہ ہے۔

مسجد اقصیٰ سے کعبہ معظم کی طرف قبلہ منتقل ہونے سے پہلے مصلیٰ النبی تیسرے ستون کے قریب اس خالی جگہ میں تھا جو دوسرے دروازے سے مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑتی ہے (ماضی میں یہ دروازہ سعد ابن خیمہؓ کے مکان کے صحن کی طرف کھلتا تھا)۔ تیسرا ستون بھی ناقص ستون کے بالمقابل واقع ہے۔

زیارت مسجد قباء: حج سے قبل یا بعد میں جو زائرین مدینہ منورہ حاضر ہوتے ہیں وہ معمول کے مطابق مسجد قباء کی بھی زیارت کرتے ہیں۔ یہ زیارت مسلمانوں کے قلوب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مقدسہ اور اشاعت اسلام کے لئے آپ کی جدوجہد عالی کی یاد تازہ کردیتی ہے۔

مسجد الجمعہ: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موضع قباء سے مدینہ منورہ تشریف لئے جارہے تھے کہ نماز جمعہ کا وقت ہوگیا۔ اس وقت آپ بنی سالم ابن عوف کے مکان کے قریب تھے۔ آپ نے وادیٔ رانوناً کے دامن میں نماز جمعہ ادا فرمائی اور اس مقام پر ایک مسجد تعمیر کردی گئی اور تب ہی سے یہ مسجد الجمعہ کہلانے لگی۔ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں یہ پہلی نماز جمعہ تھی۔

مسجد کی عمارت: اس مسجد کی تقریباً نصف عمارت پتھروں سے بنائی گئی ہے۔ اس کی موجودہ مضبوط پتھروں کی عمارت سلطان بایزید عثمانی نے نویں صدی ہجری میں تعمیر کرائی تھی۔

ایک سعودی تاجر سید حسن الشربتلی نے مسجد کے جنوب میں کچھ عرصے پہلے ایک باغ خریدا تھا اور انہوں نے

Marfat.com

مسجد القبلتین

مسجد کو دوبارہ سنگ مرمر سے بنوایا تھا۔

مسجد الجمعہ کا طول ۸ میٹر، عرض ۴٫۵ میٹر اور بلندی ۲ میٹر سے کچھ زیادہ ہے۔ اس کے اندر ۸ میٹر لمبی ایک کشادہ جگہ ہے۔

یہ مسجد موضعَ قباء کی وادی رَانونا کے دامن میں کھجوروں کے ایک باغ کے اندر واقع ہے۔ یہ وادی مسجد قباء کے شمال میں نصف کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور مدینہ منورہ سے ۲٫۵ کلومیٹر دور ہے۔

مسجد القبلتین: اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے "ہم تمہارے منہ کا (یہ) بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے ہم تمہیں اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لئے تمہاری مرضی ہے۔ پھر اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کیا کرو"۔ (سورہ نمبر ۲، آیہ نمبر ۱۴۴)

یحییٰ ابن محمد الاخنس کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی سلمہ کے ام بشر علاقے میں تشریف لئے جا رہے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ جب یروشلم کی مسجد الاقصیٰ سے مکہ معظمہ کے کعبہ شریف کی سمت قبلہ بدلنے کا حکم نازل ہوا تو آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد فوراً تعمیل حکم کے لئے آپ نے دوران نماز ہی اپنا رخِ مبارک کعبہ کی طرف کر لیا۔ اسی وجہ سے اس کو مسجد قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مسجد القبلتین کی جائے وقوع: یہ مسجد مدینہ منورہ کے شمال غربی جانب بنی سلمہ کے مکان کی سطح زمین پر تعمیر کی گئی۔ اس کے اطراف میں وادی العقیق کے باغات ہیں جو جانب غرب دور تک چلے گئے ہیں۔

Marfat.com

مسجد قبلتین کی تعمیر: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہ مسجد پتھروں، لکڑی کے لٹھوں اور کھجور کی شاخوں و پتوں سے تعمیر کی گئی تھی۔ مورخین کے بقول ۸۹۳ھ (۱۴۹۱ء) میں شاہین جمالی نے اس مسجد کی اصلاح و تجدید کا کام کرایا اور اس میں ایک نئی چھت ڈلوائی۔ پھر ۹۵۰ھ (۱۵۴۶ء) میں سلطان سلیمان عثمانی نے بھی اس کی تجدید میں حصہ لیا۔

اس کے بعد ملک عبد العزیز نے مسجد کو از سرِ نو تعمیر کرایا، اس کے رقبے کو وسعت دی، منارے بنوائے اور اس میں پختہ زینے تعمیر کرائے۔ مسجد کا طول ۹ میٹر اور عرض و ارتفاع ۴.۵ میٹر ہے۔ مسجد کے جنوبی حصے میں ایک محراب بنی ہوئی ہے جو غالباً اسی جگہ ہے جہاں دورانِ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قبلہ تبدیل کرنے کا حکم نازل ہوا تھا۔

مسجد الفتح اور سطح مرتفع کے پیچھے نظر آتی ہوئی کئی دوسری مساجد، مساجد الفتح کہلاتی ہیں

مسجد الفتح: حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں پیر، منگل اور بدھ تین دن تک احزاب کی فوجوں کی شکست کے لئے دعا فرمائی اور تیسرے دن یعنی بدھ کو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرما لیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ اس دن کے بعد جب کبھی ان کو کوئی مشکل یا مہم پیش آتی تو وہ مسجد میں حاضر ہو کر دعا میں مشغول ہو جاتے اور اجابت دعا کو محسوس کرتے تھے۔

جعفر ابن محمد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، دو قدم آگے بڑھے اور آسمان کی طرف ہاتھ مبارک اٹھا کر دعا فرمانے لگے۔

مسجد الفتح جبل سلع سے شمال غرب کی جانب واقع ہے اور وادیٔ بطحان (موجودہ وادیٔ ابی جیدہ) یہاں سے صاف نظر آتی ہے۔ یہ خندق کے جنوب غربی حصے کی طرف جانب جنوب واقع ہے۔ اس مسجد کے دو اور نام ہیں۔ اسے مسجد

Marfat.com

الاحزاب اور مسجد الاعلی بھی کہا جاتا ہے۔ مسجد قبلتین کے جانب جنوب کئی دوسری مسجدیں بھی بنی ہوئی ہیں اور ان سب کو مساجد الفتح کہا جاتا ہے۔

مسجد الفتح کی تعمیر: یہ مسجد سب سے پہلے اینٹوں، پتھروں، لکڑی کے لٹھوں اور کھجور کی شاخوں و پتوں سے تعمیر کی گئی تھی۔ اموی عہد حکومت میں ۹۳ھ (۷۱۳ء) میں عمر بن عبد العزیز، امیر مدینہ منورہ نے اس مسجد کی اصلاح و تجدید کرائی۔ پھر سلطان مصر الحسین بن ابی الھیجاء نے ۵۷۵ھ (۱۱۸۲ء) میں اسے ازسرِ نو تعمیر کرایا۔ سعودی حکومت نے مسجد کے قیام کی نگرانی کے ساتھ ساتھ ایک پختہ زینہ بھی اس کے اندر تعمیر کرایا۔

مسجد الفتح میں مصلی النبی: کئی مؤرخین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ مسجد الفتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلی شریف اور مقام دعا ٹھیک اسی جگہ ہے جہاں بتایا جاتا ہے۔ یہ جگہ مسجد کے کھلے ہوئے حصے میں وسطی ستون کے نزدیک ہے۔ یہ موجودہ محراب کے بالمقابل ہے۔

مسجد الفتح کے جانب جنوب چار مساجد: جیسا کہ ذکر کیا گیا مسجد الفتح کے جانب جنوب چار مساجد بنی ہوئی ہیں۔ یہ مسجد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، مسجد علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ناموں سے معروف ہیں۔ مجھے چوتھی مسجد کا نام نہیں معلوم ہو سکا اور نہ اس کی کوئی شہادت ملی کہ پہلی تین مسجدوں کے موجودہ نام کس طرح معروف ہوئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب زائرین مدینہ منورہ حاضر ہو کر تاریخی مساجد کی زیارت کرتے ہیں تو جو لوگ ان کی رہبری کرتے ہیں وہ ان مساجد کا ان ناموں سے تعارف کراتے ہیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ غزوۂ خندق کے زمانے میں عرب قبائل نے ایک خیمہ اس علاقے میں نصب کیا تھا جس کے احاطے میں چار مسجدیں واقع تھیں۔ جنگ خندق کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں مساجد میں نمازیں ادا فرمائی تھیں۔

۱۔ **مسجد سلمان فارسی:** یہ مسجد الفتح کے بالکل جنوب میں واقع ہے۔

۲۔ **مسجد علی ابن ابی طالب:** یہ مسجد، مسجدِ سلمان فارسی کے بعد جنوب میں واقع ہے۔

۳۔ **مسجد ابوبکر صدیق:** یہ مسجد علی ابن ابی طالب کے مائل بہ شرق ہے۔

۴۔ **مسجد غیر مسمیٰ:** یہ مسجد، مسجد ابوبکر صدیق کی جنوب مشرقی سمت میں واقع ہے۔ یہ چاروں مساجد مسجد الفتح سمیت جبل سلع کے جانب غرب واقع ہیں جہاں سے وادیٔ بُطحان نظر آتی ہے۔

۵۷۷ھ (۱۱۸۳ء) میں الحسین ابن الھیجاً سلطان مصر نے مسجد سلمان فارسی اور مسجد علی ابن ابی طالب کی اصلاح و مرمت کا کام کرایا تھا۔

ایک مرتبہ مسجدِ علی ابن ابی طالب منہدم ہو گئی تو زین الدین ضیغم ابن حشرم المنصوری امیرِ مدینہ منورہ نے ۸۷۶ھ (۱۴۷۲ء) میں اس کو دوبارہ تعمیر کرایا۔

بعض اہالیٔ مدینہ منورہ نے ۹۰۲ھ (۱۴۹۹ء) میں مسجد ابوبکر صدیق کی دوبارہ تعمیر کروائی تھی۔

مساجدِ مذکورہ کی موجودہ حالت کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے قیام اور اصلاح و تجدید کا اہتمام زیادہ تر عثمانی ترکوں کے عہد حکومت میں کیا گیا۔

Marfat.com

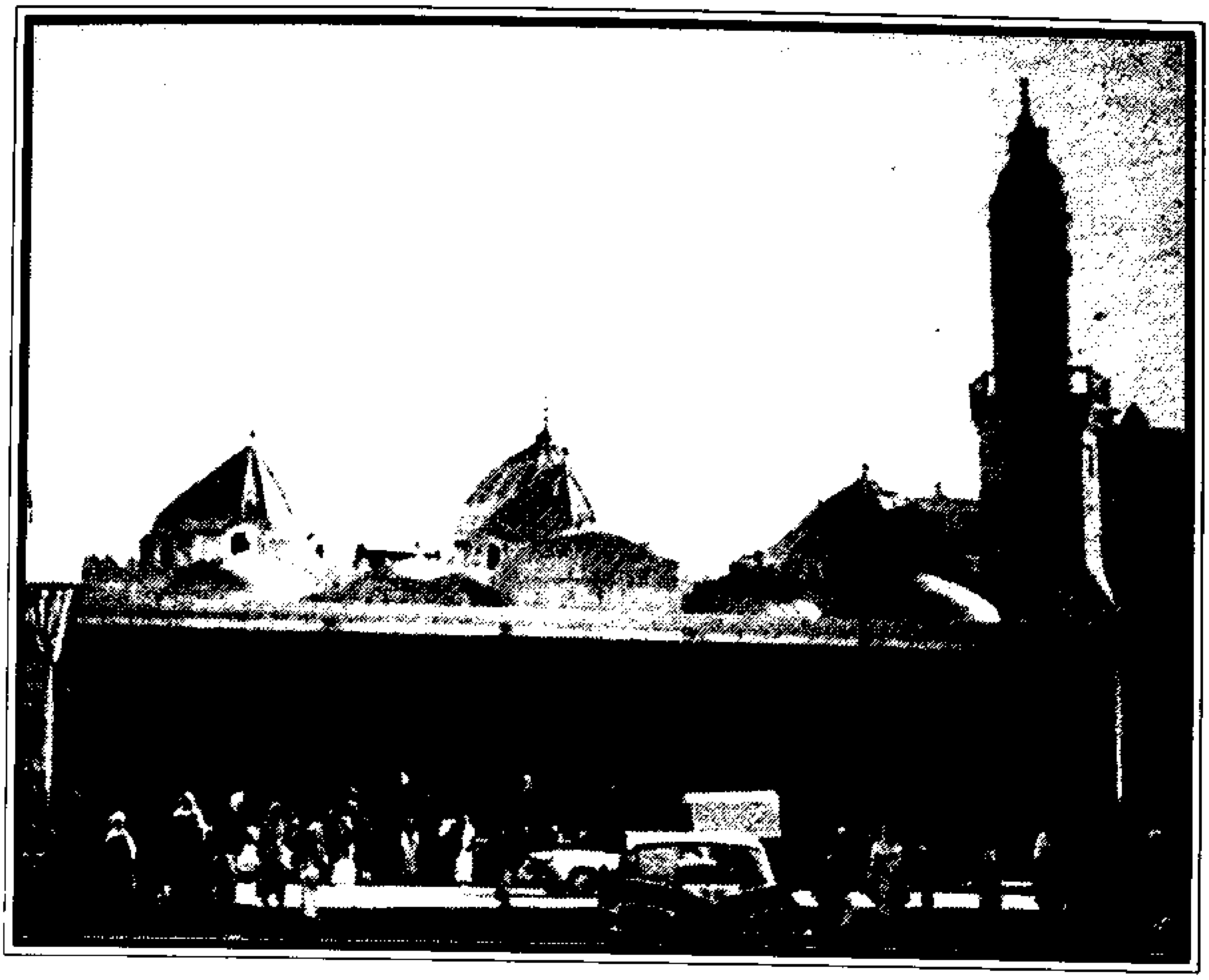

مسجد المصلیٰ

مسجد المصلیٰ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المناخہ اور اس کے مضافات کی کھلی فضا میں نمازِ عید ادا فرماتے تھے۔
الواقدی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی نماز عید ۲ھ (۶۲۴ء) میں ادا فرمائی اور میں خود عید کے دن آپ کا عصاً مبارک لے کر گیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو ایک جلیل القدر صحابی اور ثقہ ترین راوی ہیں راویت کیا ہے کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصلیٰ کے قریب سے گزرتے تو قبلہ رو ہو کر دعا میں مشغول ہو جاتے۔

مسجد المصلیٰ جواب مسجد الغمامہ کہلاتی ہے العریضیہ کے رہائشی علاقے سے جانب شرق واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المناخہ کے علاقے میں مختلف مقامات پر نمازِ عید ادا فرمائی ہے۔ پھر آپ نے مسجد المصلیٰ تعمیر کرائی تو اس کے بعد اس میں نماز عید ادا فرمانے لگے۔

السمہودی کا کہنا ہے کہ یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تینوں مساجد یعنی مسجد المصلیٰ، مسجد علی ابن ابی طالب اور مسجد ابوبکر صدیق ۹۳-۹۱ھ (۷۱۳-۷۱۱ء) میں عمر ابن عبدالعزیز امیرِ مدینہ منورہ کے زمانے میں تعمیر کی گئی ہیں۔ شیخ الحرم النبوی ، عزالدین نے سلطان ناصر حسن ابن قلاوون کے عہد حکومت میں مسجد المصلیٰ کی اصلاح و تجدید کرائی تھی۔ یہ ۷۴۸ھ (۱۳۵۰ء) کے بعد کا واقعہ ہے۔ سلطان مصر اشرف انیال کے عہد میں ۸۶۱ھ (۱۴۰۶ء) میں بر ایک امیرِ مدینہ منورہ نے بھی مسجد کی تعمیر و تجدید کرائی۔ مسجد کی موجودہ تعمیر چودھویں صدی ہجری میں عثمانی سلطان عبد المجید نے کرائی تھی۔

Marfat.com

مسجد علی ابن ابی طالبؓ

مسجد علی ابی طالب: جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مناخہ کے علاقے میں مختلف مقامات پر نمازِ عید ادا فرماتے تھے۔ ایمن سے ایک وہ جگہ بھی تھی جس جگہ مسجد علی ابن ابی طالب واقع ہے۔ ابن زبالہ اور ابن شبہ دونوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جہاں نمازِ عید ادا فرمائی وہ حکیم ابن العداء کے مکان کا صحن تھا۔

ایک دوسری روایت میں ابن شبہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے العداً ابن خالد کے مکان کے اندر ایک مسجد میں جس کی پشت پر مذبح تھا۔ سب سے پہلے نمازِ عید ادا فرمائی تھی۔ السمہودی کے بقول یہ العداَ کے بیٹے حکیم کا مکان تھا جو مسجد المصلیٰ کے غرب میں تھا۔

غالباً المناخہ کے علاقے کی یہ مسجد جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عید الفطر کی امامت فرمائی تھی وہی

Marfat.com

مسجد ہے جسے اب مسجد علی ابن ابی طالب سے موسوم کیا جاتا ہے۔

مسجد کا حضرت علی سے منسوب ہونے کا سبب: یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ امیر المومنین خلیفۂ چہارم حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کسی سبب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنا ترک کر کے اپنے لئے ایک ذاتی مسجد تعمیر کرائی ہو۔ یہ بات یقینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد المصلیٰ میں نماز عید الفطر مستقل ادا فرمانے سے پہلے اس مسجد میں نماز عید ادا فرمائی تھی۔ تاہم متعدد مؤرخین کے بیان کے مطابق اس مسجد کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین خلیفۂ سوم حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کئے جانے کے بعد اس مسجد میں نماز عید الفطر کی امامت فرمائی تھی۔

مسجد کی جائے وقوع: یہ مسجد، مسجد المصلیٰ کے شمال اور رہائشی علاقے العریضیہ کے شمالی حصے کی جانب واقع ہے۔ یہ شارع العینیہ کے بالمقابل ہے جو مسجد نبوی کے باب السلام اور باب الرحمۃ کے درمیان مغربی حصے سے شروع ہوتی ہے۔ اس سڑک کا پہلی عالمی جنگ کے بعد ترکی عہد حکومت میں حاکم مدینہ فخری پاشا نے افتتاح کیا تھا۔ الطیار گلی کے اختتام پر واقع آل الیاس اور آل کرد کے مکانات اسی سڑک کی طرف کھلتے ہیں۔ یہ دونوں مکانات غالباً حکیم ابن العداً کے قدیم مکان کی جگہ بنے ہوئے ہیں۔

مسجد ابوبکر صدیقؓ

Marfat.com

(*مسجد نبوی کی توسیع کے دوران اس شاہراہ کو بھی شامل کر لیا گیا تھا۔ توسیع کے لئے حاصل کردہ زمین پر دھوپ سے حفاظت کے لئے ٹین کی چادریں لگا دی گئی تھیں۔ توسیع کا کام مکمل ہونے تک لوگ ان کی نیچے نمازیں ادا کرتے تھے۔)

مسجد کی تعمیرو تجدید: مسجد المصلیٰ اور مسجد ابوبکر صدیق کے علاوہ اس مسجد کی بھی ۹۳-۹۱ھ (۷۱۳-۷۱۱ء) میں امویوں کے عہد حکومت میں عمر ابن عبدالعزیز، حاکم مدینہ منورہ نے اصلاح و تجدید کرائی تھی۔ پھر ترکی حکومت کے دوران زین الدین ضیغم المنصوری، حاکم مدینہ منورہ نے ۸۸۱ھ (۱۴۷۹ء) میں اس مسجد کو دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ اس مسجد کی موجودہ شکل سے واضح ہوتا ہے کہ عثمانی عہد حکومت میں بھی اس کی از سر نو تعمیر کرائی گئی تھی۔

مسجد ابوبکر صدیق: یہ مسجد المصلیٰ کے جانب شمال رہائشی علاقے العریضیہ کے مغربی حصے میں واقع ہے۔ یہ رہائشی علاقہ پہلے حدیقۃ العریضیہ کے نام سے مشہور تھا۔

المطری کا کہنا ہے کہ ابن زبالہ نے جن مساجد کا ذکر کیا ہے جن کی جائے وقوع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عیدالفطر کی امامت فرمائی تھی وہ تینوں مساجد پر مشتمل تھیں یعنی پہلی مسجد المصلیٰ اور اس کی جانب شمال دوسری مسجد ابوبکر صدیق اور تیسری بڑی مسجد علی ابن ابی طالب جو حدیقۃ العریضیہ کے شمال میں واقع تھی۔ اس مسجد کا خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب ہونے کا سبب یہ ہے کہ آپ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس مسجد کے اندر نماز عیدالفطر کی امامت فرمائی تھی۔ اس کی موجودہ تعمیر سلطان محمد عثمانی نے ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۸ء) میں کرائی تھی۔

المناخہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات نماز: ابن زبالہ نے ابراہیم ابن امیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کی پہلی نماز الدوس کے مقام پر ابی الجنوب کے مکان کے قریب ادا فرمائی۔ پھر آپ نے حکیم ابن العداً کے مکان کے صحن میں نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے عبداللہ ابن درہ المزنی، محمد ابن عبداللہ ابن کثیر بن الصلت کے مکانات میں نمازیں ادا فرمائیں اور سب سے آخر میں آپ نے مسجد المصلیٰ میں نمازیں ادا فرمائیں۔

ابی الجنوب کا مکان وادیٔ بطحان کے غرب میں اور ابن درہ کا مکان وادی کے شرق اور موجودہ مسجد المصلیٰ کے جنوب میں واقع تھا۔

اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مسجد ابوبکر صدیق اور مسجد علی ابن ابی طالب مناخہ میں انہی مقامات پر واقع ہیں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عیدالفطر ادا فرمائی تھی۔

مسجد عمر ابن الخطاب: مسجد المصلیٰ کے جنوب میں اونچی سڑک نمبر ۲ سے متصل ایک بڑی مسجد عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب ہے۔ اس مسجد کے سامنے ٹریفک کنٹرول کا منار واقع ہے۔ تاریخ مدینہ منورہ پر مشتمل تمام کتابوں میں اس مسجد کا ذکر نہیں ملتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد ابن درہ کے قدیم مکان کی جگہ تعمیر کی گئی تھی۔ چونکہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفۂ دوم نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس جگہ نمازیں ادا فرمائی تھیں اس لئے یہ مسجد ان کے نام سے منسوب ہو گئی۔

Marfat.com

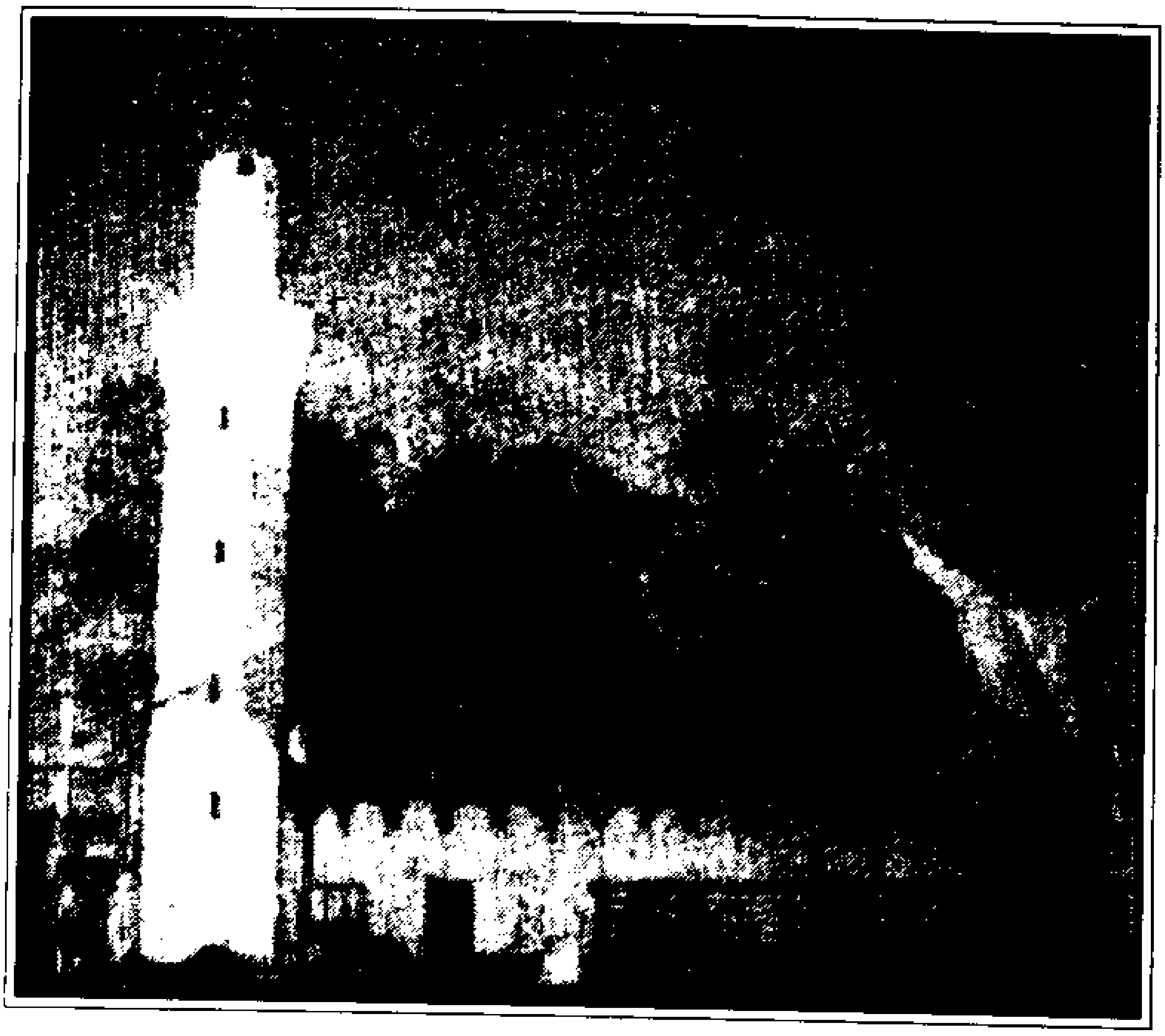

مسجد عمر ابن الخطابؓ

مسجد الشجرہ: یہ مسجد ذوالحلیفہ کے علاقے میں ایک درخت کیکر سے منسوب ہے جس کی چھاؤں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے۔ اس کو مسجد ذوالحلیفہ بھی کہا جاتا ہے۔ ابن زبالہ کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حج و عمرہ کے لئے مکہ معظمہ تشریف لیجاتے تھے تو اس کیکر کے درخت کی چھاؤں میں آرام فرماتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الشجرہ کے وسطی ستون کے قریب نماز ادا فرماتے تھے۔ جو اس کیکر کی جگہ تعمیر کیا گیا تھا جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تھے۔

تعمیر مسجد الشجرہ: ایک مدنی مورخ المطری کا بیان ہے کہ مسجد کے جنوبی حصے میں پائے بنے ہوئے تھے اور اس

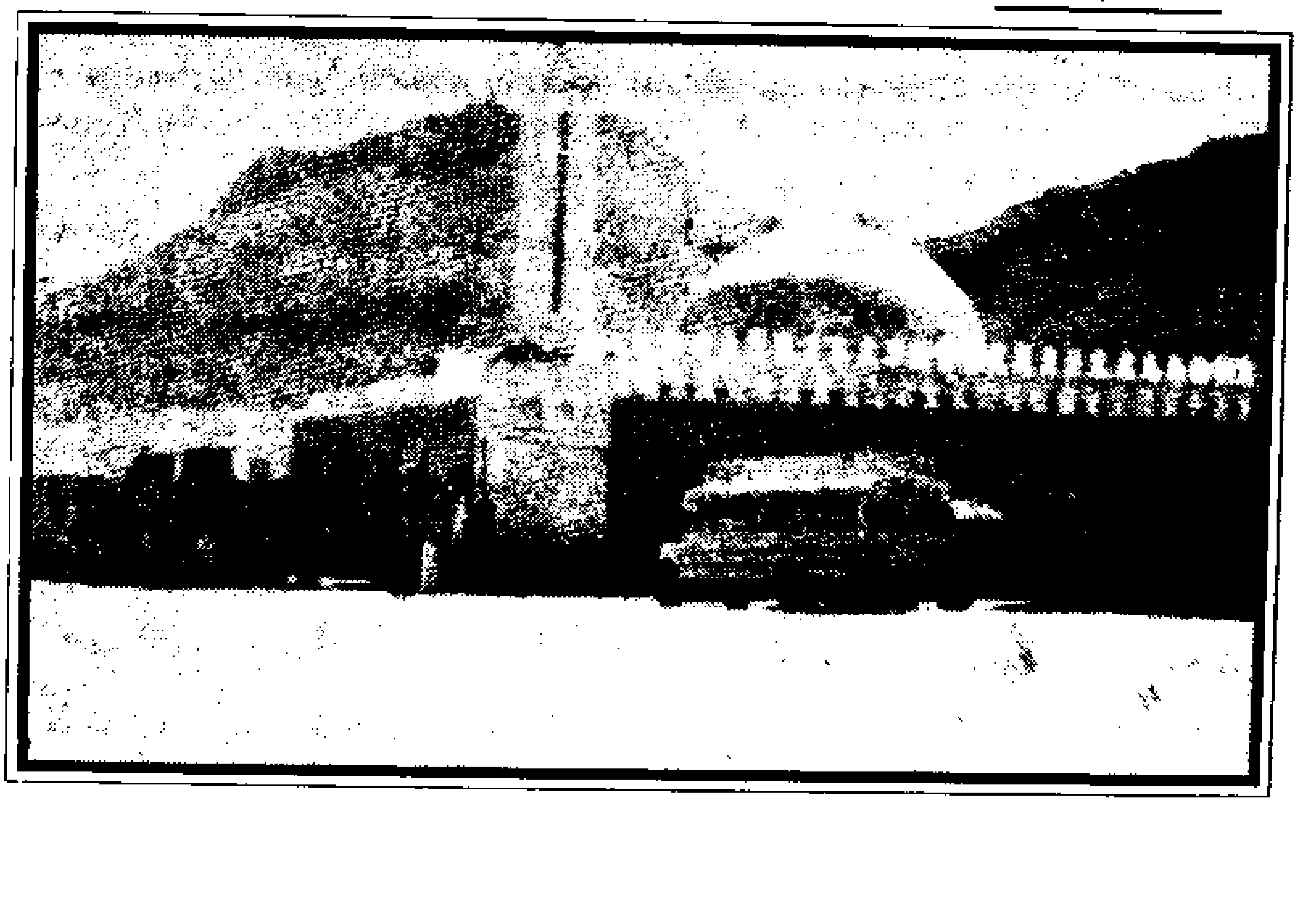

مسجد الشجرہ

Marfat.com

کے شمالی غربی کونے میں ایک منار تھا جو امتداد زمانہ سے منہدم ہو گیا تھا۔

ایک دوسرے مؤرخ السمہودی کے قول کے مطابق زین الدین الاستدار مصری نے ۸۶۱ھ (۱۴۶۰ء) میں اس مسجد کی تجدید کرائی تھی۔ یہ مربع شکل کی مسجد ہے اور رقبہ ۲۳۰٫۴ مربع میٹر ہے۔

المطری نے کہا ہے کہ ایسا ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس مسجد کے اندر نماز ادا فرمائی ہو۔ اس مسجد کے جنوب میں ایک چھوٹی مسجد ہے جو "مسجد المعرس" کہلاتی ہے۔ مسجد نبوی کی توسیع کے دوران حکومت نے مسجد الشجرہ کی اصلاح و تجدید کرائی تھی۔

مسجد کی جائے وقوع: یہ مسجد ذوالحلیفہ میں اس پختہ سڑک کے جانب شرق واقع ہے جو مکہ معظمہ اور جدہ تک گئی ہے۔ مرکزی سڑک سے مسجد کی طرف رہنمائی کے لئے ایک پختہ ذیلی سڑک بھی خصوصی طور پر تعمیر کی گئی ہے۔ یہ سڑک بستان آل اسعد کے شمال غربی جانب وادی عقیق کے غربی کنارے سے ہو کر گزرتی ہے۔ شیخ حافظ ابوالبقاد کا کہنا ہے کہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو حج کے لئے جانے والوں کو اس مسجد کی حدود کے اندر ہی احرام باندھ لینا چاہیئے۔

مسجد الفضیخ: ابن شبہ نے جابر ابن عبد اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے یہودیوں کا محاصرہ فرمایا تو آپ نے اس مسجد کے قریب اپنا خیمہ نصب فرما کر چھ راتوں تک اس کے اندر نمازیں ادا فرمائیں۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور متعدد اصحاب رضی اللہ عنہم الفضیخ نام کی ایک شراب استعمال

مسجد الفضیخ جو سورج کی کرنوں سے قریب کی عمارتوں میں سب سے پہلے منور ہو جاتی ہے۔

کرتے تھے اور قرآن حکیم کی رو سے شراب حرام قرار دی گئی تھی تو انہوں نے شراب کو مسجد کے اندر لنڈھا دیا۔ اس کے بعد یہ مسجد الفضیخ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ اس کو مسجد الشمس بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ایک اونچے مقام پر بنی ہوئی ہے اور قریب کے تمام مکانات سے پہلے اس کے اوپر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں۔

مسجد الفضیخ کی جائے وقوع: یہ مسجد قباء اور موضع العوالی کے شرق میں واقع ہے۔

Marfat.com

مسجد کی طرز تعمیر: المطری کے بقول یہ مسجد، مسجد قباء کی طرز پر بنائی گئی تھی اس کے اندر ۱۶ ستون تھے جو استداد زمانہ سے بوسیدہ ہو گئے تھے اس کو عمر ابن عبدالعزیز نے ازسر نو تعمیر کرایا تھا۔ اس کا موجودہ طول ۱۹ میٹر اور عرض ۴ میٹر ہے۔ اس کے اندر پانچ گنبد اور ایک محراب ہے۔

مسجد السقیاؑ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر اس جگہ نماز ادا فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ سے مدینہ منورہ اور اس کے باشندوں کے لئے یہ دعا فرمائی تھی کہ مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ کی تشریف و تعظیم بھی مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔

مسجد السقیاؑ کی تحقیق: مسجد السقیا کا مشہور مسلم مؤرخ السمہودی نے ماہرین آثار قدیمہ کے ذریعے کھدائی کرا کے پتہ چلایا تھا۔ السمہودی کا کہنا ہے کہ یہ مسجد بئر السقیاؑ کے قریب اس مقام پر پائی گئی جہاں سے جدہ، مدینہ منورہ والی سڑک گزرتی ہے۔ اس وقت یہ مسجد العنبریہ ریلوے اسٹیشن کے میدان میں واقع ہے۔

العنبریہ ریلوے اسٹیشن کے احاطے میں واقع مسجد السقیاؑ

اس مسجد کو قبۃ الروس بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ترکوں نے کچھ رہزنوں کے سر قلم کر کے اس مسجد کے اندر رکھ دیئے تھے۔ اس وقت یہ مسجد ویران ہے اور اس میں نماز نہیں پڑھی جاتی ہے۔

مسجد ابوذر: حضرت عبد الرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں زیادہ طویل سجدہ فرمایا۔ اصحاب رضی اللہ عنہم نے آپ سے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ جبریل یہ خوشخبری لائے تھے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر سلامتی و رحمت بھیجے گا۔

السمہودی کے بقول یہ مسجد غالباً اسی مقام پر بنی ہوئی ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل سجدہ فرمایا تھا۔

Marfat.com

شارع ابوزر پر واقع مسجد ابوزر

مسجد ابوزر کی جائے وقوع: یہ مسجد بستانِ الجیری کے شمالی شرقی جانب شارع ابوزر کے شروع میں سڑکوں کے پار ۱۵۰ میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کو سعودی حکومت نے ازسر نو تعمیر کرایا ہے۔ شمال و جنوب کی جانب یہ مسجد چھوٹے چھوٹے باغیچوں سے گھری ہے۔

مسجد بنوساعدہ: ابن شبہ نے عباس ابن سعل کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی تھی۔ یہ مسجد بنو ساعدہ کے اس مکان کے قریب تھی جہاں مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے پر آپ کی بیعت و اطاعت کی تھی۔ اس مسجد کی قدیم جگہ مثلث السلطانیہ پر ہے جہاں اس وقت ایک پبلک لائبریری اور ایک لیکچر روم بنا ہوا ہے۔

Marfat.com

ملک عبد العزیز کی خدمت میں
حجازی وفود

۱۳۶۰ھ (۱۹۴۱ء) میں ملک عبد العزیز نے حجاز کے وفود کو ریاض آنے کی دعوت دی۔ یہ وفود مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، جدہ، طائف، ینبوع وغیرہ شہروں کی نمائندگی کرنے والے نمائندوں پر مشتمل تھے۔

مدینہ منورہ کا وفد نائب امیر شہزادہ عبد اللہ السدیری کی قیادت میں عبد العزیز الخریجی، محمد حسن سمان، زیاب ناصر، ابراہیم الترکی، احمد صقر، حسین طہٰ، امین مدنی، عبد القادر غوث، مصطفیٰ عطار، ناصر غوث اور راقم الحروف علی حافظ پر مشتمل تھا۔

ہم لوگ کاروں سے روانہ ہوئے جو اس وقت مملکت سعودیہ کے لئے بالکل نئی بات تھی اور یہاں کی سڑکیں بھی پتھروں سے بنی ہوئی نہیں تھیں۔ جب ہم ریاض کے قریب پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ملک عبد العزیز روضۃ النفس میں جس کے اندر بارش کے پانی کی دو جھیلیں ہیں، قیام پذیر ہیں۔ ہم نے دوسرے نمائندوں کے ساتھ خیمے میں قیام کیا اور روزانہ صبح وشام ملک عبد العزیز سے ملاقاتیں کرتے رہے۔

ملک عبد العزیز نے مملکت سعودیہ کی عام پالیسی، داخلی امور اور آئندہ منصوبوں سے متعلق گفتگو کی۔ ہم ریڈیو پر سنی ہوئی عالمی خبروں سے متعلق رپورٹ انہیں پڑھ کر سناتے تھے اور وہ اس پر تنقید کرتے تھے۔ اس مذاکرے میں وہ اپنے خدام اور حاضرین کو بھی اظہار خیال کا موقع عنایت فرماتے تھے۔

ایک دن خبروں کی ایک رپورٹ میں ہم نے بحرایجہ کا ذکر کیا تو انہوں نے میری طرف مخاطب ہو کر دریافت فرمایا "بھائی یہ سمندر کہاں واقع ہے؟" میں نے جواب دیا کہ ترکی میں مگر محسوس ہوا وہ میرے جواب سے مطمئن نہیں ہوئے اور انہوں نے پھر پوچھا "ترکی میں کس صحیح مقام پر؟" میں چونکہ وفد میں سب سے کم عمر تھا اس لئے پشیمان سا ہو گیا مگر وفد میں سے ایک شخص نے اسکا جواب دیکر مجھے شرمندگی سے بچا لیا۔

ہم ملک عبد العزیز کے ہمراہ ریاض روانہ ہوئے اور ام قبیس کے مہمان خانے میں ہمارا قیام ہوا۔ ملک دار المربع میں قیام پذیر تھے اور ہم نے دن میں دو مرتبہ ان سے ملاقات کرنے کا معمول برقرار رکھا جس میں ان کے ساتھ ریڈیو سنتے تھے اور مختلف امور پر ان کی گفتگو سنتے تھے۔ ہم ملک کے ساتھ دوپہر کا کھانا اور کبھی رات کا کھانا بھی کھاتے تھے۔ ایک دن وہ ہمیں دار لمربع کی سیر کرانے لے گئے۔ ہم نے ان کے ساتھ نجد کے ایک باغ کی بھی سیر کی۔ غالباً وہ التنہات نام کا باغ تھا۔ ملک عبد العزیز نے بڑی فیاضی سے وفد کے تمام اشخاص کو انعامات و اکرامات سے نوازا اور وظیفے عطا کئے۔ پھر ہم اجازت لے کر وہاں سے رخصت ہو گئے۔

مدینہ منورہ واپس آتے ہوئے ہمیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ جبلِ اُحد کے قریب وادی قناہ میں سخت سیلاب آیا ہوا تھا۔ جس میں ہم کئی دن تک پھنسے رہے اور وادی کو پار نہ کر سکے۔

بہت سے لوگ جن میں میرے بھائی عثمان حافظ، عارف براوہ، عبدالعزیز بری، سید اسعد طرابزونی، سید فہمی الخشانی اور شیخ عبد الرحمن ابراہیم الترکی بھی تھے مدینہ منورہ سے ہماری مدد کو وہاں پہنچ گئے۔

Marfat.com

شہزادہ ناصر السدیری نے جو اس وقت اپنے بھائی شہزادہ عبد اللہ السدیری کی جگہ قائم مقام نائب امیر تھے اشیائے خوردنی اور ضرورت کا بہت سا سامان موٹروں میں بھر کر ہمیں بھیجا۔

سیلاب فرو ہونے کے بعد ہم وادی کو پار کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔

ملک عبد العزیز کی ملاقات کے اس واقعہ کو بیان کرنے سے میرا مقصد ان کی دانشمندانہ حکمت عملی پر جزوی طور سے روشنی ڈالنا ہے۔ وہ تمام باشندوں اور شہریوں کے وفود کے ساتھ برادرانہ اور دوستانہ مجلسیں منعقد کر کے انہیں بہت خلوص، محبت، اخوت اور بردباری کے ساتھ وقتاً فوقتاً ہدایات دیتے رہتے تھے۔

سید علی حافظ

سید عبد القادر غوث

سید احمد صقر

سید محمد حسن سمان

امیر عبد اللہ السدیری

سید امین مدنی

سید ابراہیم الترکی

سید عبد العزیز الترجی

سید مصطفیٰ عطار

سید حسین طہ

سید ذیاب ناصر

سید ناصر غوث

۱۳۶۰ھ (۱۹۴۱ء) میں ملک عبد العزیز کی دعوت پر ریاض جانے والے مدینہ منورہ کے وفد کے ممبران کی تصاویر

Marfat.com

باب پنجم

البقیع قبرستان اور شہدائے اُحد

Marfat.com

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں نے ایکبار تم لوگوں کو قبرستان میں جانے کو منع کیا تھا۔ اب تم وہاں جاسکتے ہو۔ کیونکہ وہاں جانے سے عبرت حاصل ہوتی ہے اور روز آخرت کی یاد تازہ ہوجاتی ہے"۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ کے حوالے سے روایت ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم آخر شب جنت البقیع میں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں مدفون مُردوں کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا فرماتے تھے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دفن لوگوں کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو فرماتے "اے اہل القبور۔ اللہ تم پر اپنی رحمت نازل کرے اور تمہارے وہمارے گناہوں کو بخش دے۔"

جنت البقیع:

جنت البقیع وہ قبرستان ہے جہاں مدینے کے مُردے دفن ہیں۔ یہ پہلے کچھ جھاڑیوں سے بھری ہوئی کھلی جگہ تھی۔ یہ قبرستان شہر کے مشرقی حصے میں مسجد نبوی کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ مغرب کی طرف رہائشی عمارتوں کے علاقے حارۃ الاغوات سے گھرا ہے۔ اسے حارۃ سے وہ سڑک الگ کرتی ہے جو شارع ابوذر، مسجد ابوذر اور شارع العوالی تک جاتی ہے۔

جنت البقیع کے جنوب مشرق میں وہ جگہ ہے جہاں دفن کرنے سے پہلے مُردوں کو غسل دیکر تیار کیا جاتا تھا اور جہاں پولیس کا محکمہ قائم ہے۔

اہل بیتؓ، صحابہؓ ودیگر مسلمان:

مؤرخین کے تذکرے میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہؓ اور خاندان کے لوگؓ جنہوں نے آپ کی حیات طیبہ میں یا وصال کے بعد انتقال کیا جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

قاضی ایاض نے مالک کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ تقریباً دس ہزار صحابہؓ نے مدینہ منورہ میں انتقال کیا اور جنگ البقیع میں دفن ہوئے۔ باقی دوسرے اسلامی ملکوں کے مختلف علاقوں میں دفن ہوئے۔

جنت البقیع میں دفن ہونے والے سب سے پہلے انصار ومہاجر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے انصار میں اسعد بن زرارؓ اور مہاجرین میں عثمان بن مظعونؓ وہ پہلے شخص تھے جو جنگ البقیع میں دفن ہوئے۔

جنت البقیع میں قبروں پر ایسے کتبے یا نشانات نہیں تھے جن سے وہاں دفن مُردوں کے ناموں اور شخصیتوں کا پتہ چل سکتا۔ لیکن مؤرخین کی تحقیق کی روشنی میں عوام کے علم میں ہے کہ ممتاز ہستیاں کن قبروں میں دفن ہیں۔

قبر عقیل ابن ابوطالبؓ:

جنوب مغربی دروازے سے ۴۰ میٹر کے فاصلے پر درج ذیل قبریں ہیں۔

Marfat.com

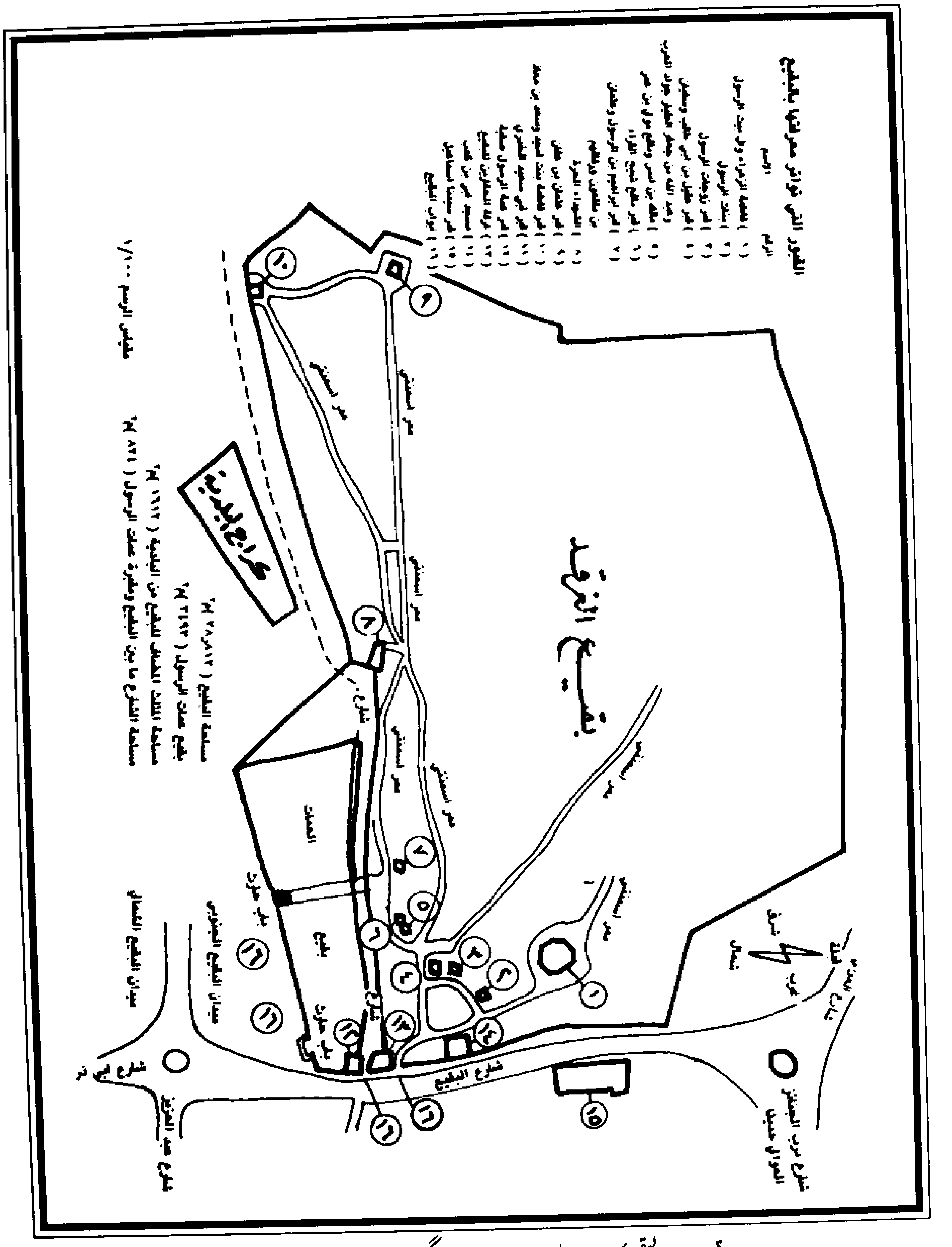

قبرستان البقیع کا جہاں اہل بیت، صحابہ اور دیگر ہزاروں مسلمان دفن ہیں۔

۱۔ قبر عقیل ابن ابو طالبؓ

۲۔ قبر سفیان ابن الحارث ابن ابو طالبؓ

۳۔ قبر عبداللہ ابن جعفر الطیارؓ

قبور ازواجِ مطہراتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

Marfat.com

عقیل ابن ابوطالبؓ کی قبر سے پانچ میٹر کے فاصلے پر جنوب میں ایک پٹے ہوئے چبوترے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ کی درج ذیل قبریں ہیں۔

۱۔ سیدہ عائشہ بنت ابو بکر صدیقؓ
۲۔ سیدہ سودۃ بنت زمعتہ العامریہؓ
۳۔ سیدہ حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ
۴۔ سیدہ زینب بنت حزیمہ الھلالیہؓ
۵۔ سیدہ اُم سلمہ بنت ابی امیہ المخزومیہؓ
۶۔ سیدہ جویریہ بنت الحارث المصطلقیہؓ
۷۔ سیدہ اُم حبیبہ رملہ بنت ابوسفیانؓ
۸۔ سیدہ صفیہ الاسرائیلیہ بنت حیی ابن اخطبؓ

سیدہ خدیجہ بنت خویلدؓ اور سیدہ میمونہ بنت الحارث الھلالیہؓ جنت البقیع میں دفن نہیں ہیں سیدہ خدیجہؓ مکہ معظمہ میں دفن ہوئیں اور سیدہ میمونہؓ مکہ معظمہ سے چھ میل دور سرف میں دفن ہوئیں۔

قبور دختران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ کی قبروں سے بائیں طرف تقریباً دس میٹر کے فاصلے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دختران کی درج ذیل قبریں ہیں۔

۱۔ اُم کلثومؓ
۲۔ رقیہؓ
۳۔ زینبؓ

قبورِ اہل بیتؓ اطہار:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختران کی قبروں کے جنوب مشرق میں پچیس میٹر کے فاصلے پر کچھ اہل بیتؓ کی درج ذیل قبریں ہیں۔

۱۔ حسن ابن علی ابن ابی طالبؓ
۲۔ فاطمہؓ (دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
۳۔ محمد ابن الباقر زین العابدینؒ
۴۔ عباس ابن ابو مطلبؓ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد)
۵۔ زین العابدین ابن حسین ابن علیؒ
۶۔ جعفر الصادق ابن محمد الباقرؒ
۷۔ حسین ابن علیؓ کا سر مبارک

السمہودی نے اپنی کتابوں "وفا الوفا" اور "الخلاصہ" میں بیان کیا ہے کہ امیہ خاندان کے خلیفہ یزید بن معاویہ نے حضرت حسینؓ کا سر مبارک ان کی شہادت کے بعد، اسوقت مدینہ منورہ کے گورنر عمر اب سعد بن العاص المعروف الاسدق

Marfat.com

کے پاس بھیج دیا جنہوں اسے غسل دیا اور ایک کفن میں لپیٹ کر جنت البقیع میں انکی والدہ سیدہ فاطمہؓ کی قبر کے پاس دفن کر دیا۔

قبور مالک بن انسؒ اور نافعؒ:

قبرستان کے دروازے سے تقریباً ۵۰ میٹر کے فاصلے پر عقیل ابن علیؓ کی قبر سے شمال مشرق میں درج ذیل دو قبریں پائی جاتی ہیں۔

۱- مالک بن انسؒ (مالکی مسلک کے امام)

۲- نافعؒ (حضرت عمر بن الخطابؓ کے خادم اور مالکی مسلک کے عالم)

قبور عثمان ابن مظعونؓ وغیرہ:

مالک ابن انسؒ کی قبر سے بیس میٹر کے فاصلے پر عثمان ابن مظعونؓ کی قبر ہے اور اگر بائیں طرف کھڑا ہوا جائے تو درج ذیل قبریں دیکھی جاسکتی ہیں۔

۱- عثمان ابن مظعونؓ (جنت البقیع میں دفن ہونے والے پہلے مہاجر)

۲- ابراہیمؑ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر مبارک۔ اور جب ان کے انتقال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ انہیں کہاں دفن کیا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان ابن مظعون کے پہلو میں۔)

۳- عبدالرحمن ابن عوفؓ

۴- سعد ابن ابووقاصؓ

۵- سعد ابن زرارہؓ

۶- خنیس ابن حذافہ السہمیؓ

۷- فاطمہ بنت اسدؓ (علی ابن طالبؓ کی والدہ)

شہدائے الحرۃ کا مدفن: یزید ابن معاویہ کے دور میں جو شہداء الحرۃ کی جنگ میں شہید ہوئے ان کی قبریں عثمان ابن مظعون کی قبر سے بائیں طرف کھڑے ہو کر تقریباً ۸۰ میٹر کے فاصلے پر واقع ہیں۔ یہ لوگ مدینہ منورہ کے دفاع اور اس کی اعلیٰ قدروں کے تحفظ کے لئے شہید ہوئے۔

قبر عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ: یہ قبر البقیع کے آخری سرے پر واقع ہے جو شہداء الحرۃ کی قبروں سے ۱۳۵ میٹر کے فاصلے پر ہے۔

قبور فاطمہ بنت اسعد رضی اللہ عنہا و سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ: عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی قبر کے شمال میں ۵۰ میٹر کے فاصلے پر بالکل شمال مشرقی کونے پر درج ذیل دو قبریں ہیں۔

۱- قبر سعد ابن معاذ الانصاری رضی اللہ عنہ

۲- قبر فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا۔

دوسرے مؤرخین کا کہنا ہے کہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر ابن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس ہے۔

Marfat.com

قبر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی): البقیع کے دروازے سے ۱۵ میٹر شمال مغرب میں درج ذیل قبریں ہیں۔

۱۔ صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی)

۲۔ عاتکہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا (سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی بہن)

یہ جگہ بقیع العمات کہلاتی ہے جو پہلے الگ حصے میں تھی لیکن سعودی دور حکومت میں جنت البقیع میں شامل کر لی گئی۔ یہ نہیں ثابت کیا جا سکا کہ سیدہ عاتکہ مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئی تھیں اور ان کا اسلام قبول کرنا بھی تنازعہ کا موضوع بنا۔ "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" کتاب میں تحریر ہے کہ وہ ابوطالب رضی اللہ عنہ کی سگی بہن تھیں اور عبد اللہ ابن اسعد کے لکھنے کے مطابق انہوں نے مکہ معظمہ میں اسلام قبول کر لیا تھا اور مدینہ منورہ ہجرت کر گئی تھیں۔

البقیع کے باہر کچھ صحابہؓ اور اہل بیتؓ کی قبریں

قبر اسمٰعیل ابن جعفر صادق رضی اللہ عنہ: یہ قبر حارۃ الاغوات نامی رہائشی علاقے کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ یہ البقیع سے اس سڑک کے ذریعے جدا ہوتی ہے جو مسجد نبوی کو جاتی ہے۔ یہ قبر پہلے اس دیوار کے اندر تھی جو سعودی دور حکومت میں گرادی گئی تھی۔ اس قبر سے البقیع کا فاصلہ ۱۵ میٹر ہے۔ یہ تین میٹر اونچی چار دیواری سے گھری ہوئی ہے۔ چار دیواری کے اندر والی یہ جگہ مؤرخین کے بیان کے مطابق حضرت زین العابدین ابن حسین ابن علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھی۔

قبر ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ: یہ قبر البقیع کے شمال مشرق میں اس سڑک پر واقع ہے جو الحرۃ الشرقیہ کو جاتی ہے۔ اس جگہ کے لئے خود ابو سعید رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی۔

قبر والد ماجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد جناب عبد اللہ ابن مطلب نے پچیس سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ وہ مدینہ منورہ میں دفن ہوئے اور ان کی قبر بزقاق الطوال جگہ پر واقع ہے۔

قبر النفس الزکیہ رضی اللہ عنہ (عرف مہدی): یہ محمد ابن عبد اللہ ابن حسین تھے جو النفس الزکیہ کے نام سے معروف تھے۔ ان کی قبر جبل سلع کے مشرق میں اور العین الزرقا چشمے کے شمال میں تھی۔

عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور نے النفس الزکیہؓ کے والد اور رشتہ داروں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا تو اہل مدینہ منورہ نے بغاوت کر دی اور النفس الزکیہ کے ساتھ اپنی اطاعت کا اعلان کر دیا۔ المنصور نے چار ہزار آدمیوں کی فوج اس بغاوت کو کچلنے کے لئے بھیجی جبکہ النفس الزکیہؓ کے ساتھ صرف تین سو آدمی تھے۔ عباسیوں کے اس حملے میں النفس الزکیہؓ مارے گئے اور الطرنی کے بیان کے مطابق یہاں دفن ہوئے۔ جبکہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب "ریاض الافہام" میں لکھا ہے کہ ان کی بہن اور بیٹی فاطمہ نے انہیں البقیع میں دفن کیا۔

قبر مالک ابن سنان رضی اللہ عنہ: مالک ابن سنان رضی اللہ عنہ ابو سعید الخدریؓ کے والد تھے۔ ان کی قبر المناخہ کے مشرق اور حوش المرزوقی کے مغرب میں واقع ہے۔ یہ جنگ اُحد کے شہدا میں سے ایک تھے اور انہیں وہاں سے لا کر یہاں دفن کیا گیا تھا۔

بنی امیہ کے دور میں جنت البقیع کی توسیع: سب سے پہلے جنت البقیع کی توسیع کا کام بنی امیہ کے دور حکومت میں کیا گیا۔ "خلاصۃ الوفا" کتاب میں بیان ہے کہ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو لوگوں نے ان کو حجرۂ مبارک میں دفن کرنا چاہا کیونکہ آپؓ نے اس سے پہلے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی اس خواہش کا اظہار

Marfat.com

کیا تھا کہ انہیں حجرہ مطہرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ اول و دوم کے قریب دفن کیا جائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی اجازت بھی دیدی تھی لیکن مصریوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن کرنے کی مخالفت کی اور اعلان کیا کہ وہ ان کے جنازے کی نماز میں شریک نہیں ہوں گے۔

الزھیری سے روایت ہے کہ ام حبیبہ نے دھمکی دی کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن کرنے کی مخالفت کی گئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے پردہ ہٹا دیں گی۔ تب ان لوگوں نے اجازت دیدی کہ وہ وہاں ان کے دفن کی تیاری کریں۔ جبیر ابن مطعم، حکیم ابن حزام اور عبد اللہ ابن زبیر دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جنازہ جنت البقیع لے گئے مگر وہاں ان کو ابن بجرہ یا ابن نجدہ الساعدی نامی ایک شخص نے روک دیا۔ تب وہ جنازے کو حش کوکب نامی باغ میں لے گئے اور وہاں ان کو دفن کر دیا۔ حکیم ابن حزام کے مطابق بنی امیہ نے اس حصے کو جنت البقیع میں شامل کر لیا۔

ابن سعد نے مالک ابن ابو عامر کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اس وقت لوگ وہاں دفن ہونے کی شدید خواہش رکھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہونے والے پہلے شخص تھے۔

<u>سعودی دور حکومت میں جنت البقیع کی توسیع:</u> سعودی دور حکومت میں جنت البقیع کی کئی بار توسیع و مرمت کی گئی ہے۔ آج کل بھی قبرستان کے مشرقی حصے میں توسیع کا منصوبہ زیر غور ہے۔

<u>بقیع العمات کی شمولیت:</u> سعودی گورنمنٹ نے بقیع العمات نامی قبرستان کی جگہ جنت البقیع میں شامل کر لی ہے۔ اس حصے کا رقبہ ۳۴۹۳ مربع میٹر ہے۔

<u>قرب وجوار کے علاقے کی شمولیت:</u> ایک راستہ جو پہلے جنت البقیع اور بقیع العمات کو جدا کرتا ہوا الحرہ الشرقیہ کو جاتا تھا جنت البقیع میں شامل کر لیا گیا۔ یہ حصہ ۸۲۴ مربع میٹر ہے۔ یہ کام ۱۳۷۳ھ (۱۹۵۳ء) میں ہوا۔ وہ دیوار جو دونوں قبرستانوں کے درمیان تھی ہٹا دی گئی۔

جنت البقیع کے شمال میں ۱۶۱۲ مربع میٹر کا ایک تکونہ پلاٹ جو میونسپلٹی کی ملکیت تھا اور تین طرف شمال، جنوب اور مشرق میں جنت البقیع سے گھرا ہوا تھا ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء) میں جنت البقیع میں شامل کر لیا گیا۔

سعودی گورنمنٹ نے وہاں ایک تیس میٹر لمبا اور دو میٹر چوڑا سائبان ڈلوایا تا کہ وہاں مردے دفن کرنے کے لئے آنے والوں کو دھوپ اور گرمی سے نجات ملے۔ لیکن اس کی وجہ سے حج کے دوران بے پناہ بھیڑ میں زائرین کو دشواری ہوئی اس لئے اس کو ۱۳۸۶ھ (۱۹۶۶ء) میں ہٹا دیا گیا۔

۱۳۷۳ھ (۱۹۵۳ء) میں میونسپلٹی نے وہاں گورکنوں کی سہولت کے لئے ایک سائبان ڈلوا دیا تا کہ وہ اپنے اوزار وغیرہ رکھ سکیں۔

جنت البقیع میں لوگوں کو بارش کے موسم میں تکلیف نہ ہو اس خیال سے جنوب مغرب کی سمت والے دروازے سے آخر جنوبی سرے تک اور آخر جنوب مشرقی کونے تک گزرگاہوں کو چھت سے پاٹ دیا گیا اور شمالی دیوار کو پاٹ دار راستے سے ساری گزرگاہوں سے ملا دیا گیا۔

یہ راستے ڈیڑھ میٹر چوڑے ہیں اور ان کی مجموعی لمبائی ۹۵۰ میٹر ہے۔ ان کے دونوں طرف ۳۰ سینٹی میٹر جنگلا لگا ہوا ہے۔

۱۳۷۲ھ (۱۹۵۲ء) میں گورنمنٹ نے جنت البقیع میں مرمت کا کام کرایا۔

<u>دو نئے دروازے:</u> ایام حج کے دوران البقیع کے جنوب مغرب اور شمال مغرب کے دو دروازے لاکھوں حاجیوں کی

Marfat.com

بھیڑ کے لئے ناکافی تھے اور باہر مسجد نبوی کو جانے والی سڑک پر ٹریفک کی بھیڑ ان لوگوں کے لئے خطرے کا باعث تھی۔ اس خطرے اور حاجیوں کی مشکلات کو دیکھتے ہوئے میونسپلٹی نے دو نئے دروازے ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۸ء) میں کھول دیئے۔ شمالی دیوار میں کھولے گئے ان دروازوں سے کل دروازوں کی تعداد چار ہو گئی۔ ان دو نئے دروازوں کے سامنے میدان البقیع نام کا چوک ہے۔ یہ دروازے کنکروں اور سیمنٹ کے مرکب سے مضبوط بنائے گئے ہیں اور ان کے کواڑ اسٹیل کے ہیں۔

پہلا دروازہ شمال مغرب والے سرے سے ۶ میٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ تین میٹر چوڑا ہے اور بقیع العمات تک پہنچنے کے لئے دس سیڑھیوں کا زینہ بنا ہے۔

دوسرا دروازہ شمال مغرب والے سرے سے ۶۰ میٹر کے فاصلے پر ہے اور اس میں ۱۷ سیڑھیوں کا زینہ صدر البقیع تک پہنچنے کے لئے ہے۔ یہ اس راستے سے ملا ہوا ہے جو حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہ کی قبروں تک جاتا ہے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ: ہجرت کے تیسرے سال ۶۲۵ء میں جنگ اُحد لڑی گئی۔ اس جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ وہ اسلام کے لئے اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے پہلے مسلمان تھے۔ اس لئے ان کو سید الشہداء کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے انہیں مردہ مت کہو۔ وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اسی طرح غذا فراہم کرتا ہے جس طرح تمہیں کرتا ہے"۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھی جو بُری طرح کاٹ کر مسخ کر دی گئی تھی، تو نہایت آزردہ ہو کر فرمایا کہ "اب اس سے زیادہ دلی اذیت مجھے زندگی میں کبھی نہیں ہو گی"۔

ابن اسحاق کے بیان کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عبد الاشہل کے مکان کے پاس سے گزرنے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ، سید الشہداء کی قبر مبارک۔ پس منظر میں جبل اُحد نظر آرہا ہے۔

Marfat.com

لگے تو وہاں سے عورتوں کے رونے پیٹنے اور بین کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جو جنگ اُحد میں شہید ہونے والے اپنے مردوں کا ماتم کر رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہو گئی اور آنسو بہاتے ہوئے فرمایا: "حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں!"

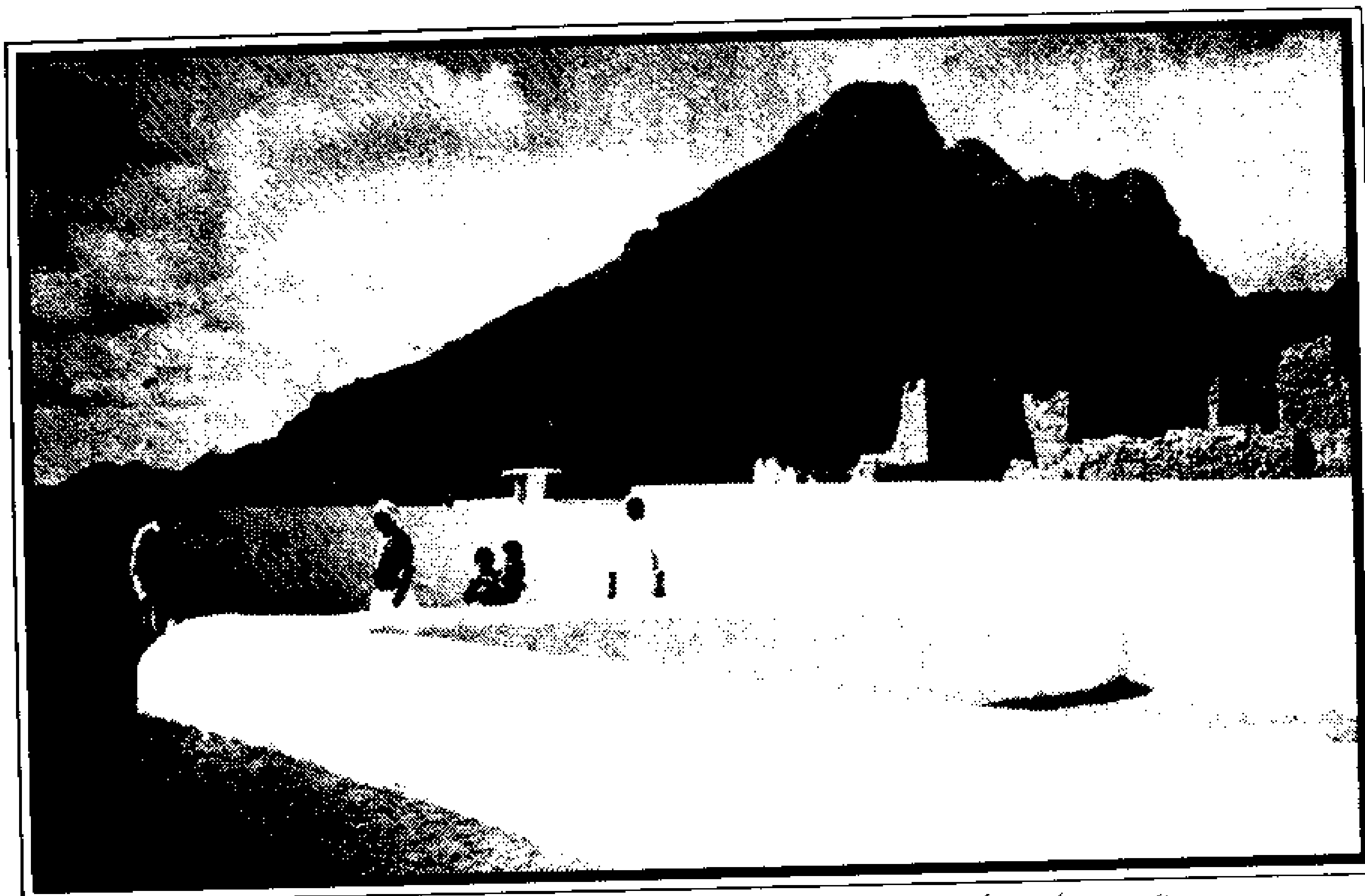

جنگ اُحد کے شہدا کی قبریں جو دیوار کے احاطے کے اندر ہیں۔ پس منظر میں جبلِ اُحد نظر آ رہا ہے۔

سعد ابن معاذ اور اسد ابن خضیر واپس بنی عبد الاشھل کے گھر گئے اور اپنی عورتوں سے کہا کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ماتم کریں۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی چیخ و پکار اور بین سنے تو انہیں مزید رونے دھونے سے منع فرمایا اور بعد میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ مردوں کے لئے سوگ مناتے وقت بلند آواز سے ماتم نہ کریں۔

عبادۃ ابن الصامت کے بیان کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ اُحد کے شہدا کی قبروں کی زیارت کرتے تھے تو فرماتے تھے: "سلام تم پر۔ جنہوں نے صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا، جس کا اجر تمہیں آخرت میں ملے گا"۔

سید الشہداء کی قبر: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو وادیٔ قناۃ کے کنارے جبل الرماۃ کے شمال مغرب اور جبل اُحد کے جنوب میں ایک ٹیلے پر دفن فرمایا اور ان کے بھانجے عبد اللہ ابن جحش ان کے ساتھ دفن ہوئے۔

سعودی گورنمنٹ نے قبر کے چاروں طرف جنگلا بنوایا اور اس پہاڑی راستے پر زائرین کے قبر تک پہنچنے کے لئے سیڑھیاں بنوائیں۔ دیوار میں جنوب کی سمت لوہے کا دروازہ لگوایا۔ وادیٔ قناۃ کو وادیٔ سید الشہدا اور وادیٔ سیدنا حمزہؓ بھی کہا جاتا ہے۔

قبور شہدائے جنگ اُحد: مورخین جنگ اُحد کے شہدا کی تعداد ۷۰ بتاتے ہیں۔ جن میں ۶۴ انصار اور ۶ مہاجرین تھے۔ ان میں زیادہ تر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے شمالی حصے میں دفن ہیں۔ ان کی قبروں کے چاروں طرف بھی

Marfat.com

جنگلا لگا ہوا ہے۔

دنیا کے مختلف حصوں سے آنے والے زائرین مدینہ منورہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے شہدا کی قبروں کی زیارت ضرور کرتے ہیں۔ جو اس فیصلہ کن جنگ کی یاد تازہ کرتی ہیں اور جو مسلمانوں کو اپنے رہنما کی حکم عدولی نہ کرنے کا سبق دیتی ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

باب ششم

....

تاریخی کنوئیں

Marfat.com

Marfat.com

۱۔ بئر (کنواں) بضاعتہ:

ابن شبہ نے سعل ابن سعدؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں میں اس کنوئیں کا پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے کیلئے لیجاتے تھے سعل ابن سعدؓ نے یہ بھی بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کنوئیں کا پانی پی کر یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ پانی پاک وصاف رہتا ہے اگر اس میں باہر کی کوئی آلودگی شامل ہونے کا احتمال نہ ہو۔

کنوئیں کی جائے وقوع:

یہ کنواں حاء نامی کنوئیں سے مغرب میں واقع ہے المطری کے بیان کے مطابق یہ الشامی باغ کے قریب اور دو باغوں کے درمیان تھا جو اس کے شمال اور جنوب میں اُگے ہوئے تھے اور ان دونوں باغوں کی آبپاشی اسی کنوئیں سے ہوتی تھی جس کا پانی بہت صاف اور میٹھا تھا۔

المطری کے بیان کے مطابق مسجد نبوی کے خدام کے سردار شجاع شاہین جمالی نے وہ کنواں اور دونوں باغ خرید لئے اور کنوئیں کو محفوظ کرنے کیلئے اس پر ایک مکان بنادیا۔ آبپاشی کیلئے انہوں نے ایک دوسرا کنواں کھدوایا۔

ابن النجار کے بیان کی رو سے انہوں نے خود اس کنوئیں کی پیمائش کی تو معلوم ہوا کہ اس کی گہرائی ساڑھے چار میٹر ہے اور کنوئیں کے اندر پانی کی سطح تقریباً آدھا میٹر گہری ہے۔

کنواں موجودہ حالت میں:

یہ کنواں الشامی علاقے میں تھا لیکن عمارتیں بنانے کے مقصد کی خاطر یہ باغات صاف کردیئے گئے۔

یہ بھذا نامی باغ کے وسط میں تھا جو آخر کار شریف شحات اور شریف ناصر ان دو بھائیوں کی ملکیت میں آیا جو شریف علی الحیار کے بیٹے تھے اور جنہوں نے اس کنوئیں کو وقف کردیا۔

باغ کی جگہ پر کئی تعمیرات ہوئیں زید ابن شحات نے جو اس وقف کے متولی تھے ایک عمارت بنوائی اور اب وہ کنواں اس عمارت کے وسط میں ہے۔ انہوں نے اس کنوئیں میں ایک پمپنگ مشین بھی لگوائی تاکہ اس کا پانی عمارت کے سامنے ایک باغیچے کی سینچائی کے کام آسکے۔

شریف زید نے ان لوگوں کو پہنچ کی اجازت دیدی جو اس کنوئیں کی زیارت کرنا چاہیں۔ میں (راقم الحروف) نے خود جاکر دیکھا کہ کنوئیں کو ایک پختہ کمرے میں محفوظ کیا گیا ہے جو خاص طور سے کنوئیں کی حفاظت کیلئے بہت مضبوط تعمیر کیا گیا ہے میں نے ناپا تو اس کی گہرائی ساڑھے دس میٹر ہے اور قطر چار پانچ میٹر کے درمیان ہے

۲۔ بئر حاء:

ابو طلحہ ابن سعلؓ مدینہ منورہ کے انصاریوں میں سب سے زیادہ مالدار شخص تھے۔ یہ کنواں ان کی ملکیت تھا اور مسجد نبوی کے قریب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کنوئیں سے پانی نوش فرماتے تھے

جب قرآن کریم کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں مالدار لوگوں کو غرباؤ مساکین کی مدد کرنے کی ہدایت تھی تو ابو طلحہؓ نے وہ کنواں اپنے چچازاد بھائیوں ابی ابن کعبؓ اور حسان بن ثابتؓ کو عنایت کردیا۔

Marfat.com

جائے وقوع:

ابن النجار کے بیان کی رو سے یہ کنواں مدینہ منورہ کی دیوار کے پاس ایک چھوٹے سے باغ کے وسط میں تھا اور اسکا پانی بہت صاف اور میٹھا تھا جو پینے کیلئے برتنوں میں بھر کر رکھ لیا جاتا تھا۔

لیکن المطری کے بیان کے مطابق یہ کنواں اس دیوار کے شمال میں تھا جس کو ایک سڑک اس دیوار سے الگ کرتی تھی۔

موجودہ حالت:

یہ کنواں اسوقت بھی موجود ہے اس میں ایک پمپ بھی لگا ہوا ہے لیکن وہ اب کار آمد نہیں ہے۔ اب یہاں اس باغ کے کوئی آثار باقی نہیں ہیں جس کا ذکر المطری نے کیا ہے۔ اس کی بجائے یہاں وہ عمارات ہیں جو الکردی خاندان کی ملکیت ہیں۔ یہاں ایک چھوٹی سی غیر آباد مسجد ہے جو کنوئیں کے جنوب میں واقع ہے۔

بئر البصہ:

ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا وہ غسل کیلئے پانی دے سکتے ہیں تو انہوں نے اسی کنوئیں کا ایک بالٹی پانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور آنحضرت ﷺ نے اس پانی سے اپنا سر مبارک دھونے کا اہتمام فرمایا۔

جائے وقوع:

ابن النجار کے قول کے مطابق بئر البصہ جنت البقیع کے پاس تھا۔ اس کی گہرائی ۴.۹ میٹر اور قطر ۲.۷ میٹر تھا۔ ان کے بیان کے مطابق اس کنوئیں کے برابر ایک اور چھوٹا کنواں بھی تھا جس سے لوگ دھوکا کھاتے اور طے نہ کر پاتے تھے کہ اصل کنواں البصہ کون سا ہے۔

مؤرخ العباسی نے لکھا ہے کہ یہ دونوں کنوئیں ایک باغ میں تھے اور مدینہ منورہ کے بزرگ اشخاص کو یقین تھا کہ جنوب میں بڑا کنواں ہی اصل بئر البصہ تھا۔

موجودہ حالت:

مدینہ منورہ میں ایک باغ کا نام البصہ تھا۔ مؤرخ العباسی کا مطلب اسی باغ سے تھا۔ یہ باغ موضعات قباء اور قربان والی سڑک پر تھا۔ جہاں لوگ جنت البقیع کے جنوبی سرے سے دائیں طرف مڑ کر شارع العوالی سے ہو کر جاتے تھے۔ اس باغ میں اینٹوں کی چہار دیواری اور ایک تالاب تھا باغ کے اندر دو کنوئیں تھے جن میں بڑا کنواں اصل البصہ مانا جاتا تھا اور چھوٹا کنواں اس کے شمال میں ۶۰ میٹر کے فاصلے پر تھا۔

میں (راقم الحروف) نے بڑے کنوئیں کا قطر ناپا تو چار میٹر تھا۔

اب یہ کنواں شکستہ حالت میں ہے اور وہاں اگا ہوا ایک جنگلی جھاڑ اس کی زبوں حالی میں اضافہ کر رہا ہے۔

یہ باغ مسجد نبوی کے اوقاف میں سے ایک ہے جو حسن منصور لولو کو پٹے پر دیا ہوا ہے جنہوں نے بتایا کہ کنوئیں میں اب بھی وافر مقدار میں پانی موجود ہے لیکن وہ اسے دوبارہ کھدوا کر صاف کرانے کے قابل نہیں ہیں۔

اگر اس کنوئیں کو دوبارہ کھدوا کر اسکی حفاظت نہ کی گئی تو ایک اسلامی یادگار فنا ہو جائیگی۔

بئر اریس یا الخاتم ۱*:

صحیح مسلم میں بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں پر اپنی ٹانگیں لٹکائے تشریف

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر ابن الخطابؓ وہاں آگئے اور آنحضرت ﷺ کے قریب بیٹھ گئے۔ پھر جب حضرت عثمان ابن عفانؓ وہاں پہنچے تو ان تینوں کے قریب جگہ نہ پا کر وہ ان کے مقابل بیٹھ گئے۔ تب اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں حضرات کو جنت الفردوس میں جگہ پانے کی ضمانت دی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انگوٹھی تھی جو بعد میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ملی، ان کے بعد حضرت عمر ابن الخطابؓ کو اور ان کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ تک پہنچی۔ ایک دن حضرت عثمانؓ اس کنوئیں پر بیٹھے تھے کہ وہ انگوٹھی ان کی انگلی سے نکل کر کنوئیں میں جا پڑی۔ انہوں نے تین دن تک لگاتار کنوئیں کے اندر انگوٹھی کو تلاش کروایا مگر وہ نہ ملی۔ اس دن سے اس کنوئیں کا نام الخاتم (انگوٹھی) پڑ گیا۔

جائے وقوع:

یہ کنواں مسجد قباء کے مغرب میں مسجد کے صدر دروازے سے ٹھیک ۴۲ میٹر کے فاصلے پر واقع تھا۔ ابن النجار کے بیان کے مطابق کنوئیں کی گہرائی ۶۰۳ اور چوڑائی ۲۰۲ میٹر تھی۔ جبکہ پانی کی سطح ۱۰۳ میٹر تھی۔ لیکن پانی کی سطح بارش کی کمی یا زیادتی پر منحصر تھی۔ بعد میں اس کی مزید کھدائی کر کے گہرائی ساڑھے آٹھ میٹر کر دی گئی تا کہ پانی کی مقدار بڑھ جائے۔

۱۴ء ھ (۱۳۱۷ء) میں کنوئیں کی تہہ تک اترنے کیلئے سیڑھیاں تعمیر کر دی گئیں۔ لیکن یہ زینہ کس نے تعمیر کرایا اس معاملے میں مؤرخین میں اختلاف رائے ہے۔ کچھ کے خیال سے شیخ صفی الدین ابن ابو بکر ابن احمد السلامی نے اسے تعمیر کرایا جبکہ دوسروں کا خیال ہے کہ نجم الدین یوسف الرومی نے اسے تعمیر کرایا جو امیر طفیل کے وزیر تھے۔

عہد عثمانی میں کنوئیں پر کھریا مٹی کا ایک گنبد تعمیر کیا گیا اور ایک دوسرا اسکی جنوبی سمت میں بنایا گیا۔ یہ دونوں گنبد شکستہ حالت میں ٹوٹ کر گرنے والے تھے کہ جب ۱۳۸۴ھ (۱۹۶۴ء) میں مسجد قباء کا چوک تعمیر کیا گیا تو مدینہ میونسپلٹی نے انہیں منہدم کرا دیا۔

مدینہ میونسپلٹی *۲ جس کی ملکیت میں یہ کنواں ہے اس کی مرمت کرانے کا ارادہ رکھتی ہے اور مسجد قباء کے چوک کے درمیان میں ایک فوارہ بنانے کا منصوبہ ہے اس کنوئیں کا پانی اب بالکل خشک ہو چکا ہے۔

* ۱۔ اریس یہودی نام ہے۔ کلاسیکی عربی میں اسکے معنی کسان ہیں۔ اس کنوئیں کو بئر النبی اور بئر الخاتم بھی کہا جاتا ہے۔ ان ناموں میں الخاتم زیادہ مشہور ہے۔)

* ۲۔ مدینہ منورہ میونسپلٹی نے مسجد قباء چوک بنانے کیلئے زمین کو ہموار کیا اور ایسا کرنے میں وہ کنواں بھی زمین میں دفن ہو گیا۔ لیکن یہ اب بھی دریافت کیا جا سکتا ہے اور ایک تاریخی حیثیت سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔)

۵۔ بئر الغرس:

ابن ماجہ نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میرے انتقال کے بعد مجھے بئر الغرس کے پانی سے بھری سات مشکوں سے غسل دیا جائے۔" حضرت علیؓ کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کنوئیں کا پانی نوش فرماتے تھے۔

جائے وقوع:

یہ کنواں مسجد قباء کے مشرق میں تقریباً نصف میل کے فاصلے پر ہے اور کھجوروں کے درختوں سے گھرا ہوا ہے المطری کے بیان کے مطابق اسے آٹھویں صدی ہجری میں دوبارہ کھودا گیا تھا۔

Marfat.com

میں (راقم الحروف) نے اس کی پیمائش کی تو اس کی گہرائی ۱۱ میٹر اور چوڑائی تین میٹر ہے۔ اس کا پانی شیریں ہے اور اس سے ۳۰۰۰۷ مربع میٹر کے ایک قریبی باغ کو سینچا جاتا ہے۔

۶- بئر السقیا:

سید السمہودی نے حضرت سیدہ عائشہؓ کے بیان کا حوالہ دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں کا پانی نوش فرماتے تھے۔ انہوں نے یہ بھی بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم رباح آنحضرت ﷺ کے پینے کیلئے بئر السقیا اور بئر الغرس سے پانی لاتا تھا۔

جائے وقوع:

المطری کے بیان کے مطابق یہ کنواں النقا کے آخری سرے پر ذی الحلیفہ میں بئر علی سے مشرق میں واقع تھا۔ السمہودی کے بیان کی رو سے فارس کے کچھ باشندوں نے ۸۷۸ھ (۱۴۷۶ء) میں اسے دوبارہ کھدوا اور تب سے اسے فارسیوں* کا کنواں کہا جانے لگا۔ اب یہ کنواں میدان العنبریہ سے ۱۰۰ میٹر کے فاصلے پر ریلوے اسٹیشن کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ جب شارع العنبریہ تعمیر ہوئی تو یہ کنواں بند ہو گیا تھا لیکن اب العنبریہ باغات کی سینچائی کیلئے اسے دوبارہ کھلوانے کی امید کی جارہی ہے۔

* یہ کنواں اب صرف بئر السقیا کے نام سے جانا جاتا ہے

۷- بئر الرومہ (عثمانؓ):

یہ کنواں ایک یہودی کی ملکیت تھا جو مسلمانوں سے اس کے پانی کی قیمت وصول کرتا تھا۔ لیکن حضرت عثمان بن عفانؓ نے اس سے بیس ہزار درہم میں یہ کنواں خرید لیا اور تمام مسلمان اس سے پانی مفت حاصل کرنے لگے۔

جائے وقوع:

السمہودی کے بیان کی رو سے یہ کنواں وادی العقیق کے وسط اور مسجد قبلتین کے شمال میں تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ ابن النجار کے بیان کے مطابق اسکی گہرائی ۸ میٹر اور چوڑائی ۳٫۰۶ میٹر تھی۔ المطری کے بیان کی رو سے مکہ معظمہ کے قاضی محمد ابن المحب الطبری نے اسے ۷۵۰ھ (۱۳۵۲ء) میں ٹوٹ جانے کے بعد دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔

یہ کنواں جس میں اب پانی نہونے کے برابر ہے ایک باغ کے وسط میں واقع ہے اور وادیٔ العقیق کے کنارے بڑے بڑے سیاہ پتھروں سے ڈھکا ہوا ہے یہ باغ مسجد نبوی کے اوقاف کی ملکیت ہے اور وزارت زراعت و آبپاشی کو پٹے پر دیا ہوا ہے اور محکمے نے اس باغ کو زراعتی تجربات کا سینٹر بنا رکھا ہے۔

۸- بئر العہن - الیسیرہ:

السمہودی کے بیان کے مطابق ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنوئیں کے پانی سے وضو فرمایا تھا۔
میں (راقم الحروف) نے اس کی پیمائش کی تو اس کا قطر ۳٫۰۶ میٹر اور گہرائی ۱۶٫۰۵ میٹر ہے۔
یہ کنواں اب استعمال میں نہیں ہے۔

Marfat.com

باب ہفتم

السقیفہ بنی ساعدہ

Marfat.com

Marfat.com

السقیفہ پتھروں اور اینٹوں سے بنی تین دیواروں والی وہ عمارت ہے جس کی چھت کھجور کے پتوں اور لکڑی سے بنی ہے۔ یہ عمارت عام طور سے اہل مدینہ منورہ کے مجلسی اجتماع کیلئے استعمال ہوتی ہے۔

پہلی اسلامی کانفرنس جو مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد منعقد ہوئی وہ اسی عمارت سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوئی۔ اس کانفرنس میں مسلمانوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنا پہلا خلیفہ چنا تھا۔

ابن زبالہ نے سھل ابن سعد ابن عبادۃ الانصاریؓ کی روایت بیان کی کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے قریب اسی السقیفہ عمارت میں تشریف فرما تھے جب آپ نے دہی کی لسی سے ابن عبادۃ کی خاطر فرمائی تھی۔

مورخین میں السقیفہ کی جائے وقوع کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ السمہودی کے بیان کے مطابق السقیفہ بئر بضاعہ کے پاس واقع تھی۔ عبدالقدوس الانصاری نے اپنی کتاب "آثار المدنیہ" میں بھی یہی محل وقوع بتایا ہے اور المطری نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔

الانصاری نے لکھا ہے کہ السقیفہ برآمدوں والی عمارت تھی جس میں ایک بند دروازہ اور شیخ النمل نامی گنبد تھا۔ عمارت کھریامٹی سے بنی تھی اور بالسیمی سرکل پر باب الشامی کے قریب تھی۔ یہ ۱۰۳۰ھ (۱۶۲۰ء) میں علی پاشا کے دور حکومت میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس بات پر عام طور سے اتفاق کیا جاتا ہے کہ السقیفہ اسی جگہ واقع تھی۔ اگر بالکل اس جگہ نہیں تو یقیناً اس کے قریب ترین ہی کسی جگہ پر واقع تھی۔

مثلث السلطانیہ:

السقیفہ کا محل وقوع جس حصے میں ہے اسے مثلث السلطانیہ کہا جاتا ہے یہ ایک باغیچہ ہے جس کے جنوب میں ایک دو منزلہ عمارت ہے۔ یہ باغیچہ اور عمارت ایک وقف سے تعلق رکھتی تھیں جو محکمہ اوقاف کے دائرہ اختیار وانتظام میں تھا۔

۱۳۸۳ھ (۱۹۶۳ء) میں مدینہ میونسپلٹی نے اس جگہ کو حاصل کرنے کی پیشکش کی جہاں السقیفہ واقع ہے۔ اس کی قیمت دو ملین سعودی ریال جانچی گئی میونسپلٹی کی تجویز وہاں ایک لائبریری اور ایک مسجد بنانے کی ہے۔ لائبریری میں سقیفہ بنی ساعدہ نامی ایک سماعت خانہ (آڈیٹوریم) بنایا جائیگا تاکہ اس نام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس عمارت میں ہونے والی پہلی اسلامی کانفرنس کی یاد قائم رہے جس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ پہلے خلیفہ چنے گئے تھے۔

یہ منصوبہ سعودی گورنمنٹ نے منظور کردیا۔ اسکے لئے رقم مقرر کردی گئی اور تعمیراتی کام کی تیاری کیلئے اس جگہ کی عمارتوں کو گرا کر زمین خالی کردی گئی۔ لائبریری کے پاس ہی مسجد تعمیر ہوگی۔ یہ جگہ جو تکونی شکل میں ہے ۴۹۳۸ مربع میٹر ہے عمارت اور مسجد ۵۷۳ مربع میٹر پر تعمیر ہوگی باقی جگہ پارکنگ اور باغیچے لگانے کے لئے استعمال ہوگی۔

السقیفہ کی تاریخی حیثیت:

مدینہ منورہ میں السقیفہ عمارت کا پرانا رواج ہے۔ لوگ اجتماعی محفلوں کیلئے تین دیواروں والی عمارت بناتے ہیں۔ یہ دیواریں مشرق، مغرب اور جنوب کی سمتوں میں بنائی جاتی ہیں۔ شمالی سمت خالی چھوڑ دی جاتی ہے تاکہ موسم گرما میں ہوا کی آمدورفت سے عمارت کے اندر گرمی کی شدت کم رہے۔ چھت کھجور کے پتوں اور لکڑی سے بنائی جاتی ہے۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی یہ عمارت اسی طرز پر اور اسی سامان اور مسالے سے بنائی جاتی ہے۔ عمارت کا طول وعرض ضرورت کے اعتبار سے رکھا جاتا ہے۔

Marfat.com

سقیفہ بنی ساعدہ کی جگہ میونسپلٹی کا لگایا ہوا باغیچہ۔
اس کا نقشہ اس وقت بنایا گیا تھا جب کتاب کے مولف علی حافظ میونسپلٹی کے رئیس تھے۔

السقیفہ بنی ساعدہ کی جگہ مثلث السلطانیہ کا نقشہ

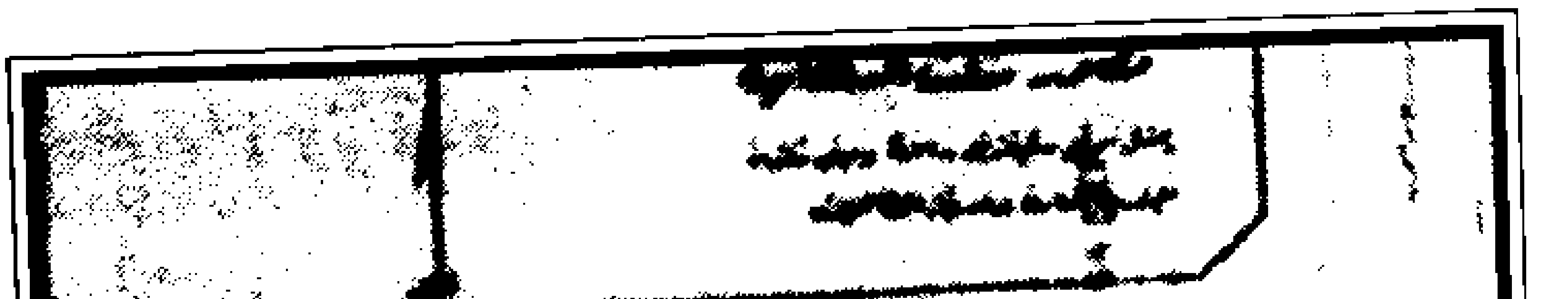

Marfat.com

مثلث السلطانیہ:

مثلث السلطانیہ جہاں السقیفہ واقع تھی شارع السیمی کے شروع ہی میں واقع ہے اس مثلث سے ملی ہوئی عمارتیں شارع السیمی اور شارع السلطانیہ کے درمیان واقع ہیں۔ مسجد نبوی سے تمام سڑکیں اس مثلث کی سمت جاتی ہیں۔ اور یہ باب *الشامی سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔

* باب الشامی وہ رہائشی علاقہ ہے جہاں آج کل کئی ہسپتال بن گئے ہیں۔ پہلے پرانی دیوار میں ایک دروازہ تھا جو باب الشامی کہلاتا تھا۔

Marfat.com

Marfat.com

باب ہشتم

احد اور پانچ معرکے

Marfat.com

Marfat.com

جنگ احد:

اسلام کی تاریخ میں بڑی خوفناک اور اہم معرکوں میں سے ایک تھی۔
اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہو گئی تھی جسکی وجہ سپہ سالار کی غلط حکمت عملی نہیں تھی بلکہ تیر اندازوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم عالی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جنگی اعتبار سے بڑی اہم پہاڑی کو چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑائی میں زخمی ہوئے اور سر مبارک و چہرہ انور پر زخم آئے تھے۔ مگر پھر اللہ کی مہربانی اور پیغمبر اسلام ﷺ کے استقلال و بہادری سے یہ شکست بعد میں ایک طرح سے فتح میں بدل گئی تھی۔
اہل قریش اور ان کے معاونین نے جنگ بدر میں اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے دوبارہ اپنی فوجوں کو جمع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر مسلمانوں کو ختم کرنیکے لئے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ یہ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ جنگ احد اس جھگڑے میں ایک اضافہ تھی جو اسلام اور کافروں کے درمیان بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ جس دن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت شروع فرمائی تھی آپ کے قریبی رشتہ دار بھی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو گئے تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو معاذ اللہ اتنا ستایا، اتنی اذیتیں دیں کہ آپ کہ مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کیلئے ہجرت فرمانے پر مجبور ہوگئے۔ جہاں انصار نے آپ کو پناہ دی اور ہر طرح سے مدد کی۔ اس دن سے مدینہ منورہ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ سمجھا جاتا ہے۔

کفار کی فوج:

کفار نے جنگ بدر میں شکست کھانے کے بعد دوبارہ اپنی فوج کو ترتیب دیا اور ایک مضبوط فوج تیار کرنے کیلئے بے دریغ دولت خرچ کی گئی۔ ایک اندازے کے مطابق اس فوج میں ۳۰۰۰ سپاہی، ۳۰۰۰ اونٹ، ۲۰۰ گھوڑے اور ۷۰۰ ڈھالیں تھیں۔
اس فوج نے مکہ معظمہ سے کوچ کیا۔ یہاں تک کہ یہ ذی الحلیفہ اور وادیٔ قناۃ تک جبل احد کے جنوب اور جبل رماۃ کے مغرب میں پہنچ گئی۔ جبل رماۃ کو اس وقت جبل عینین کہا جاتا تھا۔
(* عینین وہ پہاڑ ہے جو وادیٔ قناۃ میں اس مقام کے جنوب میں واقع ہے جہاں حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تھے جنگ احد میں تیر انداز اسی پہاڑ پر کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے مشرقی سرے پر ایک مسجد تھی۔ یہ گول شکل کا پہاڑ ہے اور اس کا کے بعد سے یہ پہاڑ جبل الرمہ (تیر انداز) کے نام سے مشہور ہوا۔ اب یہ پہاڑ عمارتوں سے ڈھکا ہوا ہے۔
جبل عینین جسے جنگ احد کے بعد سے جبل الرمہ (تیر انداز) کے نام سے جانا جاتا ہے بعد میں اس پر عمارتیں تعمیر ہو گئیں۔ شمال میں جبل احد نظر آرہا ہے۔

مجلس شوریٰ اور قریش فوج کی جاسوسی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس ابن مطلبؓ نے قریش کی فوج، اسکی طاقت اور مدینہ منورہ کی طرف اس کے کوچ کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجی۔ آنحضرت ﷺ نے اس فوج کی نقل و حرکت کی نگرانی شروع کرادی اور جب یہ ذی الحلیفہ پہنچی تو انہوں نے فضالہؓ کے دو لڑکوں انس اور مونس کو اس فوج کے بارے میں مزید معلومات لانے کیلئے بھیجا۔ آنحضرت ﷺ نے الحباب ابن المنذر ابن الجموحؓ کو بھی بھیجا جو اس فوج کے بارے میں زیادہ تفصیلات لائے۔

Marfat.com

قریش کی فوج کی تفصیلات اور ساری ضروری معلومات جمع کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مشورے کیلئے جمع فرمایا کہ جنگ کی حکمت عملی کس طرح ترتیب دی جائے۔ خود آنحضرت ﷺ کی رائے مبارکہ تھی کہ مدینہ منورہ کے اندر رہ کر مضبوط دفاع کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا جائے جبکہ صحابہؓ کی اکثریت مدینہ منورہ سے باہر نکل کر حملہ آور دشمن کا مقابلہ کرنے کی حامی تھی۔ اور آنحضرت ﷺ نے اکثریت کی رائے کو قبول فرمالیا۔

جبل عینین جسے جنگ اُحد کے بعد سے جبل الرسہ (تیر انداز) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بعد میں اس پر عمارتیں تعمیر ہوگئیں۔ شمال میں جبل اُحد نظر آرہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کا لباس زیب تن فرمایا اور اس وقت صحابہؓ کو مدینہ منورہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کے اپنے مشورے پر پچھتاوہ ہوا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک پیغمبر جنگی لباس پہن لیتا ہے تو وہ اسے اس وقت تک نہیں اتارتا جب تک اللہ تعالیٰ اسکے اور اسکے دشمنوں کے درمیان کوئی فیصلہ صادر نہیں فرمادیتا۔

مدینہ منورہ کے اندر رہ کر دفاعی جنگ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عالی مشورہ صحابہ کرامؓ کے مشورے سے بہتر تھا۔ کیونکہ قریش کی فوج زیادہ دنوں تک شہر کا محاصرہ نہیں کرسکتی تھی۔ ان کی فوج میں اس تاخیر سے اختلافات پیدا ہوتے اور آخر کاران کے خیالات میں ہم آہنگی اور ثابت قدمی نہ رہتی۔ اگر وہ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کی کوشش کرتے تو شہر کے بارے میں پوری معلومات نہ ہونے کے باعث وہ نقصان اٹھاتے اور مسلمان انہیں شکست دیدیتے۔

مسلم فوج:

مسلم فوج ایک ہزار سپاہی، دو گھوڑے اور ۱۰۰ ڈھال پر مشتمل تھی۔ جب یہ فوج احد کیلئے مدینہ منورہ سے باہر

Marfat.com

نکلی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج میں کچھ اجنبی سپاہیوں کی ایک ٹکڑی کو دیکھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہیں اور عبداللہ ابن ابی کے حلیف ہیں۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین کے خلاف کبھی مشرکین کی مدد نہ لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں سے فرمایا کہ یا تو وہ اسلام قبول کر کے ان کا ساتھ دیں ورنہ مسلم فوج کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے جائیں۔ ان یہودیوں نے واپس جانا پسند کیا۔ ان کے رخصت ہوجانے کے بعد مسلم سپاہیوں کی تعداد گھٹ کر دو گھوڑوں اور ۱۰۰ ڈھال کے ساتھ ۷۰۰ رہ گئی۔

مسلم فوج نے پہاڑی درہ میں مورچہ جمایا جہاں جبل احد ان کی پشت پر، جبل الرمہ ان کی بائیں سمت اور مدینہ منورہ ان کے سامنے تھا۔

* (جبل احد مدینہ منورہ اور جبل الرمہ کے شمال میں واقع ہے یہ مدینہ منورہ سے چار، پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ ایک عظیم پہاڑ ہے اور اسکا رنگ ہلکا سرخ ہے۔ مشرق سے مغرب تک اس کی لمبائی ۹ اور دس کلومیٹر کے درمیان ہے۔ مسجد نبوی سے اس کا فاصلہ تین میل سے کچھ زیادہ ہے)

جبل الرمہ کے تیرانداز:

جنگ شروع ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیراندازوں کو جبل الرمہ کی چوٹی پر مورچہ سنبھالنے کا حکم فرمایا اور عبداللہ جبیر کو ان کا سردار مقرر فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ وہ وہاں عقب سے اپنی فوج کی نگرانی کریں اور کسی بھی صورتحال میں اپنی جگہ نہ چھوڑیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات عالی ان تیراندازوں کیلئے بہت سیدھے اور صاف تھے: "اگر تم ہماری فتح ہوتی دیکھو تو ہمارے ساتھ آکر نہ ملو اور اگر تم ہماری شکست ہوتی دیکھو تب بھی ہماری مدد کو نہ آو۔ ہرگز اپنی جگہ نہ چھوڑو چاہے ہمیں پرندے اٹھا کر لیجائیں"

آنحضرت ﷺ نے ان تیراندازوں کو یہ بھی ہدایت کی کہ وہ دشمن کے گھوڑوں کو اپنے تیروں کا نشانہ بنائیں کیونکہ گھوڑے تیروں سے بہت خوفزدہ ہوتے ہیں۔ ان کی تیراندازی مشرکین کے دو سو گھوڑوں کو مسلم فوج کے قریب آنے سے روک سکتی تھی۔

جنگ کا دن:

جمعرات کے دن مسلم فوج وادیٔ قناۃ پہنچی اور جمعہ کے دن احد کی طرف کوچ کیا۔ ہفتہ کے دن ۱۵ شوال ۳ ھ (۶۲۵ء) کو دونوں فوجوں میں جنگ شروع ہوگئی جو صرف ایک دن رہی۔

مسلمانوں نے بہت بہادری سے مقابلہ کیا اور دشمن کے ہر حملے کو ناکام بنادیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے جوابی حملہ کیا اور دشمن کے علمبردار سپاہیوں کو مار گرایا۔ قریش کی فوج کو زبردست ہزیمت اٹھانی پڑی اور مسلمانوں نے ان کے کیمپ پر قبضہ کرلیا۔ تب انہوں نے بھاگتے ہوئے دشمن کا تھوڑی دور تک تعاقب کیا اور جلدی واپس پلٹ آئے تاکہ کیمپ میں دشمن فوج کے چھوڑے ہوئے سامان پر قبضہ کرلیں۔

مسلمان قریش کے مقابلے میں بہت کم تھے اس کے باوجود صورتحال مکمل طور سے ان کے قابو میں تھی۔

Marfat.com

تیر اندازوں کی غلطی اور مسلمانوں کی شکست:

جب تیر اندازوں نے دیکھا کہ دشمن فوج کو شکست ہوگئی تو ان میں سے کچھ نے تجویز پیش کی کہ وہ لوگ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر نیچے پہنچیں اور بھاگی ہوئی فوج کا مال غنیمت سمیٹنے والوں میں شامل ہوجائیں۔ ان کے سردار عبداللہ جبیر اور دوسرے دس سپاہی اپنی جگہ چھوڑ کر جانے پر راضی نہ ہوئے اور باقی نیچے پہنچ گئے۔

یہ بڑی شدید اور مہلک غلطی تھی۔ دوسری غلطی مسلم فوج سے یہ ہوئی کہ انہوں نے پسپا فوج کا کافی دور تک پیچھا نہیں کیا۔ حالانکہ قریش فوج کے صرف ۲۲ سپاہی مارے گئے تھے۔ مگر انہیں پسپا ہونے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔

خالد ابن ولید اور عکرمہ ابن ابوجہل گھوڑ سوار دستے کے کمانڈر تھے۔ یہ دستہ مسلم تیر اندازوں کی زد میں ہونے کی وجہ سے جنگ میں حصہ نہیں لے سکا تھا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر نیچے چلے گئے اور صرف دس تیر انداز باقی رہ گئے ہیں۔ تو انہوں نے چوٹی پر چڑھکر ان پر حملہ کردیا اور دسوں سپاہیوں کو مع ان کے سردار عبداللہ جبیر کے شہید کردیا۔

اس کے بعد انہوں نے مسلم فوج پر پیچھے سے حملہ کیا اور انہیں تلواروں و نیزوں سے شہید کرنا شروع کردیا۔ انہوں نے یہ افواہ بھی اڑادی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کردیا ہے۔

خالد ابن ولید نے اپنے بھاگے ہوئے سپاہیوں کو واپس بلایا تا کہ وہ مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیں۔ خالد اور عکرمہ کے گھوڑسواروں نے مسلمانوں پر مشرق سے اور دوسروں نے جنوب اور مغرب سے حملہ کردیا۔ مسلم فوج بے ترتیب ہو کر تتر بتر ہوگئی اور شکست خوردہ ہو کر چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں ادھر ادھر بکھر گئی۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کچھ ساتھی بہت جوانمردی اور استقلال سے دشمن کے مقابل جمے ہوئے تھے حالانکہ ان پر چاروں طرف سے سخت حملہ ہورہا تھا۔

دشمنوں کی طرف سے برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ اڑائی جارہی تھی۔ اس افواہ اور اپنی ناقابل یقین شکست سے بددل ہو کر کچھ مسلمان پراگندہ ذہنی کے عالم میں مدینہ منورہ کیطرف روانہ ہوگئے۔ کچھ پہاڑ کی طرف بھاگے اور کچھ نے ہتھیار ڈالنے کا ارادہ کرلیا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چوتھی ٹکڑی بہادری اور استقلال کے ساتھ آخری سانسوں تک لڑنے کا تہیہ کئے ہوئے تھی۔ جنگ، جبل الرمہ، قریش کے کیمپ اور مسلم کیمپ تک جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقابلہ فرما رہے تھے، پھیل چکی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت اور استقلال:

جب مسلمان اس افراتفری اور مصیبت سے دوچار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جبل الرمہ کے شمال جنوب والے درے میں مصروف جنگ تھے۔ آنحضرت ﷺ کے بہت سے ساتھیوں نے (معاذ اللہ) ساتھ چھوڑ دیا تھا اور دشمن اس صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے حملے کا سارا زور ﷺ کی طرف لگائے ہوئے تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ ایک پہاڑ کی مانند ثابت قدم تھے آپ تمام پیغمبروں کی طرح استقلال، بہادری اور ثابت قدمی کا مجسمہ تھے۔ آپ کا عزم غیر متزلزل تھا اور آپ دشمن کے حملوں سے خوفزدہ نہ ہو کر دنداں شکن جواب دے رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے تیر چلا رہے تھے کہ اچانک آپ کی کمان ٹوٹ گئی۔ آپ کے چہرۂ مبارک اور سر مبارک پر زخم آئے۔ آپ کا ہونٹ مبارک کٹ گیا اور سامنے کے چار دندان مبارک شہید گئے۔ آنحضرت ﷺ کا چہرۂ مبارک خون میں نہایا ہوا تھا اور مقدس نگاہ دھندلا گئی تھی۔

Marfat.com

اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر گئے اور آپ کے گھٹنے بھی زخمی ہوگئے آنحضرت ﷺ کچھ دیر کیلئے بیہوش بھی ہوگئے۔

انصار جو رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے ایک کے بعد ایک شہید ہوتے گئے۔ وہ اپنی زندگیاں قربان کر کے پیغمبر اسلام ﷺ کو بچا رہے تھے، اس طرح کہ جب آپ کا ایک محافظ شہید ہوجاتا تو دوسرا فوراً اس کی جگہ لے لیتا۔ اس وقت انصار میں سے ۱۱ سپاہی شہید ہوئے۔

اس کاری ضرب کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل ہراساں نہ تھے آپ اسی عقلمندی، بہادری اور مضبوط عزم کے ساتھ مسلمانوں کو جنگی ہدایتیں فرماتے رہے تھے۔

اس نازک اور پریشان کن صورتحال میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھیان تھا کہ آپ کے کچھ ساتھی کتنی بہادری سے لڑ رہے ہیں۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ سعد ابن ابی وقاصؓ کس بہادری سے دشمن کو اپنے تیروں کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی دیکھا کہ ایک عظیم بہادر انصار عورت نصیبہ کس طرح اپنی تلوار سے آپ کی حفاظت کر رہی ہے۔ بعد میں اس بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا" جب بھی احد کے دن میں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی نصیبہ کو بہت بہادری سے لڑتے ہوئے اپنی حفاظت کرتے دیکھا" گویا جنگ کے دوران اس عالم میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں ہر چیز کا معائنہ فرمارہی تھیں۔

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پکارا" میرے پاس آؤ، میں تمہارا رسول ہوں!" تب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ رسول اکرم ﷺ شہید نہیں ہوئے، زندہ ہیں اور تب وہ قریش کی تلواروں، نیزوں اور تیروں کی بوچھار میں بھی بھاگ کر آپ کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو چاروں طرف سے گھیر کر آپ کے گرد انسانی جسموں کی دیوار کھڑی کردی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت فرمائی کہ اس وقت اس مصیبت سے بچنے کی ترکیب یہی ہے کہ جبل احد کے اونچے مقام پر پناہ لی جائے پس آپ نے اپنی فوج کو پسپا ہونے کا حکم فرمایا اور وہ سب پہاڑ کی اونچی چوٹی پر پہنچ گئے۔

یہ حکمت عملی اپنانے سے مسلمان شمال، مشرق اور مغرب تین اطراف سے محفوظ ہوگئے۔ اب قریش ان پر صرف جنوب کی طرف سے حملہ کرسکتے تھے۔ قریش نے ان کی نئی پناہ گاہ (معتصم) پر جنوب سے اپنا حملہ جاری رکھا۔ لیکن اب مسلمان تین اطراف سے محفوظ ہو کر نہ صرف قریش سے اپنا دفاع کر رہے تھے بلکہ انہیں پسپائی پر مجبور کر رہے تھے۔

پناہ گاہ (معتصم) جبل احد پر ایک اونچا مقام ہے جسے مدینہ منورہ کے لوگ المھاریس کہتے ہیں۔

قریش اس صورتحال پر جھنجلا گئے اور اپنی ناکامی کا غصہ اس طرح اتارا کہ مسلم شہداء کی لاشوں کو مزید کاٹ چھانٹ کر مسخ کرتے ہوئے اپنی حرکت سے مطمئین ہو کر مکہ معظمہ لوٹ گئے۔

مسلمانوں نے اپنے مردوں کو دفن کیا اور مدینہ منورہ واپس لوٹ گئے۔ تقریباً ۷۰ مسلمان جن میں حضرت حمزہؓ بھی شامل تھے، شہید ہوئے اور ۱۵۰ زخمی ہوئے۔ شہید ہونے والوں میں ۶۴ مدینہ منورہ کے انصار تھے۔ قریش کے صرف ۲۲ آدمی کام آئے۔

حضرت حمزہؓ کی جائے شہادت:

جابر ابن معطم القرشی نے اپنے غلام وحشی سے کہا کہ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کو جنہوں نے اس کے چچا کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا۔ شہید کردے تو اس کا انتقام پورا ہوجائے گا اور وہ اسے آزاد کردے

Marfat.com

گا۔

وحشی ایک ماہر نیزہ باز تھا۔ اس کا قریش کی فوج میں شمولیت کا واحد مقصد حضرت حمزہؓ کو شہید کرنا تھا تاکہ وہ آزادی حاصل کر سکے۔ وہ جنگ کے دوران برابر حضرت حمزہؓ کا تعاقب کرتا رہا یہاں تک کہ اس کو موقع مل گیا اور اپنے نیزے سے سیدھا ان کے سینے کو نشانہ بنادیا۔ بعد میں وحشی نے بتایا کہ اس نے کس طرح حضرت حمزہؓ کو شہید کیا۔ اس نے بتایا کہ میں ایک چٹان کے پیچھے چھپ گیا اور جب حمزہؓ قریب آئے تو میں نے اپنا نیزہ ان پر پھینک مارا جو ان کے سینے میں پار ہو کر پشت کی طرف نکل گیا"۔

حضرت حمزہؓ جنگ کے پہلے دور میں شہید ہوئے تھے جس وقت مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تھی۔

مدینہ منورہ کے کچھ لوگ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ حضرت حمزہؓ پر جہاں حملہ ہوا اور وہ شہید ہوئے وہ جگہ تھی جہاں آج کل جبل الرمہ کے مشرق میں ایک مسجد ہے دوسروں کا خیال تھا کہ موجودہ مسجد کی جگہ ان پر حملہ ہوا تھا لیکن انتقال اس جگہ ہوا جہاں آج جبل الرمہ کے مشرق میں ایک عمارت ہے۔ بہرحال یہ کمزور دلائل ہیں اور ان کی حمایت میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

بہت سے مورخین نے یہ سمجھنے میں بھی غلطی کی ہے کہ جنگ احد جبل الرمہ کے مشرق میں لڑی گئی تھی۔ جب ایک مشہور مصری عالم محمد حسین ہیکل احد پہنچے تو ان کو سیر کرانے والے گائیڈ احمد عبدالغفار عطار (جن کا شمار اب ذی علم سعودی لوگوں میں ہوتا ہے) کے کچھ ثبوت دکھانے کے باوجود وہ بھی اسی خیال سے اتفاق رکھتے تھے کہ جنگ احد جبل الرمہ کے مشرق میں ہی لڑی گئی تھی لیکن جب ہیکل نے اپنی کتاب "فی منزل الوحی" لکھی تو اپنی اس غلطی کو درست کرلیا اور لکھا کہ جنگ احد، جبل الرمہ کے مغرب میں لڑی گئی تھی۔ انہیں غالباً ابن سعد کی کتاب پڑھنے کے بعد اپنی غلطی کا احساس ہوا جو جنگ احد پر لکھی گئی ایک مستند و معتبر کتاب ہے۔ ابن سعد نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک احد کی طرف اور رخ مبارک مدینہ منورہ کی طرف تھا۔ اور جبل الرمہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کو مقرر فرمایا تھا بائیں طرف تھی اور یہ بات اتفاق رائے سے صحیح تسلیم کی جاتی ہے۔

احد کا پہلا میدان جنگ۔ حضرت حمزہؓ کی جائے شہادت:

احد کا پہلا میدان جنگ جہاں حضرت حمزہؓ کی شہادت ہوئی جبل الرمہ کے مغرب میں واقع ہے۔ اس بات کی حمایت میں درج ذیل ثبوت پیش کیے جاسکتے ہیں۔

۱۔ ابن سعد کی کتاب جو تاریخی حوالوں کیلئے ایک معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے۔

۲۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت فرمائی تھی کہ وہ اس جنگ کے شہدا کو اسی جگہ دفن کریں جہاں وہ شہید ہوئے تھے۔ اگر وہ جبل الرمہ کے مشرق میں اس جگہ شہید ہوئے ہوتے جہاں آج مذکورہ بالا مسجد ہے تو وہ وہاں ہی دفن ہوئے ہوتے۔

۳۔ جنگ جبل الرمہ کے مغرب میں شروع ہوئی تھی اور مع حضرت حمزہؓ کے تمام شہید وہیں دفن ہوئے۔ السمہودی کے بقول وہاں زیارت کیلئے آنے والوں کو چاہیئے کہ وہ شہداء پر سلام بھیجنے کیلئے حضرت حمزہؓ کی قبر یا اس کے شمال مغرب کی سمت ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھیں۔

۴۔ میدان جنگ جبل الرمہ کے مشرق میں اس وقت منتقل ہوا جب مسلمانوں کو شکست ہو گئی تھی۔

Marfat.com

یہ تمام حقائق بتاتے ہیں کہ پہلا میدان جنگ جبل الرمہ کے مغرب میں تھا اور حضرت حمزہؓ وہیں شہید ہوئے تھے۔

جنگ احد کے پانچ میدان:

جنگ احد سلسلے وار پانچ مقامات پر لڑی گئی۔ پہلا مقام وادی قبا میں جبل الرمہ کے مغرب میں مسلمانوں اور قریش

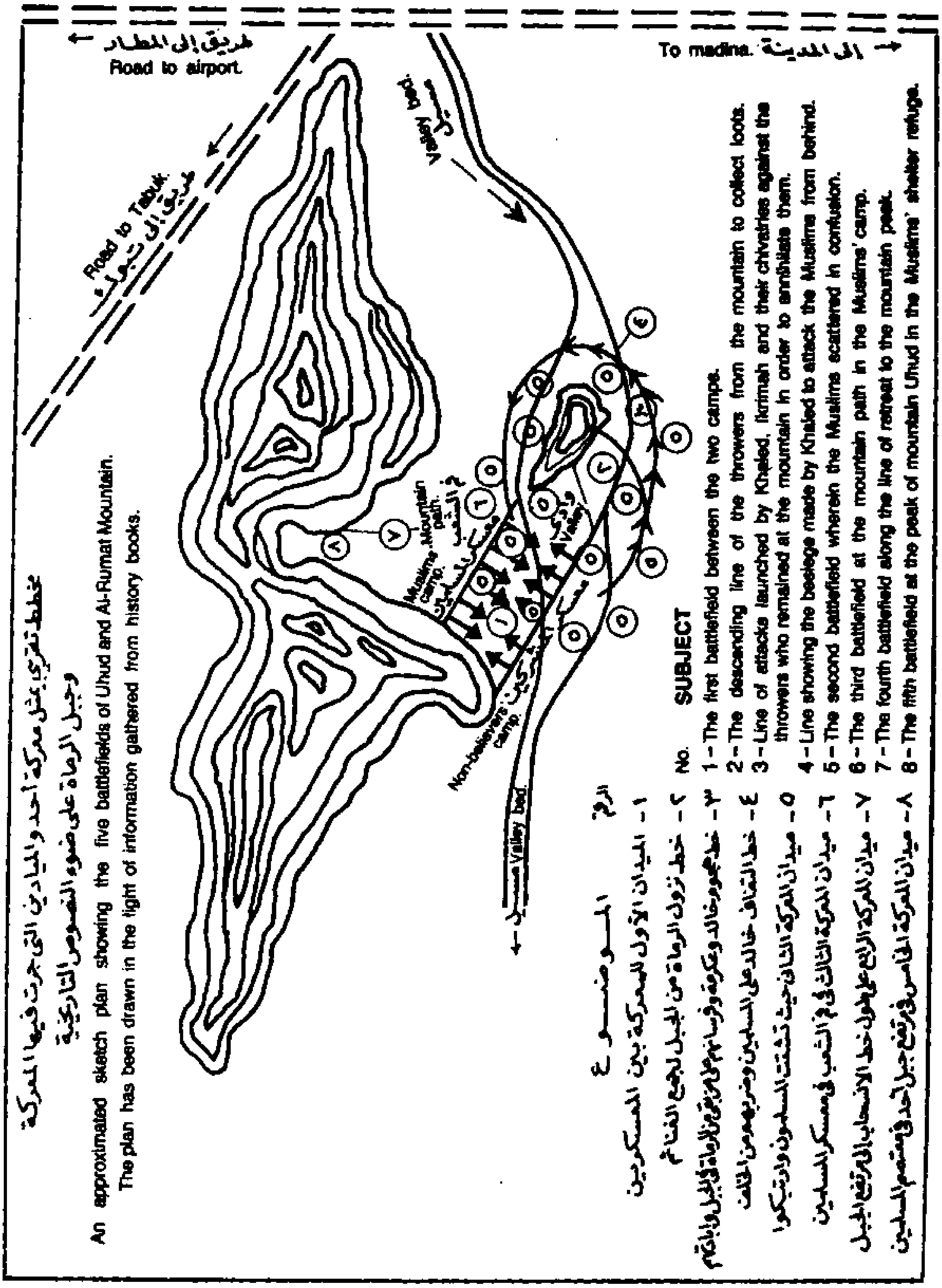

تاریخی کتب کے حوالوں کو ذہن میں رکھکر جنگ اُحد کے پانچ میدانوں کا بنایا ہوا خیالی خاکہ

Marfat.com

کے فوجی کیمپوں کے بیچ کا میدان تھا۔

دوسرا مقام اسی علاقے میں قریش کا فوجی کیمپ تھا جہاں خالد ابن ولید نے مسلمانوں پر اس وقت حملہ کیا جب وہ قریش کی پسپا فوج کا سامان لوٹنے میں مصروف تھے۔

تیسرا مقام پہاڑی درے کے اس دہانے پر تھا جہاں مسلمانوں کا کیمپ تھا اور جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی بہادری اور ثابت قدمی سے دشمن کے زبردست حملے کا مقابلہ فرمارہے تھے۔

چوتھا مقام مسلمانوں کے کیمپ اور جبل احد کی پناہ گاہ کے درمیان وہ جگہ تھی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق مسلمان پسپا ہورہے تھے۔ مسلمانوں کے پسپا ہو کر پناہ گاہ تک پہنچنے کی کوشش کے دوران بھی جنگ جاری رہی تھی۔

پانچواں مقام جبل احد کی پناہ گاہ (معتصم) تھی جہاں مسلمانوں نے تین اطراف، مشرق، مغرب اور شمال سے اپنے آپکو محفوظ کرلیا تھا۔

مسلمانوں کی عزت وسطوت کی بحالی:

حضرت محمد ﷺ مدینہ منورہ اور باہر کے مشرکین کو یہ جتانا چاہتے تھے کہ جنگ احد کے بعد بھی مسلمانوں کی فوجی اور روحانی طاقت جوں کی توں محفوظ ہے اور یہ کہ مسلم فوج کبھی شکست سے دوچار نہ ہوتی اگر جبل الرمہ کے تیر انداز آنحضرت ﷺ کی حکم عدولی کرنے کی غلطی نہ کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں شریک اپنے سارے ساتھیوں کو جمع فرمایا اور دوسرے ہی دن اتوار ۱۶ شوال ۳ھ (۶۲۵ء) کو مکہ معظمہ کی طرف واپس جاتی قریش کی فوج کا تعاقب شروع کردیا۔

جب مسلم فوج مدینہ منورہ سے آٹھ کلومیٹر دور حمرا الاسد تک پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ قریش نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ واپس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کو شہید کرنے کا منصوبہ بنارہے ہیں۔ یہ خبر پاکر آنحضرت ﷺ نے اسی مقام پر ٹھہر کر دشمن سے مقابلہ کرنیکے لئے اپنی فوج کو تیار فرمالیا۔ آپ نے تین دن تک اس مقام پر ٹھہر کر قریش کے پہنچنے کا انتظار فرمایا۔ لیکن جب وہ نہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ یہ خبر پہنچا کر قریش نے چال چلی تاکہ مسلمانوں کو اپنے تعاقب سے باز رکھ سکیں۔ اور انہیں تیزی سے مکہ معظمہ پہنچنے کی مہلت مل جائے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہوگیا کہ قریش مکہ معظمہ پہنچ گئے ہونگے اور اب تعاقب بیکار ہے تو آپ اپنے ساتھیوں کو لیکر واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

اس بہادری، مصمم ارادے، دانشمندی اور بہترین حکمت عملی کے مظاہرے نے مسلمانوں کی عزت وسطوت کو بحال کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست اور بہادری نے اس شکست کو ایک طرح سے فتح میں تبدیل کردیا۔ فتح کی پہلی علامت اس وقت ظاہر ہوئی جب قریش جبل احد پر مسلمانوں کی پناہ گاہ تک نہ پہنچ سکے۔ دوسری علامت ان کا وہ خوف تھا جب مسلمانوں نے جنگ کے دوسرے ہی دن ان کا تعاقب شروع کردیا اور وہ مکہ معظمہ کی طرف بھاگ گئے۔

معرکۂ احد سے عبرت ودرس:

۱۔ اکثریت کی غلط رائے کو مان لینا غلط ہے (مجلس شوریٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضی کے

Marfat.com

خلاف صحابہؓ کی اکثریت کی رائے تسلیم فرمائی تھی)۔
۲۔ مشرکین کے خلاف مشرکین کی مدد نہیں لینی چاہیئے۔
۳۔ فوج کو کسی حالت میں اپنے سردار کی حکم عدولی نہیں کرنی چاہیئے۔
۴۔ عقلمند سردار، اسکی بہترین تیار کردہ فوج اور جنگی اعتبار سے اہم مورچہ کی جگہ فتح کیلئے لازمی جزو ہیں۔
۵۔ ضرورت کے وقت عورتیں بھی ہتھیار اٹھا کر جنگ میں شریک ہوسکتی ہیں (یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے ظاہر ہے کہ جب انصار کی ایک خاتون نصیبہ نے جنگ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شرکت کی تو آپ نے ان کو اس جرأتمندانہ ارادے سے باز نہیں رکھا بلکہ ان کے حوصلے کو سراہا۔
۶۔ تیر اندازوں سے ان کی حکم عدولی کیلئے مقدمے میں جواب طلبی نہیں کی گئی۔ کیونکہ وہ تمام یا ان کی اکثریت اس جنگ میں شہید ہوگئی تھی۔ اس وقت مسلمانوں میں یہ رواج تھا کہ اس سے پہلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جواب طلب فرمائیں وہ اپنی غلطیوں کے لئے خود ہی اپنے آپکو سزا دے لیتے تھے۔ اس کا مظاہرہ ابولبابہ ابن المنذر الانصاری نے کیا تھا جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کی جنگ میں حصہ نہ لیکر یا بنی قریظہ کے یہودیوں کا حلیف بننے کی وجہ سے خود کو مجرم گردان کر مسجد نبوی کے ستون سے اپنے آپکو باندھ لیا تھا۔ اور اسطرح خود ہی اپنی سزا تجویز کی تھی (اس وقعہ کا ذکر کتاب کے دوسرے باب میں موجود ہے)

Marfat.com

Marfat.com

باب نہم

معرکۂ الاحزاب - معرکۂ خندق

Marfat.com

Marfat.com

بئر معونہ:

مؤرخ ابن سعد نے اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں معونہ کنوئیں کا المیہ اس طرح بیان کیا ہے:-

۱۔ انہوں نے لکھا ہے کہ عامر ابن مالک ابن جعفر ابو براء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور جب اس سے اسلام قبول کرنے کو کہا گیا تو وہ راضی نہ ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے کچھ صحابیوں کو اس کے ساتھ اس کے قبیلے میں بھیج دیں تاکہ وہ ان لوگوں میں رہ کر تبلیغ کریں اور وہ لوگ راہ راست پر آکر اسلام قبول کرلیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نجد کے لوگوں سے خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان آدمیوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ابو براء نے کہا کہ وہ ان مسلمانوں کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المنذر ابن عمر الساعدی کی قیادت میں ۷۰ ایسے مسلمانوں کو اس کے ساتھ بھیجا جو مشرکین کو قران پڑھا کر اس کا مطلب اچھی طرح سمجھاسکتے تھے۔ جب یہ لوگ معونہ کنوئیں کے پاس پہنچے جو بنی سلیم کی ملکیت تھا تو وہاں گھات میں بیٹھے عامر ابن طفیل اور اس کے آدمیوں نے ان پر حملہ کرکے سوائے عمر ابن امیہ الضمری کے، سبکو شہید کردیا۔ ابن طفیل نے ابن امیہ کی پیشانی کی طرف کے بال کاٹ کر ان کی زندگی بخش دی۔

ایک دوسری روایت کے مطابق رعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان قبیلوں کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے اپنے قبیلوں میں اسلام پھیلانے کی درخواست کی تو آنحضرت ﷺ نے ان کے ساتھ وہ ۷۰ صحابیؓ بھیجے جنہیں شہید کردیا گیا۔ جب ان کی شہادت کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ نے فرمایا کہ یہ حرکت ابو براء کی ہے اور آپ پہلے ہی صحابہؓ کو وہاں بھیجنا پسند نہ فرمارہے تھے تب آنحضرت ﷺ نے اللہ سے دعا فرمائی کہ ان قاتلوں کو ان کے کئے کی سزا ملے۔

عمر ابن امیہ الضمری جب مدینہ منورہ کو واپس لوٹ رہے تھے تو انہیں راستے میں بنی کلب قبیلے کے دو آدمی ملے جنہیں رسول اللہ ﷺ امان عطا فرما چکے تھے۔ اس بات سے لاعلم ابن امیہ نے ان دونوں آدمیوں کو قتل کردیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے یہ بے حد نازیبا کام کیاہے اور انہیں اس کا قصاص دینا پڑے گا۔ تب آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کا خوں بہا ادا فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ ہجرت کے چوتھے سال ۶۲۶ء میں ذی القعد کے مہینے میں پیش آیا تھا۔

۲۔ بنی النضیر کے ساتھ جنگ کا حال لکھتے ہوئے ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ ماہ ربیع الاول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی النضیر کے قبیلے میں تشریف لے گئے اور ان سے بنی کلب کے دو مقتولوں کا خوں بہا ادا کرنے کے لئے مدد چاہی۔ انہوں نے بظاہر مدد کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا لیکن بباطن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک پتھریلی چٹان گراکر آپ کو (معاذ اللہ) شہید کرنے کا منصوبہ بنایا جب آپ بنی النضیر کے مکان کی ایک دیوار کا سہارا لئے تشریف فرما تھے۔

ان میں سے ایک شخص سلامہ ابن مشکم نے ان لوگوں کو ان کے اس ارادے سے باز رکھنا چاہا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے ان کی اس حرکت کا علم ہوجائے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں اور بنی النضیر کے درمیان صلح کا معاہدہ منسوخ ہوجائے گا۔

واقعی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس سازش سے بروقت خبردار کردیا۔ آنحضرت ﷺ نے فوراً وہ جگہ چھوڑدی اور اپنے ساتھ صحابہؓ کو لے کر واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ آپ نے صحابہؓ کو بنی النضیر کے

Marfat.com

یہودیوں کی اس سازش سے متعلق آگاہ فرمایا۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم فرمایا۔ اس دغابازی کے بعد انہیں وہاں مسلمانوں کے ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی تھی۔

لیکن ابن ابیؔ نے یہودیوں سے آنحضرت ﷺ کی حکم عدولی کرنے کو کہا اور ان سے کہا کہ انہیں اپنی اکثریت والے علاقوں میں مستحکم حفاظتی انتظام کے ساتھ رہنا چاہیے۔ اس نے ان کی حفاظت کے لئے ۲۰۰۰ آدمیوں کی فوج بھیجنے کا وعدہ کیا اور یہ بھی یقین دلایا کہ قریظہ قبیلے اور اس کے حلیف غطفان قبیلے کے لوگ بھی ان کی مدد کو پہنچیں گے۔

بنی النضیر قبیلے کے سردار حیؔ ابن اخطب نے جو اپنے ذاتی مفاد کے لئے اس صورت حال سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا کہ وہ مدینہ منورہ نہیں چھوڑیں گے اور ان سے جو بن سکے وہ کرلیں۔ تب آنحضرت ﷺ نے بنی النضیر کا محاصرہ کرنے کا حکم فرمایا اور مسلمانوں نے ان کو چاروں طرف سے پندرہ دن تک اپنے حصار میں بند رکھا۔ بنی قریظہ اور غطفان کے لوگوں نے وعدہ شکنی کرکے کنارہ کشی اختیار کی اور یہودی اس طویل محاصرے سے پریشان ہوگئے تو وہ اطاعت قبول کرکے مدینہ منورہ چھوڑنے پر راضی ہوگئے۔ ان کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے ہتھیار وہاں چھوڑ کر اپنا باقی سارا سامان ساتھ لے جاسکتے ہیں۔ پس یہودیوں نے ۶۰۰ اونٹوں پر اپنا سارا سازوسامان لاد کر خیبر اور اذرعات کی طرف کوچ کردیا۔

معرکہ الخندق والاحزاب (اتحاد)

مدینہ منورہ سے نکلنے کے بعد بنی النضیر کے یہودی حیؔ ابن اخطب اور دوسرے لیڈروں کی رہنمائی میں مستقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف سازش میں مصروف رہے۔ نفرت، تعصب اور دشمنی سے آلودہ یہودیوں کے ذہن برابر اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے ناپاک منصوبے بناتے رہے لیکن ان کا یہ خیال خوش فہمی سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ انہوں نے قریش، غطفان اور دوسرے قبیلوں سے رابطہ قائم کرکے انہیں مدینہ منورہ پر حملہ کرکے اس نئے دین کو مٹا ڈالنے پر اکسایا تاکہ ان کا کھویا ہوا اثر بحال ہوجائے۔

اتحادیوں کی فوج:

یہودیوں نے قریش، غطفان، بنی اسد، بنی سلیم، فزارہ، اشجع، مرہ اور دوسرے کئی قبیلوں سے گٹھ جوڑ کرلیا۔ انہوں نے بنی قریظہ کے یہودیوں کو بھی سمجھا بجھا کر اتحادیوں میں شامل کرلیا۔ اتحادیوں نے دس ہزار فوج جمع کرلی جو پوری طرح ہتھیاروں سے لیس تھی، جسے کمک مل سکتی تھی اور جسے اپنی زبردست طاقت پر اعتماد تھا۔ دس ہزار کی یہ تعداد بنی قریظہ کے آدمیوں کے علاوہ تھی۔ صرف قریش کی تعداد چار ہزار سپاہی، ۳۰۰ گھوڑے اور ۱۵۰۰ اونٹ تھی۔ اس فوج کا سردار ابوسفیان ابن حرب تھا۔ غطفان فوج میں چار کمانڈر بنام عینہ بن حصن الفزاری، الحارث ابن عوف المری، مسعر ابن رخیلہ ابن نویرہ الاشجعی اور طلیحہ ابن خویلد الاسدی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے عزم میں قریش ان کے ہمنوا اس لئے بنے کہ ان کا نصب العین بھی یہی تھا۔

یہودیوں کی جنگ:

اتحادیوں کو جمع کرنے میں جو کردار یہودیوں نے ادا کیا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ دراصل یہودیوں کی جنگ

Marfat.com

تھی حالانکہ یہ قریش اور غطفان نے لڑی تھی۔ اس کا تعلق معونہ کنوئیں والے المیے اور بنی النضیر کی جنگ سے تھا۔ یہ بنی النضیر کے سردار ہی تھے جنھوں نے مدینہ منورہ سے نکالے جانے پر ان سب کو اس جنگ کے لئے اکسایا تھا۔

اتحادیوں کی نقل و حرکت کی خبریں:

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اتحادی فوج کی نقل و حرکت کی خبریں برابر مل رہی تھیں۔ جب آپ تک یہ خبر پہنچی کہ اسلام دشمن اتحادی مدینہ منورہ پر حملے کا منصوبہ بنا رہے ہیں تو آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو بلایا اور ان سے مشورہ طلب فرمایا کہ اس صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے کیا اقدام کرنے چاہئیں۔ سلمان فارسیؓ نے تجویز پیش کی کہ مدینہ منورہ کے چاروں طرف ایک خندق کھودی جائے اور اس تجویز کو اتفاق رائے سے منظور کرلیا گیا۔

خندق اور اس کا مقام:

مسلمانوں نے سر جوڑ کر سوچا کہ مشرکین، مدینہ منورہ میں کس سمت سے داخل ہوسکتے ہیں۔ شہر کی شمالی سمت ہی ایسی تھی جو کھلی ہوئی اور غیر محفوظ تھی۔ مشرق، مغرب اور جنوب میں پتھریلی پہاڑیاں تھیں اور یہاں رہائشی علاقے کھجور کے درختوں سے گھرے ہوئے تھے۔ جو قدرتی قلعہ بندی کا کام دے رہے تھے۔ اس لئے خندق شمالی سمت میں کھولی گئی جدھر سے دشمن کے حملے کا قوی امکان تھا۔

خندق کھودنے کا نقشہ تیار کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لوگوں کو تین جتھوں میں تقسیم فرمایا۔ ہر ٹکڑی میں دس آدمی تھے اور خندق کھودنے کے لئے ہر ٹکڑی کی حد مقرر کردی گئی تھی کہ کہاں سے کہاں تک کون سی ٹکڑی کھودے گی۔ مہاجرین نے راتج نامی جگہ سے ذباب نامی جگہ تک کھودنا شروع کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اسی حصے میں قیام فرمایا۔ انصار نے ذباب سے جبل بنی عبید تک کھودنا شروع کیا۔ آنحضرت ﷺ خود کھودنے والوں میں شامل تھے۔ آپ کا جسم مبارک خاک اور دھول سے اٹا ہوا تھا۔ ایک جگہ مسلمانوں کو ایک بھاری چٹان ہٹانے میں دشواری ہوئی، جو کھدائی میں مانع تھی اور اس کا ٹوٹنا مشکل تھا۔ انھوں نے سلمان فارسی سے کہا کہ وہ اس رکاوٹ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاکر بتائیں اور آپ سے ہدایت لائیں۔ آنحضرت ﷺ اس جگہ تشریف لائے اور اپنے مبارک ہاتھوں میں کدال پکڑ کر تین بار اس چٹان پر ضرب لگائی تو چٹان ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ ہر بار جب آنحضرت ﷺ چٹان پر چوٹ مارتے تھے اس میں سے شعلہ نکلتا تھا۔ پہلے شعلے پر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھے سلطنت روم کی کنجیاں دی گئی ہیں اور خدا کی قسم اس وقت شام کے سرخ محلات میری نظر کے سامنے ہیں۔ دوسری ضرب پر پھر شعلہ نکلا تو آپ نے فرمایا کہ ملک فارس مجھے دیا گیا ہے اور مدائن کے سفید محل نظر آرہے ہیں۔ تیسری ضرب پر پھر شعلہ نکلا اور آپ نے فرمایا مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ فرشتہ جبریل علیہ السلام نے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ امت اسلامی ان سلطنتوں کو فتح کرے گی۔ خندق کے کھودنے میں چھ دن لگے۔ کچھ مؤرخین نے اس کا عرصہ چھ دن سے زیادہ بتایا ہے۔ بہرحال یہ ظاہر ہے کہ اتحادیوں کے مدینہ منورہ کی حدود تک پہنچنے سے پہلے یہ خندق مکمل ہوچکی تھی۔

خندق کی گہرائی، لمبائی اور چوڑائی:

مجھے (راقم الحروف کو) خندق کی بالکل صحیح لمبائی، چوڑائی اور گہرائی کی معلومات حاصل نہ ہوسکیں لیکن محمد احمد باشمیل نے اپنی کتاب "غزوۃ الاحزاب" (پہلا ایڈیشن ۱۹۶۸ء) میں اندازے کے مطابق خندق کی لمبائی ۵۰۷۵ء۳ کلومیٹر،

Marfat.com

چوڑائی ۶.۷۵ میٹر اور گہرائی ۵.۲۵ میٹر بتائی ہے۔ یہ خندق اتحادیوں کو شہر میں داخلے سے روکنے کے لئے بنائی گئی تھی تا کہ ان کے گھوڑے اسے پار نہ کرسکیں اور جنگ میں انہیں فوقیت حاصل نہ ہوسکے۔

مسلم فوج:

سیرت نبی ﷺ پر لکھی گئی اسلامی تاریخ کی کتابوں میں اس فوج کی تعداد تین ہزار بتائی گئی ہے۔ کچھ مورخین اس کی تعداد ۹۰۰ بتاتے ہیں۔ مسلم فوج نے اپنا کیمپ جبل سلع کے شمال میں لگایا تھا جہاں ان کے اور دشمن کے درمیان خندق حائل تھی۔

اتحادیوں کا کیمپ:

قریش اور ان کے حلیفوں نے مجمع الاسیال نامی مقام پر اپنا کیمپ لگایا تھا جو آج البرکہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ غطفان جبل احد کے مغرب میں اپنا پڑاوَ ڈالے ہوئے تھے۔

جنگ کی شروعات:

تیر اندازوں نے کمانوں میں تیر اور پتھر رکھ کر تیروں اور پتھروں کی بوچھار کی اور جنگ شروع ہوگئی۔ مسلمانوں کے دفاع کو توڑنے کے لئے مشرکین نے ایک کمزور اور نسبتاً کم حفاظتی رخنہ خندق میں تلاش کرلیا اور ان کے کچھ آدمی وہاں سے مسلمانوں کی طرف داخل ہوگئے۔ داخل ہونے والے عمر ابن عبدود العامری، عکرمہ ابن ابوجہل، ضرار ابن الخطاب، ھبیرہ ابن ابووھب اور نوفل ابن عبداللہ تھے۔ انہیں فوراً حضرت علی ابن ابی طالبؓ اور دوسرے صحابہؓ نے للکار کر روکا اور تلواروں کی لڑائی شروع ہوگئی۔ حضرت علیؓ نے عمر کو قتل کیا اور زبیر ابن العوامؓ نے نوفل کو مارا جو خندق میں جاپڑا۔ باقی پلٹ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

بنی قریظہ کی دغابازی:

یہودیوں کے شرارتی اور فتنہ انگیز سردار حیَی ابن اخطب نے بنی قریظہ کے یہودیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کا معاہدہ توڑنے اور اتحادیوں میں شامل ہونے کے لئے راضی کرلیا تھا۔ مسلمانوں کو اتحادیوں کی فوج کے علاوہ یہودیوں کی سازش کا سامنا بھی کرنا پڑا جو اب بھی مدینہ منورہ میں رہ رہے تھے۔ قبیلہ قریظہ پر آنحضرت ﷺ نے بہت سے احسانات فرمائے تھے۔ حتٰی کہ دوسرے یہودیوں کو مدینہ منورہ سے نکالتے وقت بھی ان کو مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت تھی۔

مسلمانوں کے لئے صورت حال بہت نازک ہوگئی۔ "آنکھیں دھندلا گئیں اور دل جیسے اچھل کر حلق میں آ لگے"۔ تب مسلمانوں نے اپنی فوج کو دوبارہ ترتیب دیا۔ آنحضرت ﷺ نے پانچسو آدمیوں کی دو ٹکڑیوں کو شہر کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔ باقی فوج خندق کی حفاظت کے لئے رہ گئی۔ شہر میں عورتوں اور بچوں کو ایک محفوظ مقام پر جمع کردیا گیا۔

جنگ زور شور سے جاری تھی۔ کفار کا حملہ زبردست تھا مگر مسلمان ہر جگہ مستعدی اور بہادری سے اپنا دفاع کر رہے تھے۔ تب مسلمانوں کا حوصلہ پست کرنے کے لئے کفار نے مختلف قسم کی افواہیں پھیلانی شروع کردیں اور اپنے سب سے مضبوط رسالے کو خالد ابن ولید کی قیادت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لڑنے کو بھیجا۔ اس دن لڑائی دن بھر جاری رہی یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمان ظہر، عصر، مغرب

Marfat.com

اور عشاء کی نمازیں ادا نہ کر سکے۔
جنگ میں مسلمانوں کے بے مثال استقلال اور جوانمردی کا قرآن پاک میں اس طرح بیان ہے۔
"یاد کرو جب دشمن بلندی سے اور پستی سے ہجوم کر کے تم پر آپڑے اور جب آنکھیں دھندلا گئیں اور دل حلق میں آگئے"۔
مسلمان حقیقت میں پانچ محاذوں پر لڑ رہے تھے۔ اتحادی، قریظہ، سردی، خوف اور بھوک۔ صحابہ کرامؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ کے دوران سخت ترین ایام سے گزرنا پڑ رہا تھا۔ مسلسل فاقے آرہے تھے اور انتہائی سردی میں ہاتھ پاؤں ٹھٹھر رہے تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں میں ایسی فدا کاری، بے نفسی اور للہیت کی روح پھونک دی تھی جس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔
طویل محاصرے سے کفار کی فوج میں بیچینی پھیل گئی تھی۔ جنگ میں مسلمانوں نے بہت تکلیفیں اٹھائیں لیکن جب جنگ ختم ہوئی تو کفار کی ہمت پست ہو چکی تھی اور ان میں افراتفری پھیل چکی تھی۔ لیکن اسلام کو اس کے برخلاف اس جنگ نے پہلے سے زیادہ ولولہ اور استقامت عطا کر دی تھی۔ اس جنگ میں مسلمانوں نے کفار کی بے شمار فوج کے آگے ہتھیار ڈالنے کے مقابلے میں شہادت کو ترجیح دی اور بے نظیر مثالیں پیش کیں۔

رسول اللہ ﷺ کی غطفان سے مصالحت کی گفتگو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر دباؤ کی شدت کو کم کرنے کے لئے عینہ ابن حصن الغزاری کے سامنے یہ تجویز فرمائی کہ انصار کی پیداوار کا ایک تہائی حصہ اسے دیا جاسکتا ہے اگر وہ غطفان قبیلے کے اپنے آدمی اتحادیوں سے الگ کر لے۔ الغزاری راضی ہو گیا۔ تب آنحضرت ﷺ نے انصار کے دو آدمیوں سعد ابن معاذ اور سعد ابن عبادۃ کو بلایا اور ان سے الغزاری سے کی گئی اپنی پیشکش کا ذکر فرمایا۔ ان دونوں نے کہا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے تو ضرور اس پیشکش پر عمل کیا جانا چاہیئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ حکم اللہ کی طرف سے ہوتا تو انہیں ان لوگوں سے مشورے کی ضرورت نہ ہوتی۔ یہ خود ان کی تجویز ہے اور اس پر مشورے کے لئے ان کو بلایا گیا ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ ان کی رائے میں تو غطفان کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی رائے مان لی اور اس فیصلے سے مسلمانوں کی خود اعتمادی میں اضافہ ہوا۔

نعیم ابن مسعود کا کردار:

غطفان قبیلے کے ابن مسعود کا پورا نام نعیم ابن سعود ابن عامر ابن انیف تھا۔ ان کی شخصیت اپنے لوگوں میں بڑی قابل تعظیم تھی اور وہ قریظہ قبیلے اور اتحادیوں میں بھی معزز سمجھے جاتے تھے۔ نعیم نے اس نازک وقت میں اسلام قبول کیا جب اس نئے دین کا بڑا آزمائشی تاریخی دور تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ غطفان سے مصالحت کی بات چیت نہ کرنے کا فیصلہ فرمایا تو نعیم آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ابھی ان کے لوگ ان کے ایمان لانے کی بات سے بے خبر ہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کوئی کام سپرد فرمادیں تو وہ اس خدمت کو بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت صرف وہی ایک ایسے شخص ہیں جو اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ جنگ میں لوگ ہر طرح کی چال استعمال کرتے ہیں اور وہ اپنی ترکیبوں سے کفار کے منصوبوں کو ناکام و ناکارہ بنا سکتے ہیں۔
تب نعیم قریظہ قبیلے میں گئے اور ان لوگوں کو سمجھایا کہ غطفان اور قریش مدینہ منورہ کے شہری نہیں ہیں۔ ان

Marfat.com

کے ساتھ بچے اور عورتیں بھی نہیں ہیں تاکہ انہیں ان کی فکر ہو۔ وہ پیغمبر اسلام ﷺ سے جنگ کرنے آئے ہیں اور اگر انہیں شکست نہ دے سکے تو چپ چاپ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے اور جب وہ چلے جائیں گے تو قریظہ قبیلے کو تنہا مسلمانوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ لیکن تنہا وہ مسلمانوں کی طاقت کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ انہوں نے ان سے مزید کہا کہ بغیر غطفان اور قریش کے کچھ آدمیوں کو یرغمال بنائے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ نہیں کرنا چاہیے تاکہ وہ لوگ ان کے دباؤ میں رہیں۔ قریظہ کے لوگوں نے ان کی بات توجہ سے سنی اور ان کی رائے مان لی۔

اس کے بعد نعیم قریش اور غطفان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ قریظہ کے لوگوں کو مسلمانوں سے معاہدہ ٹوٹ جانے پر افسوس ہے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ تجویز رکھی ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو قریش اور غطفان کے کچھ آدمی یرغمال بنا کر دیں گے تاکہ وہ انہیں قتل کردیں۔ اس کے بعد وہ قریش اور غطفان سے پیچھا چھڑانے کے لئے جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں گے۔

پس جب قریش اور غطفان نے قریظہ سے جنگ کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے کے لئے کہا کیونکہ صورتحال ان کے موافق نہیں ہے اور وہ پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں سے جلد از جلد نپٹ کر چھٹکارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو قریظہ نے ان سے کچھ آدمی ان کے پاس بطور ضمانت رکھنے کو کہا ورنہ انہوں نے کہا وہ مسلمانوں سے جنگ نہیں کریں گے۔ اس طرح قریش اور غطفان کو نعیم کی بات کا ثبوت مل گیا۔

اس طرح قریظہ اور اتحادیوں میں پھوٹ پڑگئی اور اللہ تعالیٰ نے قریظہ اور اتحادیوں کے منصوبوں کو ناکام بنادیا اور اس کے بعد اتحادیوں کو تیزی کے ساتھ شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ مسلمانوں کے ہیرو نعیم کی چال کامیاب رہی تھی۔ انہوں نے اپنی پالیسی سے دشمن کے کیمپوں میں اختلاف کا بیج بو دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مبارکہ:

امام احمد کے بیان کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد الاحزاب (الفتح) میں عشاء کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ: "مومنوں میں ایسے اشخاص ہیں کہ جو وعدہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اسے پورا کردکھایا۔ ان میں بعض اپنے فرض سے سبکدوش ہوگئے اور بعض ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور وہ اپنے قول سے بدلے نہیں"۔ اس وقت آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہوئی کہ "باطل کو شکست ہوگی اور اتحادیوں کی سزا کا وقت قریب ہے"۔

اتحادیوں میں جنگ سے بے اطمینانی:

اتحادی ۲۰ دن کے طویل محاصرے سے اکتا گئے اور مسلمانوں سے سیدھی دوبدو جنگ کرنے کی امید کھو بیٹھے۔ ان میں بے اطمینانی کے آثار نظر آنے لگے۔ رسد ختم ہورہی تھی اور فراہم ہونے میں مشکلات پیش آرہی تھیں۔ کفار ایک طویل جنگ کے عادی نہیں تھے اور وہ واپس لوٹنے کے بارے میں سوچنے لگے۔

اتحادیوں کی شکست:

اپنے آدمیوں سے مشورہ کرنے کے بعد ابوسفیان ابن حرب نے اتحادی فوج کو واپس مکہ معظمہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ اس نے ان سے کہا کہ قریظہ نے ان سے غداری کی ہے اور مسلمانوں سے صلح کا معاہدہ کرلیا ہے۔

اچانک اسی وقت اتنی تیز آندھی آئی کہ طوفان آگیا۔ خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں، کھانے پینے کی چیزوں میں دھول مل گئی، فضا میں بلا کی ہولناکی اور دہشت انگیزی تھی اور یہ آندھی بلا کی کپکپاتی برفیلی سردی بھی اپنے ساتھ لائی

Marfat.com

تھی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے کیمپ میں غیر معمولی نقل و حرکت اور ابتری دیکھی تو آپ نے حذیفہ ابن الیمان کو معاملے کی جانچ کے لئے بھیجا۔ جب حذیفہ نے قریب جا کر دیکھا تو ابوسفیان آندھی کے زور سے پریشان اور بدحواس ہو کر قریش کے سرداروں سے چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ اب وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے اور واپس چلنا چاہیئے۔ پھر وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا اور مکہ معظمہ کی طرف واپس چل پڑا۔ فوج کی واپسی کا نگراں خالد ابن ولید اور عمر ابن العاس کو مقرر کیا گیا جن کے ساتھ ۲۰۰ سپاہیوں کا مضبوط دستہ تھا۔ حذیفہ نے واپس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اتحادی فوج واپس جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اتحادیوں کو شکست ہو گئی اور مدینہ منورہ کا محاصرہ ختم ہو گیا۔ کفار غصے کے مارے جھنجلائے ہوئے واپس ہو گئے۔ انہیں اس جنگ سے سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہ ہوا تھا۔ جنگ میں اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ تھا۔ اللہ کی طاقت بڑی طاقت ہے اور وہی ہوتا ہے جو اسے منظور ہوتا ہے۔

دونوں فریقوں کے نقصانات:

اس جنگ میں آٹھ مسلمان شہید ہوئے جو سب کے سب انصار تھے اور جن میں سلیط اور سفیان ابن عوف بھی شامل تھے۔ اتحادیوں کے چار آدمی مارے گئے جو سب قریش میں سے تھے۔

جنگ کی تاریخ اور محاصرے کی مدت

ابن ہشام نے اپنی کتاب "سیرت" میں محمد ابن اسحاق المطلبی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ خندق کی جنگ شوال کے مہینے میں ہجرت کے پانچویں سال ۶۲۷ء میں ہوئی۔

السمہودی نے موسیٰ ابن عقبہ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ جنگ شوال کے مہینے میں ہجرت کے چوتھے سال میں ہوئی۔

ابن سعد نے اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتحادیوں کی واپسی کے بعد ۷ ذی القعد پانچویں ہجری کو مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ جنگ کی مدت انہوں نے ۲۴ دن بتائی ہے جبکہ دوسرے کئی مؤرخین اسے پندرہ دن بتاتے ہیں۔

خندق کی موجودہ جائے وقوع:

اب خندق کے کھنڈرات یا ایسے کچھ نشانات باقی نہیں ہیں جن سے اس کی صحیح جائے وقوع کا یقین ہو سکے۔ لیکن تاریخی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد میں (راقم الحروف) اس نتیجے پر پہنچا اور جن کا حوالہ السمہودی نے بھی دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کی شروعات اجمتہ الشیخین الحرۃ الشرقیہ کے سرے سے اور جبل بنی عبید مسجد الصفا کے مغرب میں ختم کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ اس متن کے حوالے سے خندق کی لائن کھینچنا ممکن ہے جو سیدھی اجمتہ الشیخین سے جبل بنی عبید تک جاتی ہے۔ پھر تھوڑی سی جنوب مغرب کی سمت ٹیڑھی ہو کر الحرۃ الشرقیہ تک جاتی ہے۔ میں (راقم الحروف) نے سیدھی لائن مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر کھینچی ہے:۔

۱۔ سیدھی لائن میں ٹیڑھی کی بہ نسبت کم فاصلہ ہوتا ہے۔

۲۔ اس علاقے میں زمین ہموار ہے۔

۳۔ سیدھی لائن خندق کی رکھوالی اور حفاظت میں آسانی پیدا کرتی ہے۔

Marfat.com

مؤرخ المطری نے اپنے بیان میں یہ غلطی کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادیٔ بطحان سے عید گاہ کے مغرب تک اور پھر مسجد الفتح سے ان دو پہاڑیوں تک جو وادی کے مغرب میں ہیں خندق کھودنے کا اہتمام فرمایا تھا۔ ایسا ہونے سے جبل سلع ان کے پیچھے رہ جاتا ہے۔ المطری نے مزید کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خیمہ القرن پر نصب فرمایا تھا جو مسجد الفتح کی جگہ تھا۔ اس طرح خندق نے مسلمانوں کو کفار سے الگ رکھا تھا۔

معرکہ الاحزاب کے بارے میں اپنی معرکتہ الارا کتاب میں محمد احمد باشمیل نے لکھا ہے کہ سلمان فارسیؓ کی تجویز پر خندق کھودنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا اور ان کے ذمے جبل سلع کی مغربی سمت سے حرۃ الوبرہ تک ایک صدر خندق کھودنے کا کام سپرد کیا گیا تھا۔ اس تجویز کے مطابق خندق ایک قوس کی شکل میں مشرق کی سمت حرۃ تک پہنچتی تھی جسے اتحادیوں کو مشرق کی سمت مدینہ منورہ کے شمال میں جبل سلع کے سامنے تعینات مسلم فوج سے الگ کرنا تھا۔ منصوبے کے تحت اور بھی چھوٹی چھوٹی ثانوی خندقیں کھودی جانی تھیں جو ایک دوسرے سے ملی ہوئی اور صدر خندق کے جبل سلع والے مغربی کنارے سے جنوب کی طرف وادیٔ بطحان اور رانونا تک جاتی تھیں۔ یہ خندقیں مغرب کی طرف سے مسجد نبوی کے عقب سے گزرتیں۔ باشمیل نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۰ پر اس مجوزہ خندق کا نقشہ بھی دکھایا ہے۔

المطری اور باشمیل کے نظریات و دلائل:

خندق کے بارے میں باشمیل کا انحصار المطری کے بیان پر ہوسکتا ہے جنھوں نے النجار کا حوالہ دیا ہے لیکن میرے (راقم الحروف کے) دلائل مندرجہ ذیل اسباب کی بناء پر السمہودی، الطبرانی اور البیہقی کے بیانات پر مبنی ہیں:۔

۱۔ المطری اور باشمیل کے بیان کے مطابق خندق طویل ہوجاتی ہے اور طویل خندق پر دفاع مشکل ہے۔ اس کے علاوہ صرف چھ یا اس سے کچھ زیادہ دن میں بھی اتنی طویل خندق کھودنا ممکن نہ تھا۔

۲۔ تاریخی بیانات کی روشنی میں مدینہ منورہ کے مشرقی، مغربی اور جنوبی اطراف میں پہاڑیوں، رہائشی عمارتوں اور کھجوروں کے درختوں نے مدینہ منورہ کو ایک قدرتی دفاع کی شکل دے رکھی تھی۔ ان علاقوں میں خندق کھود کر وقت ضائع کرنا عقل کے منافی تھا۔ ابن اسحاق کے قول کے مطابق سوائے ایک سمت کے ہر طرف قدرتی قلعہ بندی تھی اور وہ سمتیں محفوظ سمجھی جاتی تھیں۔

۳۔ اگر جبل سلع کے مغرب میں جائے نماز تک اور پھر وادیٔ بطحان کے مقام اتصال، برانونا اور مہزور تک خندق کھودنا ضروری ہوتا تو ایک خندق شمالی سمت میں مسجد نبوی کے برابر میں العوالی گاؤں تک ضرور کھودی جاتی۔

۴۔ المطری نے یہ بھی غلط فرض کرلیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خیمہ مسجد الفتح کی جگہ القرن پر نصب فرمایا تھا۔ خیمہ دراصل جبل ذباب پر جس کو جبل الرایہ بھی کہا جاتا ہے نصب فرمایا تھا۔ یہ پہاڑ خندق کی لائن کے وسط میں ہے جس کے سامنے اتحادیوں اور مسلمانوں کے مورچے تھے۔ اس پہاڑ سے، جہاں مسجد الفتح واقع ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پوری طویل خندق پر نظر عالی رکھنے کا اہتمام نہ فرماسکتے تھے اور اس لئے یہ بات قابل قیاس نہیں ہے۔

۵۔ ابن النجار کا یہ بیان بھی غلط ہے کہ خندق ایک نہر کی شکل میں اب بھی موجود ہے۔ جو بقاء چشمے سے السنح میں کھجور کے درختوں تک، جو مسجد الفتح کے چاروں طرف ہیں، پانی لے جاتی ہے۔ خندق میں کھجور کے درخت تھے اور اس کا زیادہ حصہ دیواریں گر کر منہدم ہوگیا تھا۔ دراصل ابن النجار نے پانی کی ایک نہر دیکھی اور اسے خندق سمجھ لیا تھا۔ لیکن یہ غلط ہے۔ خندق میں دیواریں نہیں تھیں۔ اگر جبل سلع کے مغرب میں قبہ تک خندق کھودنا ضروری ہوتا تو وہ

Marfat.com

مدینہ منورہ کے باہر سے آئے ہوئے حملہ آور دشمنوں کے لئے نہ ہوتی بلکہ الحرۃ اور الغربیہ کی طرف سے آنے والے حملہ آوروں کے لئے ہوتی۔

مندرجہ بالاوجوہات کی بنا پر میں (راقم الحروف) پوری طرح اس خیال سے متفق ہوں کہ خندق کی لائن شمالی سمت میں تھی جیسا کہ نقشے میں میری کھینچی ہوئی لائن ہے یا اس سے ملحق تھی۔

یہودیوں کا خاتمہ:

اتحادیوں کی فوج کی واپسی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی توجہ اندرونی معاملات کی طرف مبذول فرمائی جہاں شرارت پسند یہودیوں کا قبیلہ قریظہ مسلمانوں کے خلاف پیہم سازشوں میں مصروف تھا۔

مسلمانوں نے قریظہ کی اکثریت والے علاقے کا محاصرہ کرلیا اور اس وقت تک گھیرے رہے جب تک انہوں نے ہتھیار نہ ڈال دیئے۔ وہ قیدی بنا کر مدینہ منورہ لیجائے گئے۔ الاوس قبیلے والوں نے جو قریظہ کے حلیف تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ وہ یہودیوں کو ان کے حوالے فرمادیں۔ آنحضرت ﷺ نے سعد ابن معاذ کو مقرر کیا کہ وہ یہودیوں کو تحقیقات کے بعد سزائیں مقرر کریں۔ سعد ابن معاذ نے مردوں کو سزائے موت کا حکم دیا، عورتوں کو نظر بند کرلیا گیا اور سارا مال ضبط کرلیا گیا۔ سزائے موت کا حکم یہودیوں کی مسلمانوں کے ساتھ غداری اور جنگ میں ان کے خلاف اتحادیوں کا ساتھ دینے کے جرم میں تھا۔ ان قتل ہونے والوں میں یہودیوں کا سردار حیی ابن اخطب بھی تھا۔ اس طرح قتل ہونے والوں کی تعداد ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے درمیان تھی۔ ضبط شدہ مال میں ۱۵۰۰ تلواریں، ۳۰۰ زرہ بکتر، ۲۰۰۰ نیزے، ۱۵۰۰ ڈھالیں اور اونٹوں و دیگر مویشیوں کی ایک بڑی تعداد تھی۔

خندق کی جنگ سے ملے ہوئے درس:

۱۔ مسلمانوں کو جنگ کے لئے ہوشیار اور تیار رہنا چاہیئے۔ اپنے آپ کو غیر محفوظ رکھ کر کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہیئے۔ یہ دیکھ کر کہ اتحادیوں کی فوج مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی اور مسلمان اتنی بڑی فوج کو شکست دینے کی حالت میں نہیں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھود کر دفاعی جنگ لڑنے کی تجویز کو مان لیا تھا۔

۲۔ مسلم رہنماؤں اور سرداروں کو جنگ میں دشمن کا حوصلہ پست کرنے کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کرنا چاہیئے۔ آنحضرت ﷺ نے نعیم کو دشمن کے کیمپ میں جس ترکیب سے بے اعتمادی اور آپس میں پھوٹ ڈلوانے کی ہدایت فرمائی تھی اس سے آپ نے یہ مثال قائم فرمادی۔

۳۔ مسلمان اپنے اعلیٰ مقاصد اور نصب العین کو پورا کرنے کے لئے موت، بھوک، سردی اور دوسری مصیبتوں کا مقابلہ تحمل اور ثابت قدمی سے کریں۔ ثابت قدم اور بہادر مومنوں کو فتح اور کامرانی ہمیشہ انعام میں ملتی ہے۔

۴۔ دشمن کی ہمت پست کرنے کے لئے پروپیگنڈے کی ترکیب سب سے پہلے جنگ الاحزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمائی۔ اس جنگ میں بہت سے درس ملتے ہیں جن کے بارے میں ہمیں سوچنا اور ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

* * *

Marfat.com

Marfat.com

باب دہم

مدینہ منورہ میں تعلیم

Marfat.com

Marfat.com

جامعہ اسلامیہ

مسجد نبوی نے ایک طویل عرصے تک اسلامیہ یونیورسٹی کا کردار ادا کیا، جہاں اسلامیات، عربی زبان، تاریخ، فلکیات، ریاضی، فلسفہ اور دوسرے مضامین پڑھائے جاتے تھے۔

بہت سے عالم، سائنس داں، فلاسفر، ریاضی داں، ہیئت داں، ادیب اور شاعر اس مسجد سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔ عام طور سے یہ مضمون پانچوں وقت کی نماز کے بعد یا ان کے درمیانی وقفوں میں پڑھائے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ امام مالک نے جو سوائے حج کے لئے مکہ معظمہ جانے کے علاوہ کبھی مدینہ منورہ سے باہر نہیں نکلے فلکیات پر ایک کتاب لکھی تھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مضمون مسجد نبوی میں پڑھایا جاتا تھا۔

ترکی دور حکومت کے آخری سالوں میں باقاعدہ اسکول کھولے گئے اور لوگ رفتہ رفتہ تعلیم کے لئے مسجد سے ان اسکولوں کی طرف منتقل ہوتے گئے۔ اس طرح مسجد نبوی کا کام تعلیم کی طرف رہنمائی کرنے والی یونیورسٹی کی حیثیت سے کم ہوتا چلا گیا۔

جامعہ اسلامی قائم کرنے میں عربی اخبار المدینہ المنورہ کا حصہ:

المدینہ اخبار نے ۱۳۸۱-۱۳۷۹ھ (۱۹۶۱-۱۹۵۹ء) میں مدینہ منورہ میں اسلامی یونیورسٹی قائم کرنے کے لئے ایک مہم چلائی۔ اس کی تائید میں لکھنے والے عبید مدنی، احمد الفصیح، علی حافظ (راقم الحروف) اور ان کے بھائی عثمان حافظ تھے۔

اخبار کے پبلشر کی حیثیت سے علی اور عثمان حافظ نے اس بارے میں لکھے گئے کچھ مضامین شاہ سعود ابن عبدالعزیز کی خدمت میں پیش کئے جنہوں نے یونیورسٹی قائم کرنے کے لئے احکام جاری کردیئے۔ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ (۱۹۶۱ء) کو یونیورسٹی قائم کرنے کے لئے ایک شاہی فرمان جاری ہوا اور ۲ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ (۱۹۶۱ء) کو یونیورسٹی نے باقاعدہ کام شروع کردیا۔

مفتی اعظم شیخ محمد ابن ابراہیم اس کے صدر مقرر ہوئے اور شیخ عبدالعزیز ابن باز کو ان کا نائب مقرر کیا گیا۔

بیرونی ممالک میں سعودی سفارتخانوں کو مطلع کردیا گیا کہ یونیورسٹی ہر ملک کے طلباء کو ایک محدود تعداد میں داخل کرنے کو تیار ہے۔ ہر انڈر گریجویٹ طالبعلم کو ۳۰۰ ریال اور سیکنڈری درجوں کے لئے ۲۵۰ ریال ماہانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ یہ رقم رہائش کی سہولت اور طالب علم کے وطن کے لئے ہوائی جہاز کے واپسی ٹکٹ کے علاوہ تھی۔ سعودی عرب اور غیر ممالک سے طلباء اس نئی یونیورسٹی میں داخلہ لینے کے لئے امڈ پڑے۔

یونیورسٹی کے نظریات و مقاصد:

یونیورسٹی کا مقصد طلباء کو اسلامیات اور عربی زبان کی تعلیم دے کر عالم و فاضل بنانا ہے تاکہ وہ دین اسلام کے بارے میں سارے سوالات کا جواب دے کر غیر مسلموں کو مطمئن کرسکیں اور اس طرح اسلام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کریں۔ اس کے علاوہ وہ دین کی طرف سے لاپرواہ مسلمانوں کو اسلام کے فرائض کی اہمیت کا احساس دلائیں۔

طلباء کی تعداد:

۱۹۶۱ء میں یونیورسٹی کھلتے ہی تقریباً ۸۴ طلباء نے شرعیہ کالج میں داخلہ لیا اور ۱۷۳ طلباء یونیورسٹی کے سیکنڈری

Marfat.com

کالج میں داخل ہوئے۔ پانچ سال کے بعد یونیورسٹی میں طلباء کی تعداد ۸۴۸ تھی۔

۱۴۰۳-۱۴۰۴ھ (۸۴-۱۹۸۳ء) میں طلباء کی تعداد ۳۴۸۶ ہو گئی اور سالانہ بجٹ جو ۱۹۶۱ء میں تین ملین ریال تھا بڑھ کر ۳۴۲ ملین ریال ہو گیا۔

ماہانہ وظیفہ انڈر گریجویٹ کے لئے بڑھ کر ۹۰۰ ریال، قران کالج کے لئے ۷۷۵ ریال، دوسرے کالجوں کے لئے ۵۲۵ ریال سیکنڈری کلاس کے لئے ۳۷۵ ریال جبکہ ابتدائی درجوں کے لئے ۲۲۵ ریال ہو گیا۔

سعودی عرب کے علاوہ اریٹیریا، اردن، افغانستان، مغربی جرمنی، امریکہ، انڈونیشیا، یوگنڈا، ایران، پاکستان، پرتگال، برما، برونڈی، آیوری کوسٹ، تھائی لینڈ، ترکستان، الجیریا، ایتھوپیا، جنوبی یمن، ڈاہومی، سوڈان، متحدہ امارات، تنزانیہ، سینیگال، شام، سیرالیون، چین الوطنی، صومالیہ، عراق، عمان، گھانا، کینیا، کویت، فلپائن، اپرووولٹا، فلسطین، قطر، کیمیرون، کانگو، جنوبی کوریا، لبنان، مالی، مدغاسکر، مصر، مراقش، ملیشیا، ماریطانیا، ماریشس، آسٹریلیا، نیپال، نائجیریا، ہندوستان، شمالی یمن اور یونان سے آ کر طلباء نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔

یونیورسٹی کی جگہ:

یہ یونیورسٹی مسجد نبوی سے پانچ کلومیٹر دور شاہ فہد کے محل کے جنوب مشرق میں اور جبل الجماوات کے شمال مشرق میں وادی العقیق کے کنارے بنائی گئی ہے۔

مدینہ منورہ میں لڑکوں کے اسکول:

۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء) میں مدینہ منورہ میں ۳۱ اسکول تھے جن میں ۲۴ ابتدائی تعلیم کے تھے، دوسرے سات اسکول انٹرمیڈیٹ، سیکنڈری اور ٹیکنیکل تعلیم کے تھے اور ان کے علاوہ ایک ٹیچرز ٹریننگ اسکول تھا۔ مدینہ منورہ کے اسکولوں میں طلباء کی تعداد ۱۱۳۹۴ تھی جبکہ مدینہ منورہ کے مضافات میں ۶۹ اسکول تھے جن میں ۶۰ ابتدائی اسکول تھے اور ان میں طلباء کی تعداد ۱۱۰۷۷ تھی۔

۰۴-۱۴۰۳ھ (۸۴-۱۹۸۳ء) میں مدینہ منورہ میں اسکولوں کی تعداد ۱۹۸ تک پہنچ گئی جن میں ابتدائی تعلیم کے ۱۱۹ اسکولوں میں ۳۵۶۰۳ طلباء تھے۔ ۵۵ انٹرمیڈیٹ اسکولوں میں ۹۴۳۲ اور ۱۷ سیکنڈری اسکولوں میں ۳۰۱۶ طلباء تھے۔ ایک ٹیچرز ٹریننگ اسکول میں ۲۱۰ طلباء تھے۔ چار اسکول جو اسپیشل تعلیم کے تھے ان میں ۱۵۵ طلباء تھے اور دو اسکول ٹیکنیکل تعلیم کے تھے جن میں طلباء کی تعداد ۱۰۷ تھی۔

مدینہ منورہ میں کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی کا پہلا کالج:

۱۴۰۴ھ (۱۹۸۴ء) میں وزیر برائے اعلیٰ تعلیم حسن عبداللہ الشیخ کو حکومت سے کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی سے ملحق پہلا کالج مدینہ منورہ میں قائم کرنے کی اجازت مل گئی۔

کالج کے پہلے سال میں طلباء کی تعداد ۶۰ تھی اور اب اس میں تقریباً ۱۰۶۱ طلباء پڑھتے ہیں۔ بعد میں وہاں طالبات کے لئے ایک کالج کھولا گیا جس میں شروع میں طالبات کی تعداد ۹۲ تھی جبکہ اب ۶۱۹ لڑکیاں تعلیم پا رہی ہیں۔

مدینہ منورہ میں طالبات کے اسکول:

۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء) تک مدینہ منورہ میں طالبات کے لئے ۱۱ اسکول تھے جن میں ۹ ابتدائی تعلیم کے، ایک انٹرمیڈیٹ اور ایک ٹیچرز ٹریننگ اسکول تھا۔ طالبات کی تعداد ۳۸۷۴ تھی۔

Marfat.com

حسن عبداللہ الشیخ
وزیر برائے اعلیٰ تعلیم

ڈاکٹر عبدالعزیز
الخویتر وزیر تعلیم

ڈاکٹر محمد ابن عودہ
صدر تعلیم نسواں

میدان العنبریہ کے قریب طیبہ سیکنڈری اسکول

۱۴۰۳ھ (۱۹۸۳ء) میں مدینہ منورہ میں لڑکیوں کے اسکول ۱۰۲ اور مدینہ منورہ کے اطراف میں ۱۰۴ تھے۔ مدینہ منورہ اور مضافات کے اسکولوں میں طالبات کی مجموعی تعداد ۲۵۲۹۸ تھی جن میں سے ۱۵۷۶۶ ابتدائی تعلیم کے اسکولوں میں، ۵۰۷۱ انٹرمیڈیٹ اسکولوں میں، ۲۳۸۴ سیکنڈری اسکولوں میں، ۱۳۹ انٹرمیڈیٹ کالجوں میں، ۱۰ ٹیچرز ٹریننگ اسکول میں، ۲۳۳ قرآن حفظ کرنے والے اسکولوں میں، ۴۶ کنڈرگارٹن میں، ۱۸ نرسری میں اور ۱۵۶۶ ناخواندگی دور کرنے والے اسکولوں میں تھیں۔

طالبات کے پرائیویٹ اسکول:

مدینہ منورہ میں طالبات کے پرائیویٹ اسکول گورنمنٹ اسکولوں سے پہلے قائم ہوئے تھے۔ ان کے نصاب میں خاص طور پر قرآن اور عربی زبان کی تعلیم پر زور دیا گیا تھا۔ اسکے علاوہ ریاضی بھی اہم مضمون تھا۔

Marfat.com

ان اسکولوں کی تفصیل ذیل میں درج ہے:

۱- مدرسہ تہذیب الاخلاق: یہ اسکول فخریہ ہانم نے شونہ میں ۱۳۴۸ھ (۱۹۲۸ء) میں قائم کیا۔

۲- مدرسہ فاطمہ ہانم: یہ اسکول الساحہ میں ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۰ء) میں قائم ہوا۔

۳- مدرسہ فاطمہ الترکیہ: یہ فاطمہ نامی ایک ترکی خاتون نے الحبس میں ۱۳۵۳ھ (۱۹۳۲ء) میں قائم کیا۔

۴- مدرسہ الفوزوالنجاح: یہ مدرسہ ایک خاتون زینب مغربلیہ نے العنبریہ میں ۱۳۵۸ھ (۱۹۳۸ء) میں قائم کیا۔

۵- مدرسہ المقاصد الاسلامیہ: یہ مدرسہ ایک خاتون شریفہ شرف حلیمہ نے جونہ میں ۱۳۶۵ھ (۱۹۴۵ء) میں قائم کیا۔

۶- مدرسہ الھدایہ الاسلامیہ: یہ مدرسہ ایک خاتون ام نعیم النجاریہ نے باب المجیدی میں ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۶ء) میں قائم کیا۔

۷- مدرسہ بتول النکروریہ: یہ مدرسہ ایک خاتون ام بتول نے حوش النورہ میں ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۶ء) میں قائم کیا۔

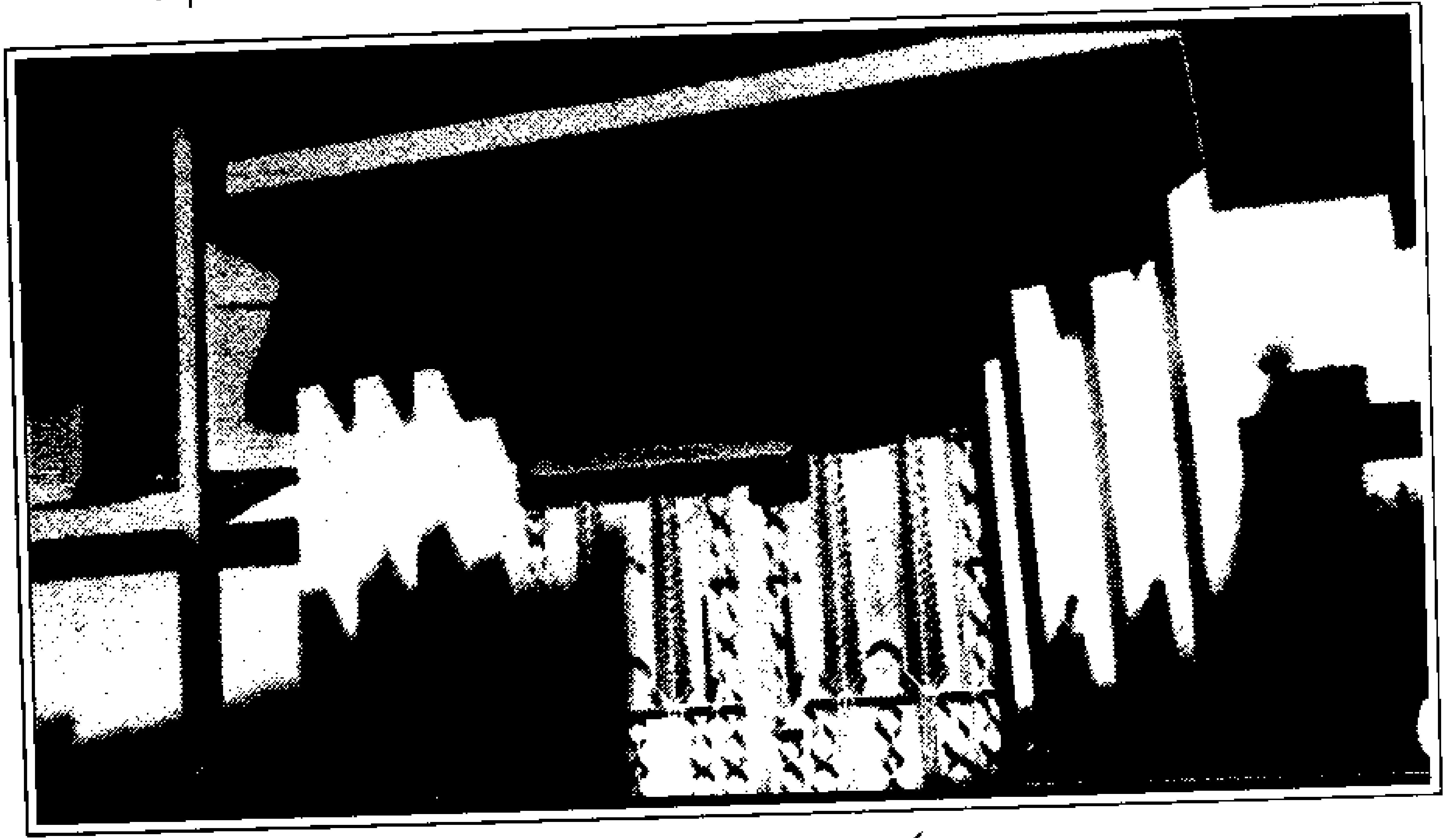

مسجد قبا کے قریب شارع قبا پر چوتھا اسکول برائے طالبات

مندرجہ بالا اسکولوں کو بعد میں گورنمنٹ اسکولوں میں ضم کرلیا گیا۔ طالبات کے پرائیویٹ اسکولوں میں سب سے زیادہ مشہور اسکول مدرسہ المقاصد الاسلامیہ تھا۔

طالبات کا سب سے پہلا گورنمنٹ اسکول ۱۳۸۰ھ (۱۹۶۰ء) میں قائم ہوا اور تب سے گورنمنٹ کے لڑکیوں کے اسکولوں میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔

صنعتی اسکول:

یہ صنعتی اسکول ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۵ء) میں وزارت تعلیم نے طلبا کو مختلف صنعتوں میں تربیت دینے اور ان کی پیشہ ورانہ صلاحیت میں اضافہ کے لئے کھولا تھا۔ اس کے قائم ہونے کے پہلے سال میں ۱۵ طلبا نے داخلہ لیا۔ دس سال کے بعد اس کی تعداد ۲۴۳ تک پہنچ گئی۔ اسکول کے نصاب میں کئی دوسرے پیشوں کے علاوہ فرنیچر سازی، فٹر، لوہار اور بڑھئی وغیرہ کے کام کی تربیت دی جاتی تھی۔

Marfat.com

ریگستان میں تعلیم مدرسہ الصحرا (المسیجید):

المسیجید مدینہ منورہ سے ۸۳ کلو میٹر کے فاصلے پر مدینہ منورہ جدہ سڑک پر ہے۔ یہ صحرا میں قائم کیا گیا پہلا اسکول تھا اور جدید نصاب رکھنے والا پہلا ابتدائی تعلیم کا اسکول تھا۔

یہ اسکول ۱۳۶۵ھ (۱۹۴۵ء) میں علی حافظ (راقم الحروف) اور ان کے بھائی عثمان حافظ نے قائم کیا۔ دونوں بھائیوں نے یہ محسوس کرکے کہ صحرا کے بدوؤں کو تعلیم کی سخت ضرورت ہے انہیں تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے یہ اسکول قائم کیا۔ پہلے کیفیٹریا کے ایک کمرے میں کلاس کھولی گئی۔ بعد میں اسکے لئے ایک الگ عمارت کا انتظام کیا گیا۔ شروع شروع میں دونوں بھائیوں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جن میں ایک مشکل بچوں اور ان کے والدین کو تعلیم کی افادیت کا احساس دلانا تھا ان کو سمجھا کر اسکول کے نظام کا عادی بنانا تھا کیونکہ ان کے لئے تعلیمی ماحول بالکل غیر مانوس تھا۔

بچوں کی ہمت افزائی کرنے اور ان میں شوق پیدا کرنے کے لئے کہ وہ اسکول میں روز حاضری دیں، حافظ برادران ہر بچے کو روزانہ کچھ پیسے دینے لگے۔ بعد میں شاہ عبدالعزیز مرحوم نے احکامات جاری کئے کہ ہر طالبعلم کو روزانہ نصف ریال دیا جائے۔

اسکول کے بانیوں کو ایک مشکل یہ بھی درپیش تھی کہ اس اسکول میں پڑھانے کے لئے ایسے معلم ملنا بہت دشوار تھے جو ریگستان میں رہنا منظور کرلیں۔ لیکن بہرحال مدینہ منورہ کے ایک بڑے تعلیم داں نے یہ چیلنج منظور کرلیا اور وہ اس اسکول کے پہلے معلم مقرر ہوئے۔ وہ تھے استاد سالم داغستانی جو اپنے خاندان کو بھی المسیجید لے گئے اور وہاں رہ کر ریگستانی زندگی کی ساری مشکلات کا سامنا بڑی پامردی کے ساتھ کیا۔

بانیان اسکول اکثر موٹرلاری کے ذریعے اسکول کے معائنے کے لئے وہاں جاتے رہتے تھے۔ کنکریٹ کی سخت ناہموار سڑکیں تکلیف دہ تھیں اور ریگستان کی شدید گرمی اور شدید سردی کا موسم ان کے لئے ایک مصیبت تھا۔

اسکول کی شروعات ۱۴ طلباء سے ہوئی لیکن جلد ہی یہ تعداد ۳۴ تک پہنچ گئی۔ المسیجید میں گورنمنٹ کی ایک عمارت تھی جو اس نے اسکول کو عطا کردی۔ یہ عمارت اسوقت کے وزیر مالیات شیخ عبداللہ سلیمان نے اسکول کو مرحمت فرمائی تھی جو اس تعلیمی منصوبے میں بڑے مددگار ثابت ہوئے تھے۔

اس اسکول نے بڑی شہرت اور کامیابی حاصل کی۔ یہاں تک کہ ریگستان میں رہنے والے بدو جو پہلے تعلیم حاصل کرنے کے خیال سے گھبراتے تھے اب اپنے بچوں کو دور دراز کے علاقوں سے بھی اسکول بھیجنے لگے۔ بلکہ اب وہ گورنمنٹ سے اپیل کرنے لگے کہ ان کے بچوں کے لئے مزید اسکول کھولے جائیں۔ گورنمنٹ نے ان کے اس جذبے کو سراہا اور ریگستان میں بدوؤں کے لئے اسکول کھولنے شروع کردیئے۔ ۱۳۸۱ھ (۱۹۶۱ء) میں بانیان اسکول نے یہ اسکول پندرہ سال تک کامیابی سے چلانے کے بعد گورنمنٹ کے سپرد کردیا۔

گورنمنٹ نے اسکول کے ہیڈ ماسٹر شیخ سلیم داغستانی کو اس اعزاز سے نوازا کہ انہیں مدینہ منورہ میں ایک بڑا عہدہ عطا کیا اور اسکول کی ملازمت کے گزشتہ سال وظیفے کی مدت میں شمار کئے گئے۔

وزیر مالیات شیخ عبداللہ سلیمان کی تجویز پر اسکول کے ۱۷ طلبا ریلوے کی تکنیک سیکھنے دمام بھیجے گئے۔ یہ طلباء دو جتھوں میں ۱۳۶۹ھ (۱۹۴۹ء) اور ۱۳۷۰ھ (۱۹۵۰ء) میں بھیجے گئے۔ ریلوے کی تربیت کے علاوہ وہاں انہیں انگریزی بھی پڑھائی گئی اور بعد میں ان میں سے کچھ مزید اعلیٰ تربیت کے لئے امریکہ بھیجے گئے۔

Marfat.com

مدرسہ الصحرا کے طلبا کے گروپ کی اسکول کی عمارت کے پاس کھینچی گئی ایک تصویر۔

اسکول کے گریجویٹ جو امریکہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آئے انہیں ریلوے کے انتظامیہ اور ٹیکنیکل محکموں میں اونچے عہدے ملے۔ ان میں سے جنہوں نے انگریزی زبان میں اچھی دسترس حاصل کرلی تھی وہ دمام میں محکمہ ریلوے کے معائنے کے لئے جانے والے سعودی افسران کے لئے ترجمان کا کام بھی انجام دیتے تھے۔ ایک دن ان میں سے ایک نے وزیر مالیات شیخ عبداللہ سلیمان کے لئے بھی ترجمان کی خدمت انجام دی۔ وزیر موصوف کو جب یہ معلوم ہوا کہ ترجمان اسی ریگستانی اسکول کا طالبعلم رہ چکا ہے جسکی ترویج و ترقی میں انکا بھی ہاتھ رہا ہے تو وہ بہت خوش ہوئے۔

تقریباً ۲۳ گریجویٹ طلباء نے ملٹری اسکول میں داخلہ لیا جہاں سے وہ انٹرمیڈیٹ اور سیکنڈری امتحانات پاس کر کے ریاض کے ملٹری کالج میں داخل ہوگئے۔

دوسرے بیس گریجویٹ طلباء ریاض انسٹی ٹیوٹ میں داخل ہوگئے جو ایک یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا بعد میں انہوں نے مدینہ منورہ کی اسلامیہ یونیورسٹی میں معلم اور انتظامیہ کے افسروں کی حیثیت سے کام کیا۔ ان میں سے کچھ نے محکمہ عدلیہ میں کام کیا۔

مدرسہ الصحرا کے تقریباً ۲۰۰ فارغ التحصیل طلباء نے تعلیمی عملے میں معلم وغیرہ کی حیثیت سے کام کرنا پسند کیا۔ اس اسکول میں اساتذہ اور دوسرے اسٹاف میں اکثریت اسی اسکول کے گریجویٹ طلبا کی تھی۔

مدرسہ الصحرا کے اعداد و شمار:

اسکول کے قائم ہونے سے گورنمنٹ کو سونپنے تک کے اعداد و شمار حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ۹۰۳ طلبا کو ابتدائی تعلیم بہم پہنچائی۔

۲۔ ۲۳۰ طلبا نے ابتدائی تعلیم کے سرٹیفکیٹ حاصل کئے۔

۳۔ ۱۰ طلبا نے انٹرمیڈیٹ سرٹیفکیٹ حاصل کئے۔

۴۔ ۵ طلبا نے سیکنڈری اسکول کے سرٹیفکیٹ حاصل کئے جن میں سے ایک طالبعلم سلیمان محمد العری یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرنے امریکہ گئے۔

Marfat.com

ظہران ہوائی اڈے پر اعلیٰ تربیت کے لئے امریکہ جاتے ہوئے مدرسہ الصحرا کے چند طلبا کی تصویر

۵- تقریباً ۲۰۰ طلبا نے مذہبی تعلیم کے لئے انسٹی ٹیوٹ کا سر ٹیفکیٹ حاصل کیا۔

۶- ۳۰۰ طلبا کو گورنمنٹ میں ملازمت ملی۔

۷- اسکول قائم ہونے کے وقت مدرسہ الصحرا میں ایک ہیڈ ماسٹر اور ایک چپراسی تھا۔ لیکن جب یہ اسکول گورنمنٹ کو سونپا گیا اسوقت اسٹاف کی تعداد ۱۳ تھی۔

۸- اسکول کیفٹیریا کے ایک کمرے میں شروع کیا گیا تھا۔ لیکن بعد میں ۱۱ کلاس روم کی عمارت میں پہنچ گیا تھا۔

۹- قائم ہونے کے دس سال کی مدت میں طلبا کی تعداد ۴۰۰ تک پہنچ گئی تھی۔

مدینہ منورہ میں لائبریریاں

مدینہ منورہ میں بہت سی لائبریریاں ہیں، جو نایاب کتابوں اور قدیم قلمی نسخوں سے بھری ہوئی ہیں۔ جن سے طلبا اور محقق مختلف حوالوں کے لئے استفادہ کرتے ہیں۔ کچھ خاص لائبریریاں حسب ذیل ہیں۔

۱- **شیخ الاسلام عارف حکمت لائبریری:** یہ لائبریری ۱۲۷۰ھ (۱۸۴۷ء) میں مسجد نبوی کے جنوب مشرق والے گوشے کے جنوب میں قائم ہوئی۔ اس میں کتابوں کی تعداد ۶۷۲۶ تھی جن میں ۲۰۰۸ طبع شدہ کتابیں اور ۴۷۱۸ قلمی نسخے تھے۔ لائبریری کے بانی شیخ الاسلام عارف حکمت نے اس لائبریری کا ایک عوامی وقف قائم کیا اور اس کا اندراج مدینہ منورہ اور استنبول کی شرعی عدالتوں میں کرادیا۔

۲- **محمودیہ لائبریری:** یہ لائبریری عثمان سلطان محمود نے ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۰ء) میں مسجد نبوی کے جنوب

Marfat.com

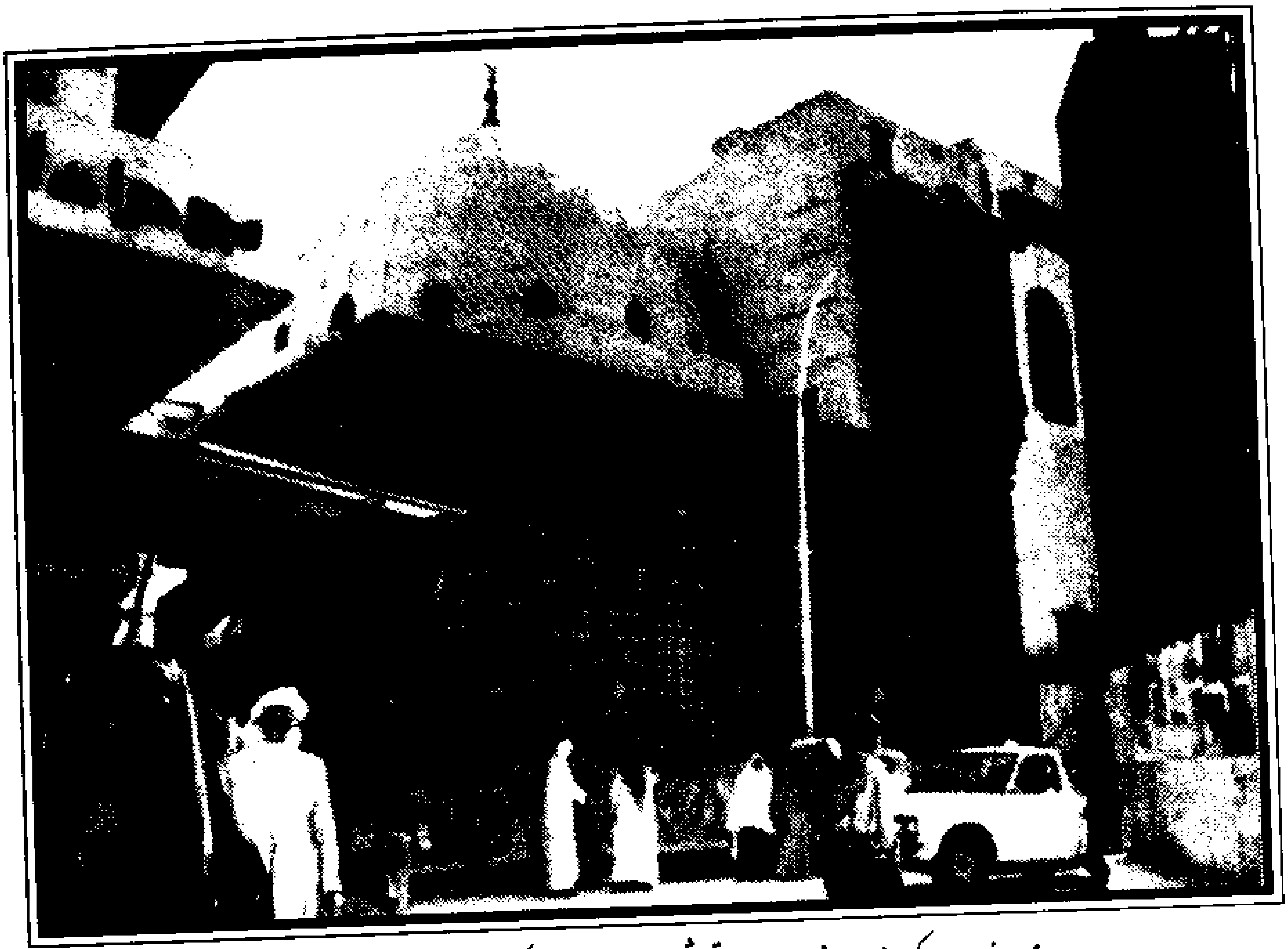

مسجد نبوی کے جنوب مشرق میں واقع شیخ الاسلام عارف حکمت لائبریری کا بیرونی منظر

میں قائم کی۔ اس میں ۷۷۰۹ کتابیں تھیں جن میں ۳۰۷۲ طبع شدہ اور باقی قلمی نسخے تھے۔ اس کا انضمام مدینہ منورہ کے رہائشی علاقے مناخہ میں واقع کنگ عبدالعزیز گرینڈ لائبریری میں ہو گیا تھا۔

۳- مسجد نبوی کی لائبریری: یہ لائبریری سعودی گورنمنٹ نے ۱۳۵۹ھ (۱۹۳۹ء) میں قائم کی۔ اس میں ۴۸۰۹ طبع شدہ کتابیں اور ۵۵۴ قلمی نسخے تھے۔

۴- مدینہ پبلک لائبریری: یہ لائبریری سعودی گورنمنٹ نے ۱۳۸۰ھ (۱۹۶۶ء) میں مسجد نبوی کے جنوب میں شرعی عدالت کے قریب قائم کی۔ اس میں ۱۴۷۴۸ کتابیں اور قلمی نسخے تھے۔ اس لائبریری میں ۱۳ لائبریریاں ضم ہوئی تھیں۔

پرائیویٹ اور اسکول لائبریریاں:

مدینہ منورہ میں ۲۸ پرائیویٹ اور اسکول لائبریریاں ہیں جو نایاب کتابوں اور قلمی نسخوں سے بھری ہوئی ہیں۔

المدینہ المنورہ اخبار کا ظہور

میں (راقم الحروف) تسلیم کرتا ہوں کہ مدینہ منورہ سے ایک اخبار نکالنے کا خیال پہلے صرف مجھے اور میرے بھائی عثمان حافظ کو ہی نہیں آیا بلکہ مدینہ منورہ کے کئی نوجوانوں کے گروپ نے اس منصوبے کے بارے میں سوچا لیکن وسائل کی کمی یا پست ہمتی ان کے ارادے کو عملی جامہ پہنانے میں مانع رہی۔ یہ دیکھتے ہوئے ہم نے ایک جوکھم اٹھا کر

Marfat.com

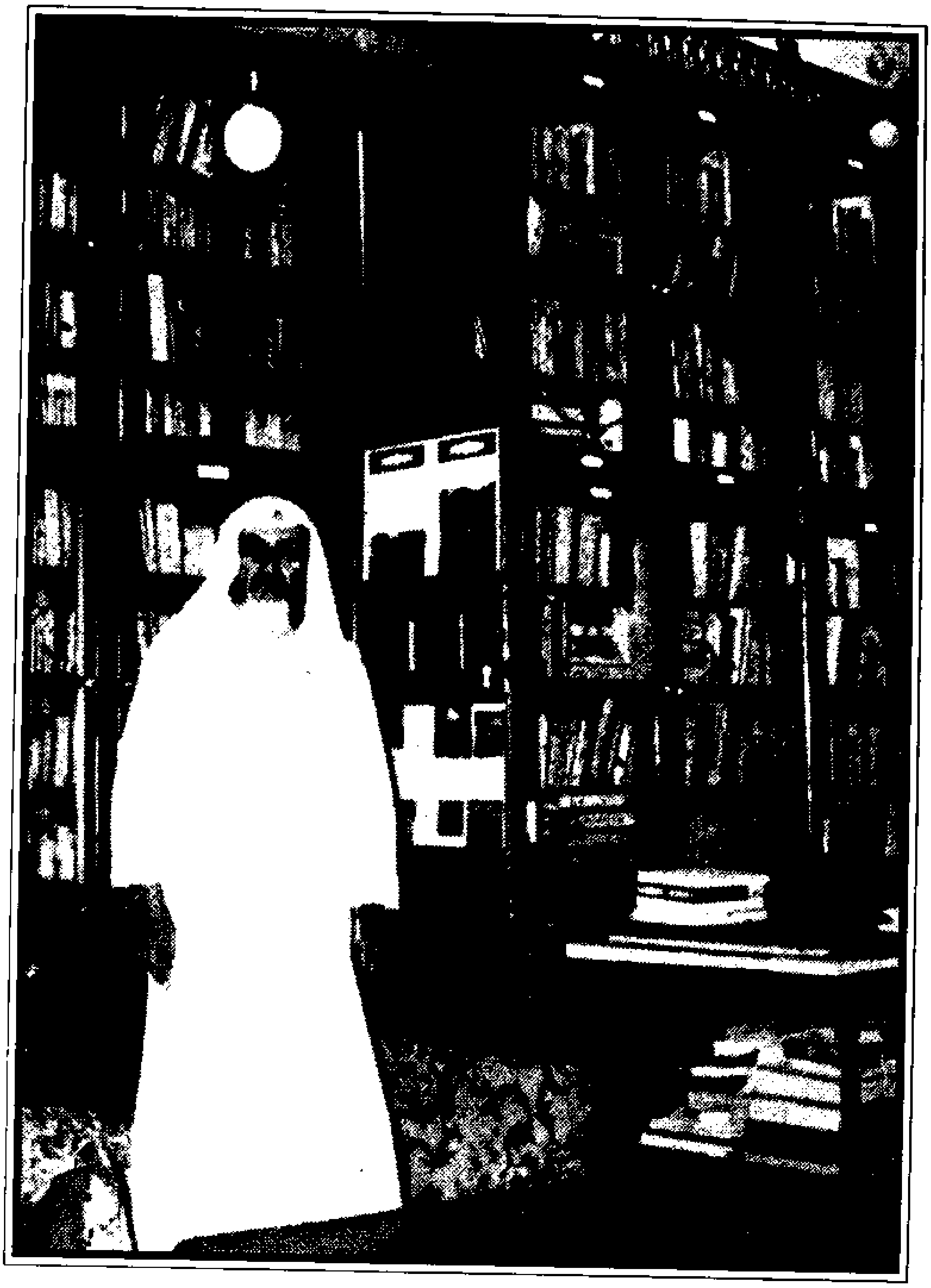

شیخ الاسلام عارف حکمت لائبریری کا اندرونی منظر اور کتابوں سے مستفیض ہونے والا ایک شخص

اخبار نکالنے کا فیصلہ کرلیا۔

میرے بھائی عثمان حافظ کئی بار قاہرہ گئے اور وہاں سے چھپائی کی مشینیں اور دوسرا تمام ضروری سامان خرید کر لائے۔ ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۶ء) میں ہم نے المدینہ پرنٹنگ پریس قائم کیا اور اخبار نکالنا شروع کردیا۔ المدینہ اخبار گورنمنٹ کے سامنے مدینہ منورہ کے شہریوں کی ضروریات، خواہشات اور تجاویز کے اظہار کے خیال سے نکالا گیا تھا۔ اور عوام بہت ممنون و مشکور ہوئے جب گورنمنٹ افسران نے بیحد ہمدردی اور زودحسی سے اخبار کے ذریعے ان کے مسائل کو سمجھا اور انہیں حل کیا۔ اسطرح یہ اخبار اہل مدینہ منورہ کی بھلائی اور بہتری کے لئے مستقل کوشاں رہا اور اپنے اس مقصد میں کامیابی حاصل کی۔ میں (راقم الحروف) یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں سمجھتا کہ بہت سی موجودہ سڑکیں المدینہ اخبار کی تجویز پر ہی بنائی گئی ہیں۔ عوام کے لئے المدینہ اخبار نے جو سہولتیں حاصل کیں ان میں سے ایک یہ صرف مثال کے طور پر بیان کی ہے۔

Marfat.com

اخبار نے ایک معتدل پالیسی پر عمل کیا اور ملک کے مفاد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ اخبار کی اس مدبرانہ پالیسی سے سارا مدینہ منورہ مستفیض ہوا۔

اخبار کے یادگار ارتقائی مراحل:

ہم نے اخبار نکالنے کے بارے میں ۱۳۵۴ھ (۱۹۳۴ء) میں سوچنا شروع کیا اور ۲۶ محرم ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۶ء) کو پہلا شمارہ شائع ہوا۔

چند سال بعد ۱۳۶۰ھ (۱۹۴۰ء) میں دوسری عالمی جنگ کی وجہ سے دوسرے سعودی اخبارات کے ساتھ المدینہ اخبار کو بھی بند کرنا پڑا کیونکہ جنگ کی وجہ سے اخباری کاغذ کی بے حد قلت ہو گئی تھی۔ دوبارہ چار صفحات کا ہفتہ وار اخبار

شارع العینیہ پر المدینہ المنورہ اخبار اور پرنٹنگ پریس کی عمارت۔ سڑکوں کی توسیع کرنے کی غرض سے اس عمارت کو منہدم کر دیا گیا تھا اور اب اس کی جگہ شیخ ناصر العامر کا جدید طرز کا شوروم واقع ہے۔

Marfat.com

نکلنا شروع ہوا۔ اور یہ شمارہ نمبر ۷۰۲ بتاریخ ۲۷ صفر ۱۳۷۷ھ (۱۹۵۷ء) تک نکلتا رہا۔ اس کے بعد اسے چھ صفحات کا کردیا گیا۔ ۸۱۳ نمبر شمارے بتاریخ ۱ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ (۱۹۵۹ء) سے المدینہ ہفتے میں دو بار نکلنے لگا۔

ایک چوتھائی صدی تک اخبار اسی پریس میں چھپتا رہا جو ہم نے ۱۹۳۶ء میں قائم کیا تھا۔ اس دوران دنیا میں طباعت کے وسائل ترقی کرچکے تھے۔ کچھ سعودی اخبارات روزنامے ہوگئے تھے۔ ہم نے بھی اپنے اخبار کو روزنامہ بنانے کا فیصلہ کیا اور المدینہ کو مدینہ منورہ سے منتقل کرکے جدہ لے آئے۔ ۱۱۱۴ نمبر شمارہ بتاریخ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ (۱۹۶۲ء) سے یہ اخبار روزنامہ ہوگیا۔ ایک ہفتے بعد ہم نے اپنے بیٹے محمد علی حافظ کو اسکا مدیر اعلیٰ بنادیا۔ محمد علی حافظ کی ولادت اور المدینہ اخبار کا ظہور ۱۹۳۶ء میں ہوا تھا۔ اور انہوں نے جرنلزم میں بی اے کیا تھا تب ہم نے اپنے بھائی خالد حافظ کو انتظامیہ کا انچارج بنادیا۔

۱۲۹۱ نمبر شمارہ بتاریخ ۴ صفر ۱۳۸۳ھ (۱۹۶۳ء) سے مدیر اعلیٰ کا عہدہ اپنے بیٹے ہشام علی حافظ کو دیا۔ جنہوں نے پولیٹکل سائنس میں بی اے کیا تھا اور محمد علی حافظ کو مینجنگ ایڈیٹر بنادیا۔ میں اور میرے بھائی عثمان حافظ نے تمام ایڈیٹوریل اور انتظامیہ کی ذمہ داری سنبھالی۔ اسوقت ہمیں بہت سی مشکلات پیش آئیں اور شاید اسوقت ہمارے لئے اخبار جاری رکھنا ممکن نہ ہوتا اگر ہمارے اندر حوصلہ اور صحافت کے پیشے سے محبت نہ ہوتی۔ ہم نے بہت اعلیٰ ہمتی سے جدوجہد جاری رکھی اور ہمارے بھائیوں و بیٹوں نے اس کوشش میں ہمارا ہاتھ بٹایا کیونکہ ہمارے ساتھ انہیں بھی اس پیشے سے محبت اور لگن تھی۔

المدینہ اخبار ایک روزنامے کی حیثیت سے ایک عرصے تک نہیں نکل سکا۔ یہ روزنامے کی شکل میں شائع ہونا تبھی شروع ہوا جب گورنمنٹ نے پریس کارپوریشن کا نظام شروع کیا۔ ۱۹۶۳ء کے آخر سے المدینہ اخبار المدینہ پریس کارپوریشن کے تحت شائع ہورہا ہے۔ میرے بیٹے محمد علی حافظ کو دوبارہ مدیر اعلیٰ بنایا گیا مگر جلد ہی انہوں نے یہ عہدہ چھوڑ دیا لیکن میں اور میرے بھائی عثمان حافظ ڈائریکٹرز کے بورڈ کے ممبر رہے۔ تب سے المدینہ اخبار کے درج ذیل حضرات مدیر اعلیٰ رہے:۔

عبدالحمید عنبر، محمد السعد العجروش، عزیز ضیاء، محمد عبدالقادر علاقی، عثمان حافظ، احمد محمد محمود اور غالب حمزہ ابو الفرج جو المدینہ اخبار کے لازمی اور ناگزیر مدیر اعلیٰ ہیں۔

ہم نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ اخبار کی نشرواشاعت میں گزار دیا۔ اخبار کی مکمل کہانی اور اسکو قائم رکھنے کا احوال میرے بھائی عثمان حافظ نے اپنی کتاب "الصحافہ فی ربع قرن" میں بیان کیا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

باب یازدہم

مدینہ منورہ ہمعصر عہد میں

Marfat.com

Marfat.com

العین الزرقا (نیلا چشمہ)

یہ چشمہ ۵۱ ہجری (۶۷۳ء) میں بنی امیہ دور کے پہلے حکمران معاویہ ابن سفیان کے دور حکومت میں مدینہ منورہ کے گورنر مروان ابن الحکم نے تعمیر کرایا۔ اس کا نام الزرقا اسلئے پڑا کہ گورنر مروان کی آنکھیں نیلے رنگ کی تھیں۔

اس چشمے کو ازرق کنوئیں سے پانی مہیا کیا جاتا تھا جو مسجد قبا کے مغرب میں الجعفریہ علاقے میں تھا۔ بعد میں مسجد قبا کے پاس ۹ کنوئیں کھودے گئے تاکہ ان سے اس چشمے کو وافر مقدار میں پانی مہیا کیا جاتا رہے۔

پانی کی سہولت:

مدینہ منورہ کے رہائشی علاقوں میں پانی مہیا کرنے کے لئے بہت سے ذرائع پیدا کئے گئے تاکہ لوگ اس چشمے کے پانی سے فیض اٹھا سکیں۔ شہر میں کئی جگہ نل لگا دیئے گئے جن میں پائپ کے ذریعے چشمے کا پانی پہنچتا تھا اور وہاں سے سقے مشکیزوں میں پانی بھر کر لوگوں کے گھروں میں لیجا کر بیچتے تھے۔ کچھ جگھوں پر جہاں دس میٹر زمین کھود کر اندر نل لگائے گئے تھے وہاں اندر تک سیڑھیاں بنادی گئی تھیں تاکہ سقے پانی کے مشکیزے لیکر آسانی سے اتر چڑھ سکیں۔ پانی مہیا کرنے کے لئے بہت سے مقامات تھے جن میں کچھ کے نام یہ ہیں۔ المناخہ، (المصلی مسجد کے قریب) الساحہ، داخل القلعہ، باب السلام، باب بصری، حارۃ الاغوات، ورب الجنائز اور الزکی۔

سعودی حکومت نے اس چشمے کو بہت اہمیت دی تاکہ شہریوں کو صاف اور میٹھا پانی وافر مقدار میں مہیا کیا جاسکے۔ ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۶ء) میں العین الزرقا کا نظام بہتر بنانے کے لئے ایک اسپیشل انتظامیہ کمیٹی قائم کی گئی جس کے صدر زین العابدین المدنی مقرر کئے گئے کمیٹی کے دوسرے ممبران محمد حسن سمان، ابراہیم ہاشم، یوسف حوالہ، عبدالعزیز الخریجی، حسین جباد، محمود دیولی اور عتیق مخرج مقرر ہوئے۔

۱۳۷۹ھ (۱۹۵۹ء) میں العین الزرقا کے محکمے میں کام کرنے والوں کی تعداد ۶۹ تھی اور اسکا بجٹ بہت معمولی تھا جبکہ ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء) میں بجٹ بڑھا کر ۲۰۳ ملین ریال ہوگیا۔ اسکے علاوہ ۲۰۲ ملین ریال کی منظوری ۲۰ انچ چوڑے پائپ بنانے کے لئے دی گئی۔ اس وقت ملازمین کی تعداد ۱۰۰۰ تک پہنچ گئی۔ اسی سال ۷ ملین ریال کی رقم جبل سلع اور قبا کے علاقوں میں دو بڑے پانی کے ٹینک بنانے کے لئے متعین کی گئی۔

۱۳۹۸ھ (۱۹۷۸ء) میں مدینہ منورہ میں پانی اور سینچائی کا محکمہ قائم کرنے کے لئے ایک شاہی فرمان جاری کیا گیا۔ جس میں العین الزرقا کی انتظامیہ کو ضم کرلیا گیا۔ ۱۴۰۳-۰۴ھ (۱۹۸۳-۸۴ء) میں اس محکمے کا بجٹ ۳۱۴ ملین ریال ہوگیا۔ العین الزرقا انتظامیہ کمیٹی کے صدر تاریخ وار ترتیب سے مندرجہ ذیل (بائیں سے دائیں) رہے۔

۱۔ زین العابدین مدنی۔ ۱-۷-۱۳۴۶ھ تا ۲۳-۷-۱۳۵۶ ہجری (۳۶-۱۹۲۶ء)

۲۔ ہاشم زین العابدین مدنی۔ ۲۳-۷-۱۳۵۶ھ تا ۱۰-۴-۱۳۶۶ ہجری (۴۶-۱۹۳۶ء)

۳۔ عبدالقادر غوث۔ ۱۰-۴-۱۳۶۶ھ تا ۱-۱-۱۳۸۶ ہجری (۶۶-۱۹۴۶ء)

۴۔ علی قمقم جی۔ ۱-۱-۱۳۸۶ھ تا ۱-۱-۱۳۹۵ ہجری (۷۵-۱۹۶۶ء)

۵۔ حسن حکیم۔ (قائمقام) ۱-۱-۱۳۹۵ھ تا ۲۷-۴-۱۳۹۶ ہجری (۷۶-۱۹۷۵ء)

Marfat.com

1

2

3

4

5

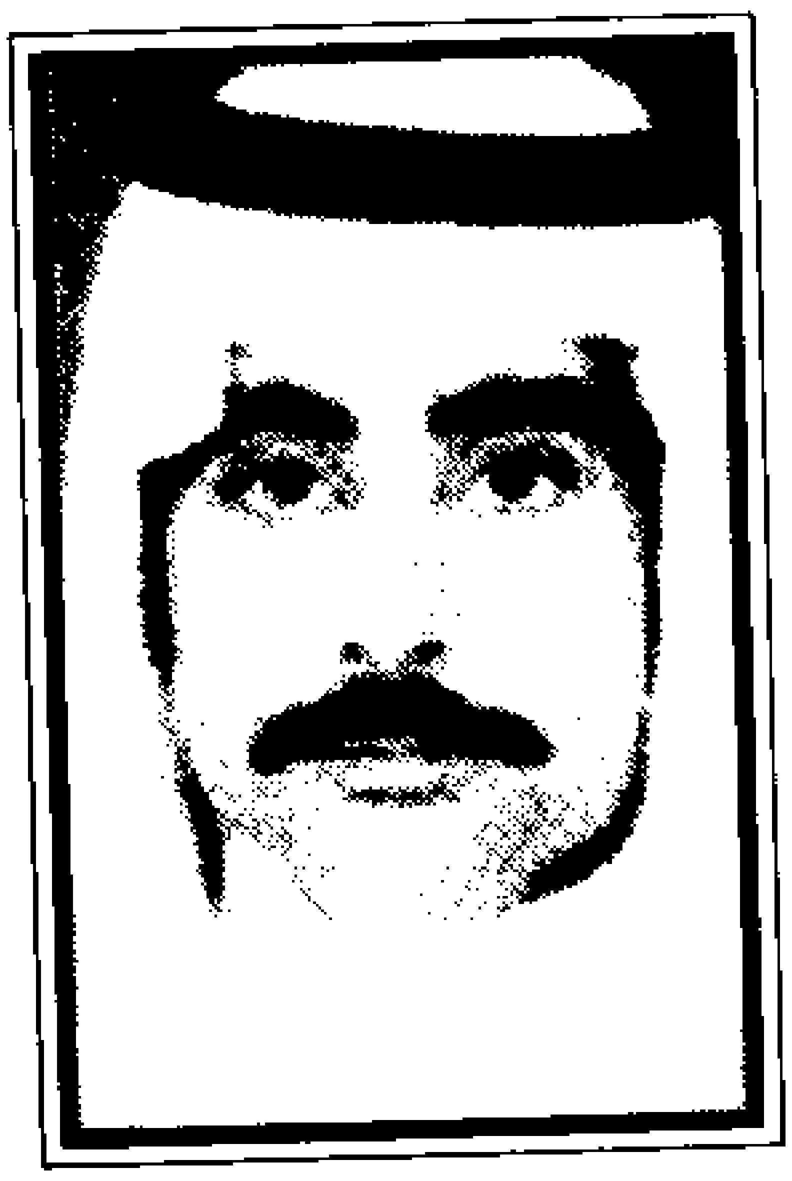

6

7

8

Marfat.com

۶۔ سعود الجام۔ (قائمقام) ۲۷-۴-۱۳۹۸ھ تا ۱۷-۵-۱۳۸۶ ہجری (۷۸-۱۹۷۶ء)

۷۔ عادل شیرہ۔ ۱۷-۵-۱۳۹۸ ہجری (۱۹۷۸ء) سے تاحال۔

۸۔ عباس قمقم جی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ العین الزرقا کے قیام کے وقت سے اب تک جن لوگوں نے قابل قدر خدمات انجام دیں ان میں ایک نام عباس قمقم جی کا بھی ہے۔

العین الزرقا کی خدمات کے سلسلے میں کچھ نمایاں نام یہ ہیں۔ شیخ ماجد کردی، احمد تساجی، عبداللہ حافظ، عباس زاہد، علی کابلی اور یوسف دیولی۔

شیخ محمود دیولی اور شیخ حمزہ جیلائد دونوں حضرات نے سیکریٹری کی حیثیت سے کام کیا۔

محکمہ پانی وسینچائی میں ضم ہونے کے بعد العین الزرقا نے اپنی انفرادی شناخت کھودی۔ مجھے امید ہے کہ العین الزرقا نام اس کی تاریخی اہمیت کا خیال رکھتے ہوئے محفوظ رکھا جائیگا۔ کیونکہ یہ نام امیہ دور کے حکمراں معاویہ ابن ابوسفیان کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔ جسکو ۱۳ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے۔

سمندر کے کھاری پانی کو پینے کے قابل بنانے کا عمل:۔ جوں جوں مدینہ منورہ کے لوگ نلوں کا پانی کثرت سے استعمال کرنے لگے زمین کے نیچے پانی کی سطح کم ہوتی گئی۔ العین الزرقا سے کھینچ کر پانی ٹینکوں وحوضوں میں اور وہاں سے پائپوں کے ذریعے گھروں میں پہنچایا جاتا۔ اسطرح بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے پانی ناکافی ہوگیا۔

سمندر کے کھارے پانی کو میٹھا اور پینے کے قابل پانی میں تبدیل کرنے کے لئے بنائی گئی کارپوریشن ایس ڈبلو سی نے مدینہ منورہ پلانٹ کا افتتاح ۷-۴-۱۳۹۸ھ (۱۹۸۰ء) کو کیا۔ اس موقع پر ایک عظیم جشن منعقد کیا گیا اور شاہ خالد کی سرپرستی میں مدینہ منورہ شہر میں اس میٹھے پانی کا پہلا قطرہ پہنچانے کی رسم ادا کی گئی۔

۹۰۰۰۰ کیوبک میٹر پانی کے ٹینک کے قریب یہ تقریب منعقد ہوئی جو مسجد قبا کے جنوب مغرب میں ایک کلو میٹر کے فاصلے پر جبل عیر کے مغرب میں بنایا گیا تھا۔ یہ مدینہ منورہ کی جدید تاریخ میں ایک یادگار دن تھا۔ یہ پلانٹ ینبع کے شمال میں ۴۱ کلومیٹر کے فاصلے پر بحرالاحمر پر بنا تھا۔

پلانٹ کی خصوصیات:

جن پائپوں کے ذریعے مدینہ منورہ کو پانی پہنچایا جاتا تھا۔ وہ ۳۲ انچ چوڑے تھے اور انکی مجموعی لمبائی ۱۷۶ کلومیٹر تھی۔ یہ پائپ السراۃ کے پہاڑوں، وادئ الصفرا، المسیجید، الفریش، المفروحات اور قبا سے ہو کر گزرتے تھے۔

اس پلانٹ میں ۲۵ ملین گیلن پانی روزانہ بنانے کی گنجائش ہے جس میں سے ۲۰ ملین گیلن مدینہ منورہ پہنچتا ہے۔ اور باقی ینبع میں استعمال ہوتا ہے۔

یہ پلانٹ ۲۵۰ میگاواٹ بجلی روز پیدا کرتا ہے جس میں سے ۲۰۰ میگاواٹ مدینہ منورہ کے حصے میں آتی ہے اور ۵۰ میگاواٹ ینبع میں خرچ ہوتی ہے۔

مدینہ منورہ میں بجلی کا انتظام:۔ سب سے پہلے مدینہ منورہ میں بجلی کے جنریٹر کا ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۶ء) میں ترکی دور حکومت میں ایک ریلوے لائن کے ساتھ افتتاح ہوا۔ عثمانیہ انتظامیہ نے مسجد نبوی کے شمال میں ایک ریلوے

Marfat.com

اسٹیشن بنایا اور ایک جنریٹر لگایا جو مسجد نبوی کو بھی بجلی سپلائی کرتا تھا۔

مدینہ منورہ میں سمندر کے کھارے پانی کو میٹھے پانی میں تبدیل کر کے پہلا قطرہ پہنچانے کی رسم افتتاح شاہ خالد ابن عبدالعزیز کے ہاتھوں انجام پائی۔ تصویر میں بائیں طرف وزیر زراعت و آبپاشی ڈاکٹر عبدالرحمن الشیخ دیکھے جاسکتے ہیں۔

یہ ریلوے اسٹیشن قریب کی دوسری تمام عمارتوں کے ساتھ منہدم کردیا گیا جب مسجد نبوی کی توسیع کی گئی۔ ریلوے اسٹیشن کے ساتھ جنریٹر بھی جو اس میں لگا ہوا تھا اور مسجد نبوی کو بجلی فراہم کرتا تھا، منہدم کردیا گیا اس کے بعد ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۵ء) میں ٹھیکیدار محمد بن لادن نے مدینہ منورہ سے ۹ کلو میٹر دور ایک بجلی گھر بنایا اس کے

رہٹ کے ذریعے کنوؤں سے پانی کھینچا جاتا تھا اب ان کی جگہ پمپوں اور دوسری مشینوں نے لے لی ہے۔

ایک سال بعد بجلی کی کمپنی وجود میں آئی اور ۱۹۵۷ء میں بن لادن کا بنایا ہوا بجلی گھر اس میں شامل کرلیا گیا۔ اسوقت کے وزیر مالیات نے باقاعدہ اس کی ملکیت نئی کمپنی کو سونپ دی۔

Marfat.com

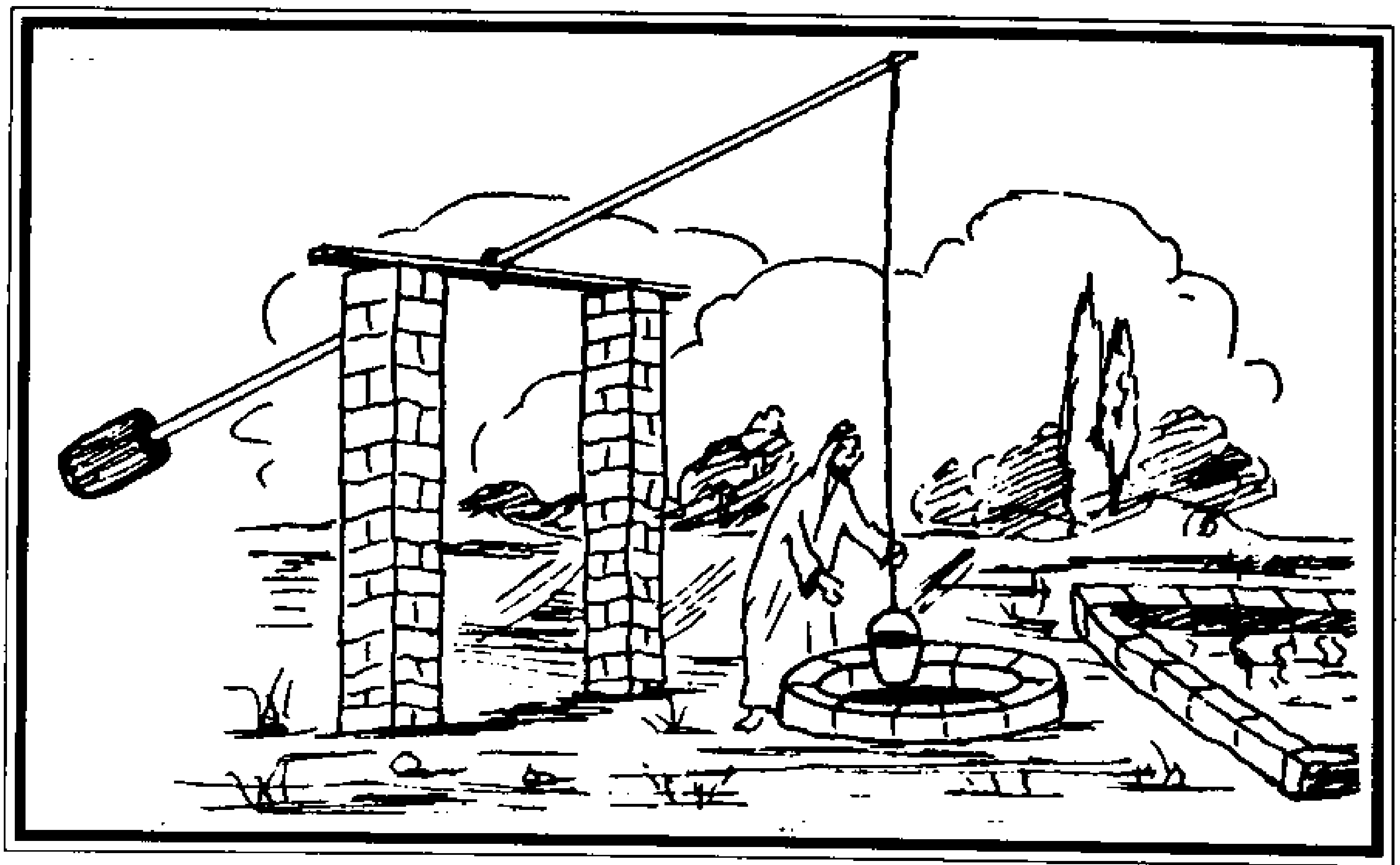

خاکے میں دکھایا گیا آبپاشی کا قدیم طریقہ جس سے چھوٹے باغیچوں کو آبپاشی کی جاتی تھی۔

اسوقت سے مدینہ منورہ میں بجلی کا نظام اور سہولت بہتر ہو گئی۔ ۱۳۸۸ ہجری (۱۹۶۸ء) میں بجلی کی کل پیداوار ۶۱۰۰ کلوواٹ تھی اور بل ادا کرنے والے ۱۲۳۱۵ تھے۔ پندرہ سال بعد ۱۹۸۳ء میں پیداوار ۱۰۵۰۰۹ کلوواٹ تھی اور بل ادا کرنے والوں کی تعداد ۱۸۹۰۰۰ تھی۔

Marfat.com

Marfat.com

باب دوازدہم

مدینہ منورہ میں ترقیاتی منصوبوں

۱۳۸۵--۱۳۷۰ہجری (۱۹۶۵--۱۹۵۰عیسوی)

پر عمل در آمد

Marfat.com

Marfat.com

بن لادن کمپنی کے ذریعے منصوبوں پر عمل در آمد

مستاجر محمد بن لادن کو مسجد نبوی کی توسیع وتجدید کا ٹھیکہ دیا گیا اور اسوقت یہ منصوبہ سعودی حکومت کے بڑے منصوبوں میں سے ایک تھا۔

اس کے علاوہ ۲۶ دوسرے منصوبوں کا کام بھی بن لادن کمپنی کو سونپا گیا جن میں اسلامیہ یونیورسٹی اور بہت سی مساجد کی تعمیر اور بہت سی سڑکوں کی تعمیر و کنکریٹ بچھانا شامل تھا۔

میونسپلٹی کا ۱۳۸۱ اور ۱۳۸۵ ہجری (۱۹۶۵-۱۹۶۱ء) کے دوران منصوبوں پر عمل در آمد:-

علی حافظ (راقم الحروف) ۱۹۶۱ عیسوی سے ۱۹۶۵ عیسوی تک مدینہ منورہ کی میونسپلٹی کے چیرمین رہے۔ اس مدت میں میونسپلٹی نے مدینہ منورہ کو دلکش اور خوبصورت بنانے کے لئے ۷۰ منصوبوں پر عمل در آمد کیا جن میں ۷ پبلک پارک اور فواروں کی تعمیر بھی شامل تھی۔ ان منصوبوں کی مجموعی لاگت ۲۷ ملین ریال تھی۔

شہزادہ فیصل نے، جو بعد میں سعودی عرب کے شاہ بنے، المدینہ المنورہ اخبار کے تجویز کردہ مدینہ منورہ کی ترویج وترقی کے منصوبوں پر خاص توجہ دی۔ میں اور میرے بھائی عثمان حافظ اپنے اخبار کے ذریعے مدینہ منورہ اور اسکے لوگوں کی بھلائی وبہتری کے لئے گورنمنٹ کے سامنے تجاویز پیش کرتے رہتے تھے جن پر گورنمنٹ کے افسران بہت ہمدردی سے غور کر کے عمل در آمد کراتے تھے۔

شہزادہ فیصل نے مدینہ کے نائب گورنر کو احکامات صادر کئے کہ کچھ نئی سڑکیں بنانے اور کچھ کو کنکریٹ سے پختہ کرانے کے لئے اخبار المدینہ کے تجویز کردہ پانچ مخصوص منصوبوں پر غور کرنے کے لئے ایک خاص کمیٹی تشکیل دی جائے۔

شہزادہ فیصل نے مدینہ منورہ کے منصوبوں کا معائنہ کرنے کے لئے دو گھنٹے وقف کئے اور بہت غور سے ان پر عمل در آمد ہوتے دیکھ کر اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ان منصوبوں پر عمل کے دوران جو بھی مشکلات یا مسائل پیدا ہوں گے گورنمنٹ انہیں حل کرنے کا عزم رکھتی ہے۔ میونسپلٹی کے چیرمین کی حیثیت سے میں (راقم الحروف) نے شہزادہ فیصل سے زیر تعمیر پروجیکٹوں کا معائنہ کرنے کی درخواست کی جو انہوں نے فوراً منظور کرلی۔ اور میں معائنے کے دوران ہر پروجیکٹ کی تفصیل ان کے گوش گزار کرتا رہا۔

معائنے کے دورے کے دوران شہزادہ فیصل میرے غریب خانے پر بھی تشریف لائے جہاں ان کے ساتھ قہوہ پینے کا شرف حاصل ہوا۔

شہزادہ فیصل نے المناخہ، باب قبا، اور العنبریہ علاقوں میں بنے پارکوں کا معائنہ کیا۔ انہوں نے فٹ پاتھ اور سڑکوں کا بھی معائنہ کیا جو بنائی جارہی تھیں یا جن پر کنکریٹ بچھایا جارہا تھا۔

مدینہ کی ترویج و ترقی میں وزارت داخلہ، وزارت سماجی امور، وزارت صحت، وزارت مواصلات، وزارت زراعت اور وزارت اطلاعات و نشریات نے بھی بہت اہم کردار ادا کیا ہے

Marfat.com

شاہ فیصل
ابن
عبدالعزیز

شہزادہ فیصل ابن عبدالعزیز (مستقبل کے شاہ فیصل) تصویر میں علی حافظ (راقم الحروف) کے شارع قباوالے مکان پر تشریف فرما ہو کر علی حافظ کو اس منصوبے کے بارے میں ہدایت دے رہے ہیں۔ جو انہوں نے شہزادے کے سامنے پیش کیا تھا۔ تصویر میں عثمان حافظ اور ہشام علی حافظ بھی نظر آرہے ہیں۔

Marfat.com

امور صحت اور اسپتال

وزارت صحت نے مدینہ منورہ میں حسب ذیل اسپتال تعمیر کرائے

مستشفیٰ الملک:

یہ اسپتال باب الشامی میں ۱۹۵۱ء سے پہلے تعمیر کرایا گیا۔ مدینہ منورہ کے شہریوں اور بہت سے زائرین نے اسپتال کی تعمیر کے لئے مالی عطیات سے مدد کی۔ الخضرا خاندان کی ایک فلسطینی خاتون نے اس نیک مقصد کے لئے سب سے پہلے عطیہ دیا۔ سعودی گورنمنٹ نے زمین کے ایک بڑے پلاٹ پر اس اسپتال کی عمارت کو تکمیل کے مراحل تک پہنچایا۔

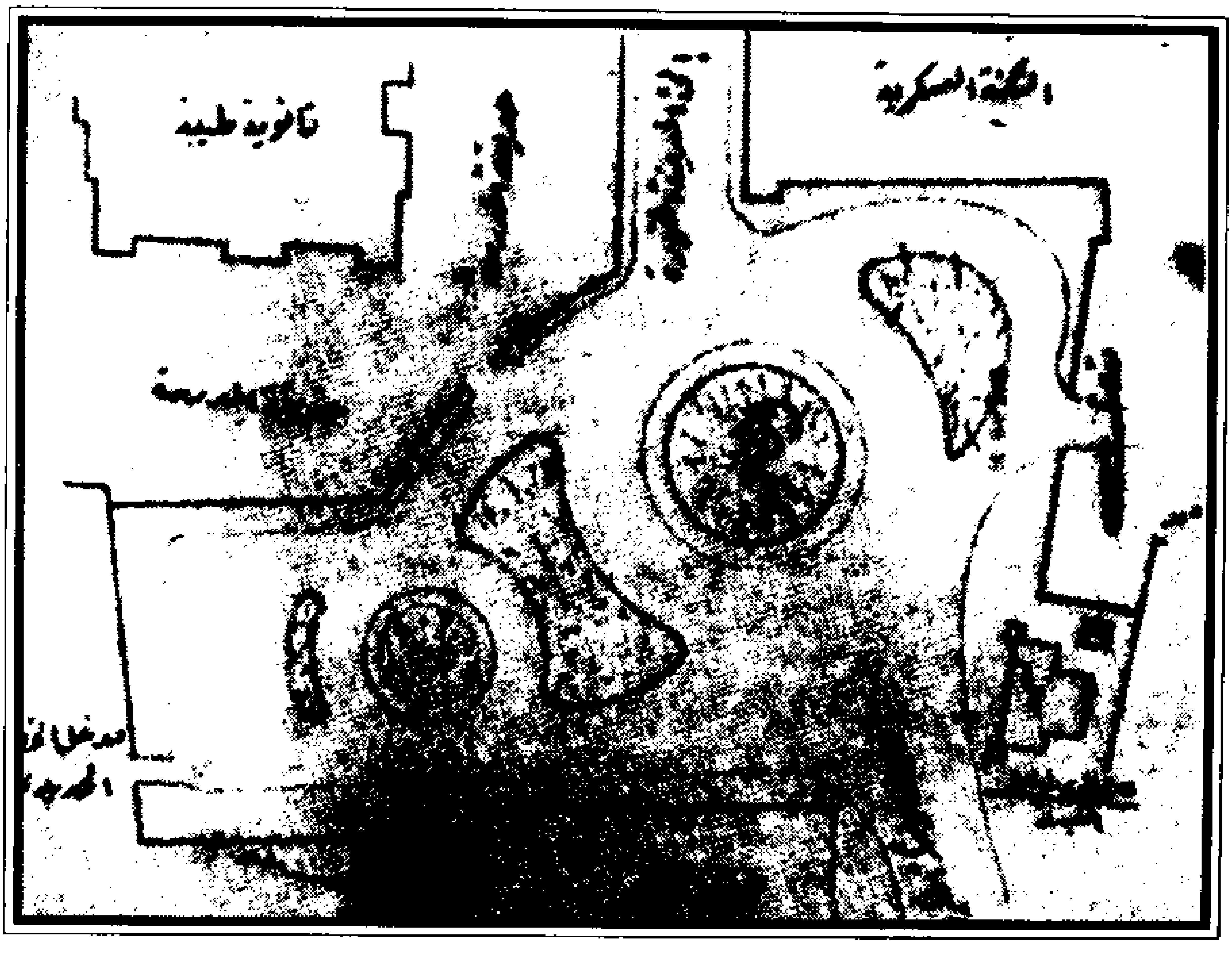

مع باغیچوں کے العنبریہ چوراہے کا نقشہ۔ بعد میں اس کے بیچ ایک فوارہ بھی نصب کرایا گیا۔

مستشفیٰ الولادۃ:

بچوں کی ولادت کے لئے یہ اسپتال بھی ۱۹۵۱ء سے پہلے باب الشامی میں تعمیر کرایا گیا۔ یہ مصر کی حکومت نے مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے مصر کے شاہ فاروق کی آمد پر بطور یادگار تعمیر کرایا تھا۔ بعد میں سعودی گورنمنٹ نے اسکی توسیع کرائی۔ اب مدینہ منورہ میں بیس اسپتال ہیں جن میں سے ۹ خاص شہر میں اور ۱۱ مضافاتی علاقوں میں ہیں ان

Marfat.com

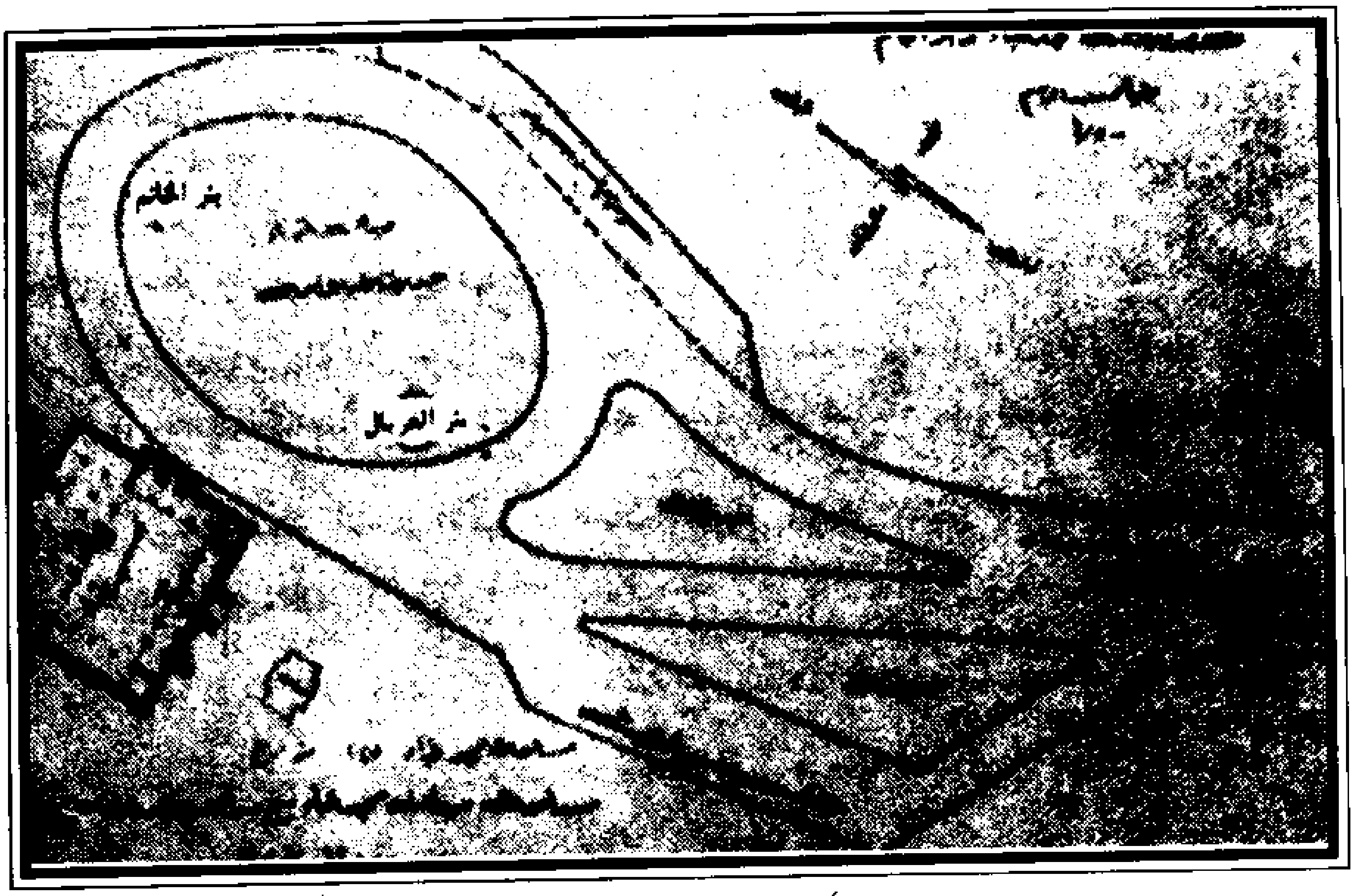

مسجد قبا کا نقشہ جس میں فوارہ کے علاوہ کار پارکنگ، پبلک پارک اور بئر الخاتم دیکھے جا سکتے ہیں۔

میں ۲۸۷۰ بستر ہیں۔ ۱۳۰ صحت کے مراکز اور دواخانے ہیں ڈاکٹروں کی تعداد ۱۴۱۵ ہے۔ نرسوں اور ٹیکنیشین کی تعداد ۱۵۴۸ ہے۔ ۲۰۰ بستروں کا نفسیاتی علاج کے لئے ایک اسپتال زیر تعمیر ہے۔

اطلاعات و نشریات کے منصوبے:

وزارت اطلاعات و نشریات کی عمارت شارع المناخہ پر ۱۹۶۵ء میں تعمیر ہوئی۔ ٹی وی اسٹیشن جبل عیر کے جنوب مغرب میں ذی الحلیفہ کے علاقے عبار علی میں ۱۹۶۶ء میں قائم ہوا۔

پیر کے روز ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو شاہ فہد نے مدینہ منورہ میں ٹی وی اسٹیشن کا افتتاح کیا اور اس تاریخی موقع پر تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ آج کے بعد ان کے لئے ملک معظم اور جلالۃ الملک وغیرہ خطابات کی بجائے خادم الحرمین الشریفین کا خطاب استعمال کیا جائے۔

۱۹۶۷ء میں اس اسٹیشن سے ٹی وی کا براہ راست بلیک اینڈ وہائٹ نشریہ شروع ہوا۔ اور ۹ سال کے بعد اس نے رنگین نشریہ شروع کردیا۔ ۱۹۸۴ء میں اس اسٹیشن نے پہلے اور دوسرے دو چینل پر نشریات شروع کردیں۔ ۱۸۵۰۰ مربع میٹر زمین پر بنے ہوئے اس اسٹیشن کی لاگت ۱۲۰ ملین ریال تھی جس میں ایک بڑا باغیچہ بھی تھا اور ۳۱۱۰ مربع میٹر جگہ پر ٹیکنیکل اور انتظامی کاموں کے لئے عمارت بنائی گئی تھی۔

اس ٹی وی اسٹیشن کے لئے بہترین جدید ترین سامان اور مشینیں مہیا کی گئی ہیں۔ جن میں ۴ ایف ایم ٹرانسمیٹر، جنرل پروگرام اور قرآن پاک کے اسپیشل پروگرام کے لئے ہیں اس کے علاوہ پانچ کلوواٹ پاور کے چار ٹرانسمیٹر پہلے اور دوسرے چینل کے لئے اور ۱۰۰ میٹر اونچا ایک مینار ہے جو تیس کلو میٹر حلقے کا احاطہ کرتا ہے۔

القماشہ بازار میں آتشزدگی:

۱۸-۷-۱۳۹۷ھ (۱۹۷۷ء) کو القماشہ بازار میں آگ لگ گئی جو مغرب میں باب المصری سے شروع ہو کر

Marfat.com

وزیر اطلاعات و نشریات
علی الشاعر

وزیر صحت
فیصل الحجیلان

مشرق میں باب السلام کے چوراہے تک پھیل گئی۔ اس بازار کو سوق جوہ المدینہ اور سوق الحدرہ بھی کہا جاتا تھا تقریباً ۴۰۰ دکانیں جل کر بالکل خاک ہو گئیں۔ مگر کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔

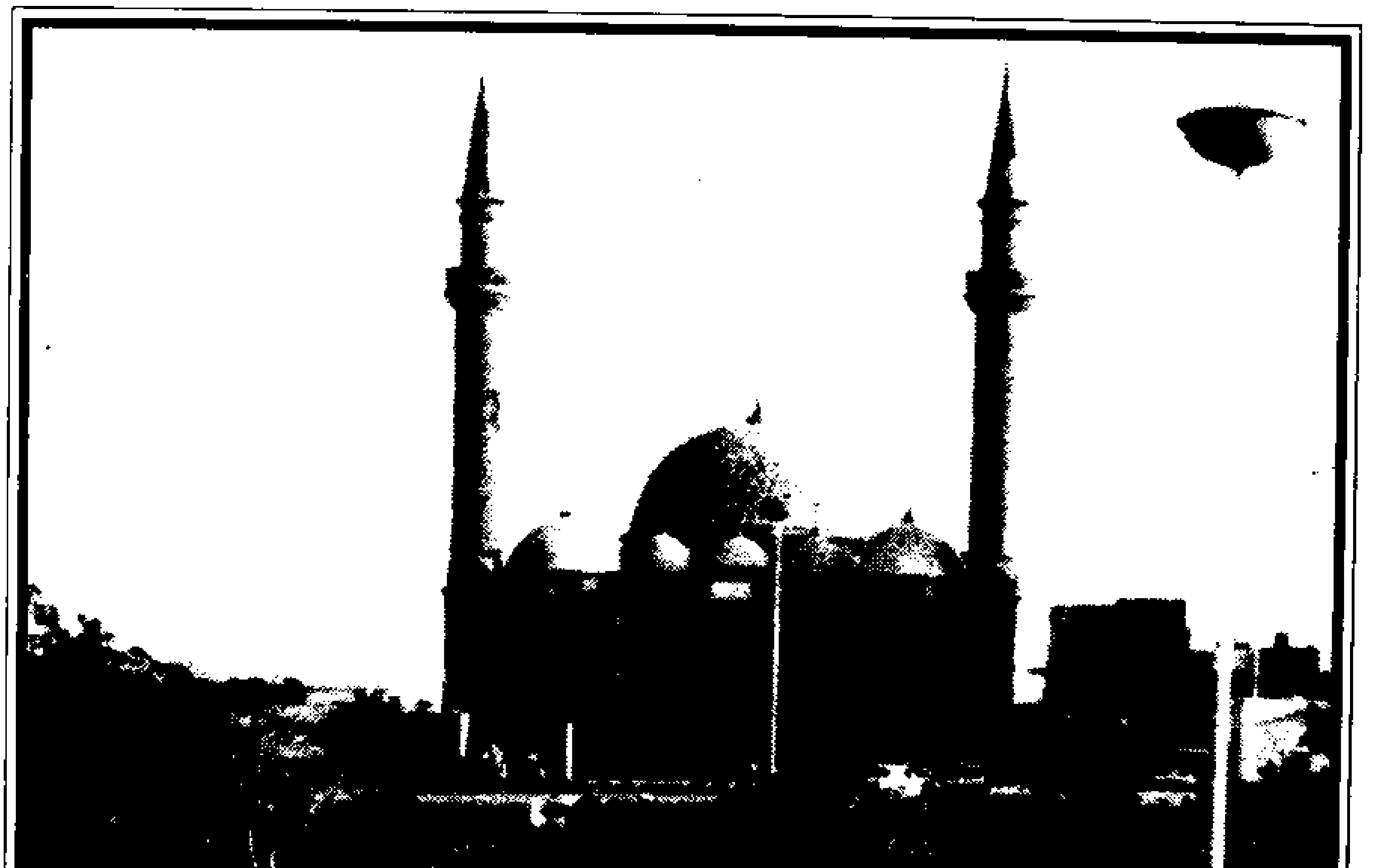

العنبریہ چوراہے پر فوارے کی تصویر جس میں ریلوے اسٹیشن، مسجد اور باغیچے نظر آ رہے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

باب سیزدہم

دفاتر گورنمنٹ و خدمتِ عامہ

Marfat.com

Marfat.com

جوار مدینہ منورہ کی گورنرشپ

یہ مدینہ منورہ اور مضافات کے علاقوں کے لئے گورنمنٹ کے تمام محکموں کی مجلس منتظمین ہے جو حکومت کی نمائندہ ہے اور اس کے قانون واحکام پر عمل در آمد کرانے کے لئے اعلیٰ اختیارات رکھتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز مرحوم نے ۱۹ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۵ء) کو اپنے صاحبزادے شہزادہ محمد کو مدینہ منورہ کا گورنر نامزد کیا اور انہیں اشرف کے دور حکومت کے گورنر شہزادہ احمد ابن منصور اور مدینہ منورہ کی محافظ فوج کے کمانڈر عبدالمجید پاشا سے مدینہ منورہ کو اپنی تحویل میں لینے کا اختیار دیا۔

شہزادہ محمد ابن عبدالعزیز

مدینہ منورہ پر قبضہ حاصل کرنے اور شہر میں امن وامان قائم کرنے کے بعد شہزادہ محمد، ریاض واپس لوٹ گئے۔ وہ ریاض میں قیام پذیر ہوتے ہوئے مدینہ منورہ کے گورنر رہے اور ان کی غیر موجودگی میں درج ذیل ڈپٹی گورنر پورے اختیارات کے ساتھ جانشین رہے۔

ڈپٹی گورنر عبدالعزیز ابن ابراہیم ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۴۶ ہجری (۱۹۲۷ء) سے ۱۳ صفر ۱۳۵۵ ہجری (۱۹۳۶ء) تک۔

ڈپٹی گورنر عبداللہ السدیری ۱۲ صفر ۱۳۵۵ ہجری (۱۹۳۶ء) سے ۱۳ شعبان ۱۳۷۹ ہجری (۱۹۶۰ء) تک۔

سعودی دور حکومت میں مدینہ منورہ کے گورنر:

ڈپٹی گورنر ابراہیم سالم السبحان ۱۹ جمادی الاول ۱۳۴۴ ہجری (۱۹۲۵ء) تا جمادی الثانی ۱۳۴۵ ہجری (۱۹۲۶ء)۔

ڈپٹی گورنر مشاری ابن جلوی یکم رجب ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۶ء) تا ۹ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۷ء)۔

حمزہ غوث ڈپٹی گورنر کے نائب کی حیثیت سے (برائے شہری امور) السبحان اور شہزادہ مشاری کے دور میں خدمات انجام دیں۔

حمزہ غوث۔ڈپٹی گورنر

شہزادہ ابراہیم سالم۔ڈپٹی گورنر

شہزادہ عبدل محسن۔ گورنر

Marfat.com

ڈپٹی گورنر عبدالرحمٰن عبداللہ السدیری ۲۹ شعبان ۱۳۸۰ھ (۱۹۶۱ء) تا ۲ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء)۔

شہزادہ عبدالمحسن ابن عبدالعزیز السعود شاہی فرمان نمبر ۱/۱۲ بتاریخ ۲ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء) کی رو سے یکم رجب ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء) سے مدینہ منورہ کے گورنر مقرر ہوئے۔ وہ ۲۰ شعبان ۱۴۰۵ھ (۱۹۸۵ء) تک اس عہدے پر فائز رہے۔ وہ ۲۱-۲۰ شعبان ۱۴۰۵ھ (۱۹۸۵ء)، ہفتے کی رات سوا گیارہ بجے ریاض کے خصوصی اسپتال میں انتقال فرما گئے۔

سعد الناصر السدیری فرمان نمبر ۸/۴۲ کی رو سے ۲۲ رجب ۱۳۸۷ھ (۱۹۶۷ء) کو مدینہ منورہ کے گورنر مقرر ہوئے۔

شہزادہ عبدالمجید ۱۵-۵-۱۴۰۶ ہجری (۲۵-۱-۱۹۸۶) کو مدینہ منورہ کے گورنر مقرر ہوئے۔

مدینہ منورہ کی پولیس:

وزیر داخلہ شہزادہ نائف ابن عبدالعزیز مملکت سعودی عرب کی مع مدینہ منورہ حفاظت اور سلامتی کے انچارج ہیں۔

شہزادہ عبدالعزیز ابن ابراہیم۔ڈپٹی گورنر

شہزادہ عبداللہ السدیری۔ڈپٹی گورنر

شہزادہ مشاری ابن جلوی۔ڈپٹی گورنر

شہزادہ سعد الناصر۔ گورنر

شہزادہ عبدالمجید۔ گورنر

وزارت داخلہ اس ترقی یافتہ دور میں جدید طرز کے ذرائع استعمال کرتی ہے۔ کام کو آسان بنانے کے لئے کمپیوٹر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مدینہ منورہ کے داخلی اور خارجی شعبوں کے پولیس ڈائریکٹروں کا بنیادی فرض شہریوں، سیاحوں اور زائرین کی مشکلات حل کرنا، شہر میں امن وامان قائم رکھنا اور لوگوں کی جان ومال کی حفاظت کرنا ہے۔ یہ شعبے وزیر داخلہ کو جواب دہ ہیں اور انہی سے ہدایت لیتے ہیں۔

Marfat.com

مدینہ منورہ میں خدمات ٹیلیفون و ٹیلیگراف کا آغاز

۱۳۱۸ ہجری میں ترکی دور حکومت کے دوران ٹیلیگراف کی لائن کا آغاز ہوا۔ اس کا استعمال گورنمنٹ کے دفاتر میں، مدینہ منورہ کے لوگوں کی ضرورت اور تجارتی لین دین میں سہولت پیدا کرنے کے لئے ہوا۔

حجاز ریلوے کے مصروف عمل دور میں مدینہ منورہ کو اس لائن کے ذریعے جن بڑے اسٹیشنوں سے ملایا گیا ان میں درج ذیل اسٹیشن بھی شامل تھے۔

وزیر برق و برید وہاتف ڈاکٹر علوی درویش کیال

دمشق، العلا، مدائن صالح، تبوک، معان، عمان اور درعا۔

۱۳۲۶ ہجری میں ایک دوسری لائن شروع کی گئی جس نے مدینہ منورہ کو الحفیرہ، مخیط، بواط، ابار نصیف، البویرہ جیسے چھوٹے اسٹیشنوں کے ساتھ مربوط کردیا۔ اس رابطے نے ریلوے کے نظام اور پابندی اوقات میں بہتری پیدا کردی۔

۱۳۳۵ ہجری میں ترکی دور حکومت کے دوران مدینہ منورہ میں ٹیلیفون کا آغاز ہوا۔ اس کا ایک مرکزی ایکسچینج تھا جس میں ۵۰ لائنوں کی صلاحیت تھی۔ اس وقت ٹیلیفون کا استعمال صرف ملٹری کرتی تھی۔ ۱۳۴۷ ہجری میں اس کا استعمال گورنمنٹ کے دفاتر میں بھی شروع ہوگیا۔

اسی سال ترکوں نے لاسلکی ٹیلیگراف کی لائن کا آغاز کیا۔ یہ اسٹیشن باب الشامی علاقے کے باہر شہر کے شمال میں فیکٹریوں کے دوسری طرف بنایا گیا۔ یہ شہری خبر رسانی کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

سعودی دور حکومت میں ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کی خدمات کا ارتقاء:

سعودی دور حکومت میں مراسلاتی نظام میں ایک انقلاب آیا اور پرانی مشینوں کی جگہ جدید ترین کمپیوٹر کی مشینوں نے لے لی۔ مدینہ منورہ سے باہر ٹیلیگرام جانے کی ماہانہ اوسط تعداد ۲۵۹۵ ہے اور وصول ہونے کی تعداد ۲۶۰۰ ہے اس میں حج کے ایام کی تعداد شامل نہیں ہے۔ اس دوران یہ تعداد دوگنی ہوجاتی ہے۔

سعودی دور حکومت میں ۱۳۴۴ ہجری کے آغاز سے ٹیلیفون کا نظام بہت بہتر ہوگیا اور دن بدن بہتر سے بہتر ہوتا جارہا ہے۔ سینٹرل ایکسچینج کی تعداد بڑھ کر ۲۱ ہوگئی جن میں سے ہر ایک میں ۱۰۰ لائنیں ہیں اور زیر عمل لائنوں کی تعداد ۱۸۹۰ تک پہنچ گئی ہے جن میں ۱۴۵۱ تجارتی اور ۴۳۹ دفاتر کی ہیں۔

۱۳۷۶ ہجری میں لاسلکی ٹیلیفون کا آغاز ہوا اور باضابطہ طور پر اس کا افتتاح ۱۰-۲-۱۳۷۷ ہجری کو ہوا۔ لوگ آسانی سے اندرون اور بیرون ملک ٹیلیفون کالیں کرنے لگے۔ اندرونی کالوں کی تعداد ۱۲۵۵ ماہانہ اور بیرونی کالوں کی تعداد ۱۷ ماہانہ تھی جبکہ حج کے ایام میں یہ تعداد دوگنی ہوجاتی تھی۔

Marfat.com

ڈاک کا نظام:

سعودی دور حکومت کے آغاز ہی میں ڈاک کے نظام میں اصلاح ہوئی اور اونٹوں و خچروں کی بجائے ڈاک لانے اور لے جانے کے لئے کاریں استعمال کی جانے لگیں۔ ۱۳۶۶ ہجری میں ڈاک کی آمدورفت کے لئے کاروں کے ساتھ ہوائی جہاز بھی استعمال کئے جانے لگے۔ ماہانہ خطوط کا اوسط ۹۶۲۹۰ تھا جن میں ۸۶۶۴ رجسٹری شدہ تھے۔

مواصلات بریہ:

سڑکوں پر سواری اور بار برداری کے میدان میں بھی بہت ترقی ہوئی۔ آدمی اور سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے میں موٹر کاروں کا استعمال شروع ہوا۔ مدینہ منورہ اور جدہ کا ۴۱۵ کلومیٹر کا درمیانی فاصلہ چھوٹی کاروں سے ۵ گھنٹے میں اور بڑی گاڑیوں سے چار گھنٹوں میں طے ہونے لگا جبکہ اس سے پہلے اونٹوں کے ذریعے یہ فاصلہ ۱۲ دن میں اور سڑکیں پختہ نہ ہونے کی وجہ سے کاروں کے ذریعے بھی یہ فاصلہ تین دن میں طے ہوتا تھا۔

سعودی دور میں محکمہ حج کے مہتمم:

محکمہ حج کے ڈائریکٹر مقرر ہونے والے حضرات میں سب سے پہلے شخص میرے بھائی عثمان حافظ تھے۔ انہوں نے یہ عہدہ ۱۳۶۵ ہجری سے ۲۹-۷-۱۳۸۶ ہجری تک سنبھالا۔ درج ذیل حضرات سعودی دور میں اس عہدہ پر فائز رہے۔

السید عثمان حافظ

السید محمد عبداللہ بافقیہ

السید سالم اسعد نعمان

السید ہاشم حمزہ خلیل

محکمہ اوقاف

محکمہ اوقاف کے سپرد مسجد نبوی کی نگرانی اور اس پاک اور افضل مقام کو ہمیشہ پاک و صاف اور بہترین حالت میں رکھنے کی ذمہ داری ہے۔ یہ محکمہ اوقاف کی عمارتیں تعمیر کراتا ہے، ان کی مرمت وغیرہ کا خیال رکھتا ہے اور ان کے اثاثے کا نگراں ہے۔ اس کے فرائض میں عمارتوں کا کرایہ وصول کرنا اور ضرورت پڑنے پر انہیں فرنیچر وغیرہ سے آراستہ کرنا بھی ہے۔ مسجد نبوی اور شہر کی دوسری مساجد کو فرنیچر وغیرہ سے آراستہ کرنا اور دوسرے اخراجات ادا کرنا بھی اس کی ذمہ داری میں شامل ہیں۔ یہ مساجد میں مؤذن اور امام مقرر کرتا ہے اور مسجد نبوی کے لئے ہدیئے وصول کرتا ہے۔

Marfat.com

حرمین شریفین کے مزید بہتر انتظام و نگرانی کے لئے ۱۳۹۷ ہجری میں ایک شاہی فرمان شیخ ناصر محمد الراشد کو حرمین شریفین کے محکمے کا صدر بنانے کے لئے جاری کیا گیا۔ شیخ ناصر دونوں متبرک عبادتگاہوں کے تمام معاملات کے نگراں ہیں۔ یہ اس منصب پر مقرر کئے گئے پہلے شخص ہیں۔ اس سے پہلے آپ تعلیم نسواں کی مجلس منتظمہ کے چیئرمین تھے۔

* * * * * *

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملحقات کتاب

مدینہ منورہ کے ترقیاتی منصوبوں میں
شاہ فہد ابن عبدالعزیز
کا حصہ

Marfat.com

Marfat.com

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کا عظیم اسلامی منصوبہ (مدینہ منورہ میں قرآن پاک کی طباعت کے لئے عظیم الشان پریس)

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد ابن عبد العزیز

تمام دنیا کے مسلمان بہت شدت سے متمنی تھے کہ قرآن پاک اپنی اصلی اور صحیح صورت میں کسی معتبر چھاپہ خانے میں اتنی زیادہ تعداد میں چھپے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں تک وہ نسخہ پہنچ جائے اور وہ ان نسخوں سے نجات حاصل کرلیں جو غیر معتبر چھاپہ خانوں میں رموز اوقاف کے سلسلے میں لاپروائی برت کر چھاپے گئے ہیں یا جن میں اسلام کے مخالفین نے اپنے حساب سے ردوبدل کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد نے جو اسلامی مقاصد کی حمایت و کفالت کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں اس ضرورت کو محسوس کرلیا اور قرآن پاک اپنی اصلی صورت میں چھاپنے کے لئے مدینہ منورہ میں ایک ایسا عظیم الشان مطبع قائم کیا جو ساری دنیا میں اپنی مثال نہیں رکھتا اور جو تمام دنیا کے مسلمانوں تک اغلاط سے پاک یہ نسخے پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

شاہ فہد جو تعلیم کے زبردست حامی ہیں اور عالم اسلام کے مسائل حل کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں ان کا یہ کارنامہ اسلامی اور عالمی سطح پر ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور دنیا کے سارے مسلمانوں کے لئے فخر کا باعث

Marfat.com

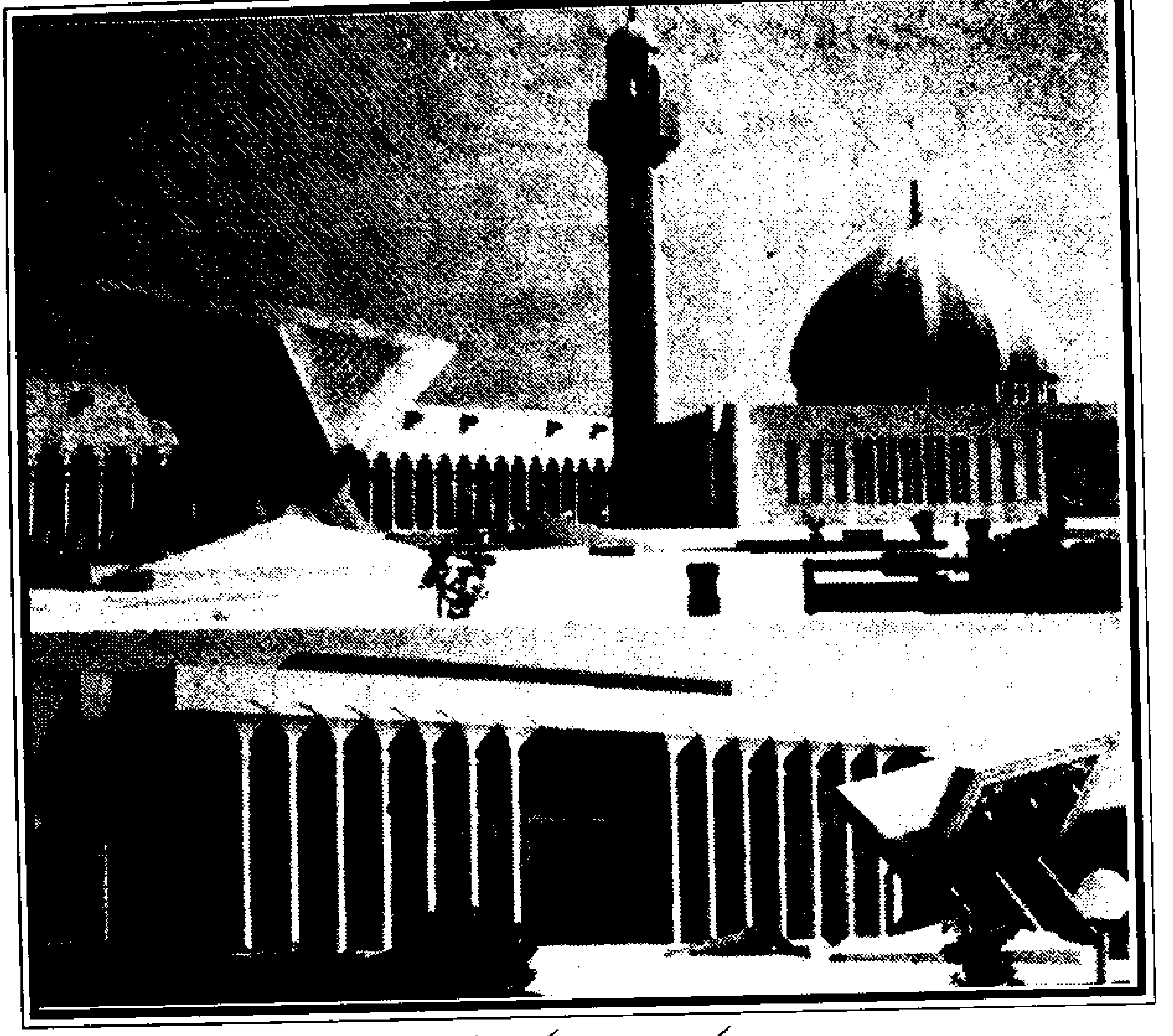

پریس کی عمارت اور پریس کی مسجد کا ایک حصہ

ہے۔ شاہ کی یہ کوشش اس بات کی مظہر ہے کہ وہ اس مقدس کتاب کی اہمیت و وقعت کو سمجھتے ہیں جو مسلمانوں کی خوشحالی اور کامرانی کے سفر میں ایک مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

مقام مطبع:

یہ جگہ تبوک سڑک پر ۲۵ ڈگری شمال اور ۳۹ ڈگری مشرق میں واقع ہے اور سمندر کی سطح سے ۲۵۰ میٹر بلندی پر ہے۔

طباعت کی گنجائش:

اس چھاپہ خانہ میں قرآن پاک کے ۷۵۰۰۰۰۰ نسخے اور ۱۰۰۰۰۰ مصحف کے ریکارڈ شدہ کیسٹ سالانہ بنانے کی گنجائش ہے۔ ان نسخوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱- ۵۰۰ اول درجے کے نسخے، ۳۱،۵ X ۳۵،۵ سینٹی میٹر، تین رنگوں میں سونے کی پالش کے ساتھ سوائے پہلے اور آخری چار صفحات کے جو آٹھ رنگوں میں چھاپے گئے ہیں۔ ان پر چمڑے کی جلد چڑھی ہے اور بہترین غلاف میں لپٹے ہوئے ہیں۔

۲- ۱۰۰۰۰۰۰ نسخے، ۲۵X۱۷،۵ سینٹی میٹر، دو یا تین رنگوں میں سنہرے رنگ کے ساتھ بہترین مصنوعی

Marfat.com

چمڑے سے مجلد، کاغذ کے لفافے ہیں۔
۳۔۳۵۰۰۰۰۰ نسخے ۱۳۰x۴۰ سینٹی میٹر، دو رنگوں میں سنہری رنگ کے ساتھ بہترین مصنوعی چمڑے سے مجلد، ملائم کاغذ کے لفافے ہیں۔
۴۔۱۰۰۰۰۰۰ نسخے ۱۷٫۵x۲۵ سینٹی میٹر۔ یہ نسخے انگریزی، فرانسیسی، روسی، جرمن اور چینی وغیرہ بہت سی زبانوں میں قرآن پاک کے تراجم کے ساتھ چھاپے گئے ہیں تاکہ دنیا میں عربی زبان سے نابلد مسلم اور غیر مسلم لوگ قرآن پاک کو سمجھ سکیں۔ دو رنگوں میں بہترین مصنوعی چمڑے سے مجلد، کاغذ کے لفافے ہیں۔
۵۔۵۰۰۰۰۰ نسخے، ۱۴x۲۰ سینٹی میٹر، کچھ حصے ڈیزائن سے مزین اور بغیر سنہرے رنگ کے۔
۶۔۱۰۰۰۰۰ ریکارڈ شدہ کیسٹ کے نسخے، جن کی ریکارڈنگ چھاپہ خانے کی ایک عمارت میں ہوئی ہے جس میں ایک اسٹوڈیو خاص طور پر اس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے۔ سعودی عرب یا کسی اور اسلامی ملک کے ایک نمایاں، معتبر اور خوش گلوقاری کی خدمت اس قرأت کی ریکارڈنگ کے لئے حاصل کی جاتی ہیں۔ ہر نسخے میں ۲۵ گھنٹے کی ریکارڈنگ والے ۲۴ کیسٹ ہیں۔ کیسٹ کا سائز ۷x۱۱ سینٹی میٹر ہے۔ اور ہر ایک کے اوپر اس میں ریکارڈ شدہ حصوں کی

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد ابن عبدالعزیز مدینہ منورہ میں قران پرنٹنگ پریس کا معائنہ کرتے ہوئے۔ تصویر میں شہزادہ سلطان ابن عبدالعزیز بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

شناخت کے لئے لیبل پر نشاندہی کی گئی ہے۔ ہر کیسٹ پلاسٹک کے ڈبے میں بند ہے جس پر ملائم کاغذ چڑھا ہے۔

مطبع کے منصوبے کا عماراتی نقشہ:

۱۳۹۱ صدی ہجری میں راقم الحروف علی حافظ نے المدینہ اخبار کے ۲۲۴۱ ویں شمارے میں ایک مضمون لکھا جس میں انہوں نے ایک اسلامی پرنٹنگ پریس مکہ معظمہ، مدینہ منورہ یا ریاض میں قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے اس کے لئے مدینہ منورہ کو ترجیح دینے کی تجویز پیش کی کیونکہ اسلام کے دور آغاز میں قرآن پاک کے پاروں کو وہیں یکجا کر کے لکھا گیا تھا۔ یہ مقدس کتاب وہاں کئی زبانوں میں چھپنی ہے۔ اس مضمون کی نقل اس کتاب کے عربی ایڈیشن میں موجود ہے۔

Marfat.com

شاہ فہد کے ہاتھوں مسجد نبوی کی عظیم توسیع

جزیرہ نمائے عرب کو متحد کر کے ایک مضبوط حکومت قائم کرنے والے شاہ عبدالعزیز السعود مرحوم نے مسجد

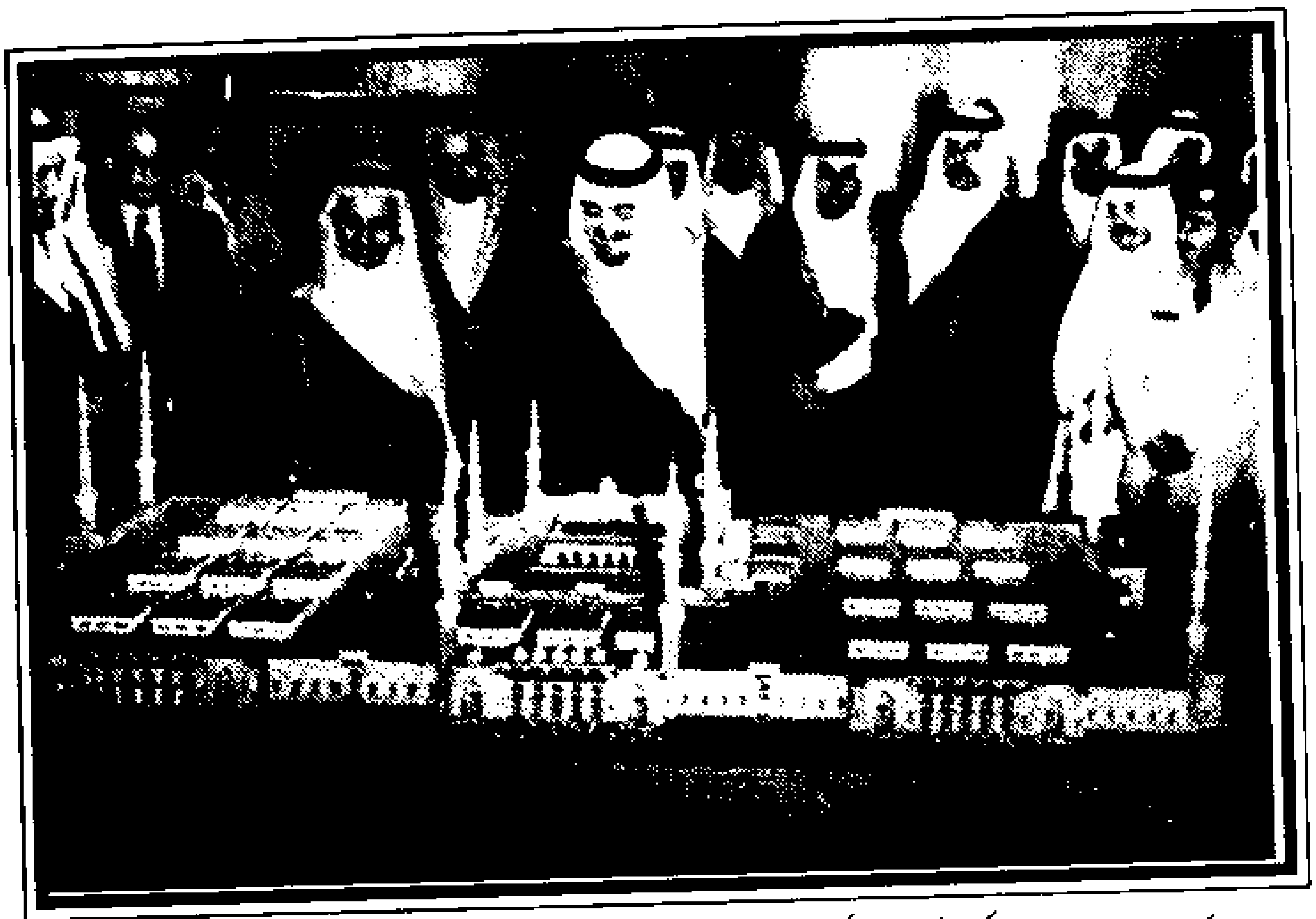

مسجد نبوی کی توسیع و تجدید کے منصوبے کا نمونہ شاہ فہد ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ ان کے دائیں جانب بن لادن کے نمائندے بکر اور یحییٰ دیکھے جاسکتے ہیں۔

نبوی کی عظیم تر توسیع کا ارادہ کیا تھا جو خدا کے فضل و کرم سے ان کے لائق فرزند خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا۔

مسجد نبوی کی توسیع کے لئے المدینہ اخبار کی تجویز:

المدینہ اخبار نے ۶ شعبان ۱۳۶۸ھ کو شمارہ نمبر ۲۹۷ میں متعلقہ عہدیداران سے مسجد نبوی کی توسیع کے لئے گزارش کی۔ اللہ کے فضل و کرم سے شاہ عبدالعزیز مرحوم نے اس منصوبے کو پسند فرما کر منظور کردیا اور اس وقت کے مدینہ منورہ کے نائب گورنر شہزادہ عبداللہ السدیری کو حکم نامہ نمبر ۲/۴/۲۴ ۱۳۷۸ بتاریخ ۱۲-۸-۱۳۶۸ کے ذریعے ہدایت فرمائی کہ ہمیں جلالتہ الملک کی منظوری سے مطلع کیا جائے اور یہ کہ چونکہ ایام حج

مدینہ منورہ کے شہریوں کے درمیان گھرے ہوئے خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد مسجد نبوی کی توسیع کے پروجیکٹ کا افتتاح فرما رہے ہیں۔

Marfat.com

قریب ہیں، اس لئے حج کے بعد توسیع کے منصوبے پر عمل کیا جائے گا۔ شہزادہ السدیری نے پہلے زبانی اور پھر اپنے مراسلہ نمبر ۶۰/۲۳/۸/۷/۱۳۳ کے ذریعے تحریری طور پر ہمیں شاہی فرمان کے بارے میں آگاہ کیا۔ ان کا یہ مراسلہ المدینہ اخبار کے شمارہ نمبر ۳۰۱ میں بتاریخ ۹-۵-۱۳۶۸ شائع کیا گیا۔

المدینہ اخبار نے مسجد نبوی کی توسیع کے لئے تجویز پیش کرنے میں شاہ عبدالعزیز مرحوم اور خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد دونوں کے دور حکومت میں پیشقدمی کی۔ اخبار نے ۲۱ رمضان ۱۴۰۲ ہجری کو شمارہ نمبر ۵۵۹۴ میں ایک مضمون شائع کیا جس میں مسجد کی تنگ جگہ کی نشاندہی کی اور خادم الحرمین الشریفین سے درخواست کی کہ مسجد نبوی کی دوبارہ توسیع کے لئے احکام جاری فرمائیں۔ اخبار نے تجویز پیش کی کہ مسجد کے غرب میں جہاں دس سال پہلے زمین حاصل کرلی گئی تھی توسیع کی جاسکتی ہے۔ اس جگہ کی حد شارع المناخہ کی مسجد کی دیوار تک تھی۔ اس کا کل رقبہ ۲۵۲۷ مربع میٹر تھا۔ تجویز پیش کی گئی تھی کہ توسیع دو منزلہ عمارت کی موجو مکمل ائیر کنڈیشنڈ ہو۔

یہ مضمون ۱۴۰۲ ہجری میں شائع ہوا تھا اور خادم الحرمین الشریفین نے محرم ۱۴۰۳ ہجری میں مدینہ منورہ کا دورہ کیا اور مجلس وزراء کا اجلاس طلب کیا۔ اس اجلاس میں مدینہ منورہ میں جن منصوبوں پر عمل در آمد ہونا تھا زیر بحث لائے گئے جن میں مسجد نبوی کی توسیع کے منصوبے کی شق ایجنڈے میں سرفہرست تھی۔ شاہ فہد نے اس توسیع کے لئے جتنے بڑے علاقے کو شامل کرنے کے احکام صادر فرمائے میری یا کسی اور شخص کی امید سے کہیں زیادہ تھا۔ یہ جگہ غرب میں شارع المناخہ تک، شرق میں شارع ابوذر تک، البقیع کے متوازی اور شمال میں شارع السحیمی تک پھیلی تھی۔

مسجد نبوی میں مختلف ادوار میں کی گئی توسیع کا مختصر حال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مسجد تقریباً ۲۴۷۵ مربع میٹر جگہ پر تعمیر فرمائی تھی۔ اس میں خلیفہ عمر ابن الخطابؓ نے ۱۱۰۰ مربع میٹر، خلیفہ عثمان ابن عفانؓ نے ۲۹۶ مربع میٹر، بنی امیہ کے خلیفہ الولید ابن ابوملک نے ۲۳۶۹ مربع میٹر، عباسی خلیفہ المہدی نے ۲۴۵۰ مربع میٹر، مصر کے سلطان الاشرف قایتبائی نے ۱۲۰ مربع میٹر، ترکی کے

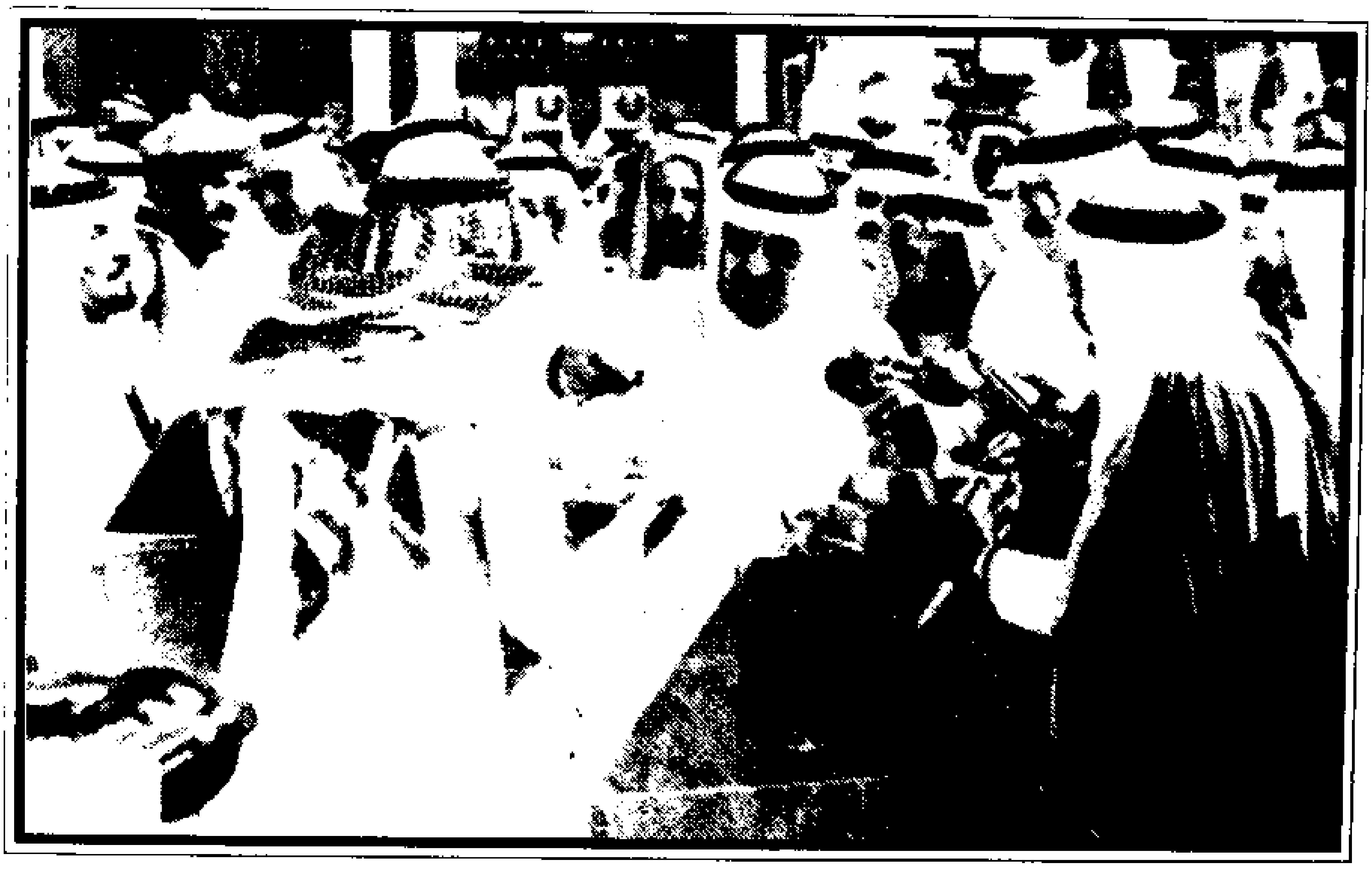

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد ابن عبدالعزیز مسجد نبوی کی توسیع و تجدید کے لئے سنگ بنیاد رکھ رہے ہیں۔

Marfat.com

سلطان عبدالمجید نے ۱۲۹۳ مربع میٹر اور شاہ عبدالعزیز السعود نے ۶۲۲۴ مربع میٹر کی مزید توسیع کرائی۔ شاہ عبدالعزیز کے ذریعے کرائی گئی توسیع کے بعد مسجد نبوی کا کل رقبہ ۱۶۳۲۷ مربع میٹر ہو گیا تھا۔

شاہ فہد کے ذریعے ہونے والی توسیع کے اعداد و شمار:

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کے ذریعے کی گئی توسیع کے بعد مسجد نبوی کا رقبہ ۸۲۰۰۰ مربع میٹر ہے۔ اس میں ۱۳۵۰۰۰ اشخاص کی گنجائش ہے۔ میناروں کی تعداد بڑھا کر ۶ کر دی گئی ہے۔ جن میں سے ہر ایک کی بلندی عموماً ۷۲ میٹر کی بجائے ۹۰ میٹر کردی گئی ہے۔ درمیانی اور معاون دروازوں کے علاوہ اس میں ۷ صدر دروازے ہوں گے۔ مسجد میں ہجوم کے داخلے کی سہولت کی خاطر کل ۱۶ دروازے ہوں گے۔

مسجد کی چھت کا استعمال:

اس توسیع کے بعد مسجد کی سطح چھت نماز کے لئے استعمال کی جائے گی جس سے نمازیوں کیلئے گنجائش بڑھ کر ۲۴۰۰۰۰ ہو جائے گی۔ توسیع شدہ عمارت مکمل طور سے ایئر کنڈیشنڈ ہو گی اور مسجد کے شہتیروں میں ہوا کی نکاسی کے لئے روزن ہوں گے۔

(جس دوران میری (راقم الحروف کی) اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن چھپنے کی تیاری میں تھا۔ خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد مدینہ منورہ کے دورے پر تشریف لائے اور اسی وقت مسجد نبوی کی عظیم تر توسیع کے لئے اپنے مبارک ہاتھوں سے عمارت کا سنگ بنیاد رکھا)

* * * * *

Marfat.com

شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز
ولیعہد و نائب رئیس مجلس
الوزراء اور رئیس نیشنل گارڈ

مدینہ منورہ میں نیشنل گارڈ کی شاخ

مملکت سعودی عرب میں نیشنل گارڈ کے رئیس، نائب رئیس الوزراء، ولی عہد، شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز ہیں۔

نیشنل گارڈ کی شاخیں تمام ملک میں ہیں۔ مدینہ منورہ کی شاخ ۱۳۸۰/۱۳۸۱ ہجری میں قائم کی گئی جو براہ راست جدہ کے مغربی علاقے میں قائم نیشنل گارڈ کی انتظامیہ کو جوابدہ ہے۔ اس شاخ میں مجلس انتظامیہ کے علاوہ مختلف امراض کے علاج کے لئے ایک بہترین اسپتال ہے۔ اس کے علاوہ ایک ملٹری ورکشاپ اور سلاح الاشارہ (سگنل کور) بھی شامل ہے۔

مدینہ منورہ میں ادارہ طیران کی ترویج و ترقی:

۲۶ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ بروز بدھ سعودیہ ایئر لائنز کے ۱۱ ایئر بس ہوائی جہازوں میں سے ایک نے اپنی افتتاحی پرواز مدینہ منورہ سے ریاض کے شاہ عبدالعزیز انٹرنیشنل ایئر پورٹ تک کی۔ افتتاحی تقریب میں نائب ثانی رئیس مجلس وزراء و وزیر دفاع و طیران وانسپکٹر جنرل و چیئرمین سعودیہ بورڈ شہزادہ سلطان ابن عبدالعزیز نے شرکت فرمائی۔ سعودیہ ایئر لائنز کا معیار اور خوبی اس سطح پر پہنچ چکی ہے۔ جہاں آج تک مشرق وسطیٰ میں کوئی ایئر لائنز نہیں پہنچ سکی۔ بڑے وسیع جمبو جیٹ مراکش، ترکی، پاکستان، ایران، مصر، امریکہ، مشرق بعید اور دنیا کے مختلف ممالک کے لئے اڑانیں بھرنے لگے۔

احمد مطر مدیر العام
سعودیہ ایئر لائنز

شہزادہ سلطان ابن
عبدالعزیز، نائب ثانی
رئیس مجلس وزراء و
وزیر الدفاع و طیران

Marfat.com

مدینہ منورہ میں ہوائی جہازوں کی آمدورفت:

۱۳۹۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوائی جہازوں کی آمد و رفت کی تعداد روزانہ ۱۴ اڑانوں کی اوسط سے سالانہ ۴۹۸۱ تھی ۱۴۰۳ھ سال کے آخر میں یہ تعداد بڑھ کر روزانہ ۳۶ اڑانوں کی اوسط سے سالانہ ۱۲۷۹۲ تک پہنچ گئی تھی۔

ہوائی جہازوں کی اقسام:

۱۴۰۴ صدی ہجری میں ہوائی جہازوں کی اقسام ۱۳۹۴ ہجری کے ہوائی جہازوں سے مختلف تھیں۔ پہلے سعودیہ ایئر لائنز کے پاس فوکر ۲۷ ہوائی جہاز تھے اور اس کے بعد کمپنی نے بوئنگ ۷۲۰، ۷۰۷، اور ۷۳۷ حاصل کئے۔

مدینہ منورہ میں مسافروں کی آمدورفت

سال ۱۳۹۶ھ میں مدینہ منورہ ہوائی جہاز سے سفر کرنے والوں کی روزانہ ۵۸۳ کی اوسط سے کل تعداد ۲۰۶۲۴۷ تھی۔ ۱۴۰۳ میں یہ تعداد بڑھ کر روزانہ اوسطاً ۲۵۳۹ سے کل تعداد ۸۹۸۶۷۰ تک پہنچ گئی۔ جن میں ۱۲۷۴ مدینہ منورہ میں داخل ہونے والے اور ۱۲۶۵ باہر جانے مسافر تھے۔

مدینہ منورہ میں شاہ عبدالعزیز لائبریری

شاہ عبدالعزیز لائبریری کا شمار جدید تقاضوں کو پورا کرنے والی لائبریریوں میں ہوتا ہے۔ اس میں علوم کے سارے میدانوں کا احاطہ کرنے والی کتابیں مہیا کی گئی ہیں۔ جن سے نوجوان نسل اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلباء

مدینہ منورہ میں شاہ عبدالعزیز لائبریری

استفادہ کرتے ہیں۔ اس لائبریری کا افتتاح ۱۶ محرم ۱۴۰۳ صدی ہجری کو خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کے ہاتھوں ہوا تھا۔ یہ مسجد نبوی کے قریب شارع المناخہ پر واقع ہے اور اس کا رقبہ ۲۳۰۹ مربع میٹر ہے۔ اس میں ایک باغیچہ اور دو فوارے نصب ہیں۔ عمارت ۶ منزلہ ہے۔

مع الحمود یہ لائبریری کے پندرہ دوسری لائبریریاں شاہ عبدالعزیز لائبریری میں ضم کرلی گئی ہیں۔

Marfat.com

مدینہ منورہ اور وزیر بلدیات و امور دیہی

میں (راقم الحروف) ایک بار وزیر بلدیات و امور دیہی جناب ابراہیم العنقری کی دعوت پر بلدیات اور دیہی کمیٹیوں کے اعلیٰ حکام کے اجلاس میں شرکت کرنے الخبر گیا- جس میں خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کی طرف سے بلدیات کے سابق اعلیٰ حکام کی خدمات کا اعتراف کرنا اور انہیں اعزازات سے سرفراز کیا جانا تھا- ان اعزاز یافتہ حکام میں درج ذیل حضرات شامل تھے- ۱:- جناب شہزادہ فیصل الفہد الفرحان (میئر ریاض) ۲:- جناب عبدالرحمنٰ عبدالعزیز الشعوان (رئیس بلدیہ الخبر) ۳:- جناب محمد علی السنوسی (رئیس بلدیہ جازان) ۴:- جناب سلیمان المعتاز (رئیس بلدیہ الخرج) اور ۵:- علی حافظ (رئیس بلدیہ مدینہ منورہ)- جب میں (راقم الحروف) الخبر میں تھا تو جناب ابراہیم العنقری نے مجھ سے فرمایا کہ انہوں نے مدینہ منورہ کا دورہ کیا اور بلدیہ کی کارگزاری کا معائنہ کرتے ہوئے مدینہ منورہ کے میئر جناب عمر قاضی کے تجویز کردہ منصوبوں کو منظوری دی کہ یہ مدینہ منورہ کی ترویج و ترقی کے لئے خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کے اعلیٰ مقاصد کے عین مطابق ہے- انہوں مزید فرمایا کہ شاہ فہد کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے انشاءاللہ مدینہ منورہ ہر لحاظ سے ایک مثالی شہر بنایا جائے گا- اور ہم سب ان مقاصد کی تکمیل کے لئے اپنی کوششوں میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرینگے-

جناب ابراہیم العنقری وزیر امور بلدیہ والقرویہ

مدینہ منورہ میں اسلام کی پہلی بلدیہ:

دین اسلام پھیلنے کے بعد جو پہلی بلدیہ قائم کی گئی وہ مدینہ منورہ میں تھی- یہ خلیفہ دوم حضرت عمر ابن الخطابؓ نے قائم کی جسے دارالحسبہ *کہتے تھے- مدینہ منورہ کے لوگ رئیس بلدیہ کو المحتسب اور بلدیہ کو عشتہ المحتسب کے نام سے پکارتے تھے- یہ نام ترکی دور حکومت کے آخری ایام تک رہے- عشتہ المحتسب کا جائے مقام جیسے کہ مجھے اپنے بچپن میں یاد ہے سوق الحبابہ کے آخری سرے پر تھا- اس وقت محتسب کے اختیارات اتنے وسیع تھے کہ وہ ملزموں کو جیل بھیج سکتا تھا، کوڑے اور دوسری سزائیں تجویز کرسکتا تھا-

* (اس موضوع پر معلومات "لسان العرب" کتاب سے حاصل کی گئیں اور کچھ معلومات مدینہ منورہ کے میئر جناب عمر قاضی، انجینئر جناب انور الیاس، جناب عبداللہ محمد زاہد اور مدینہ منورہ کی کچھ دوسری ممتاز شخصیتوں نے فراہم کیں)

عمر ابن الخطابؓ اور بلدیہ کی کارگزاری:

خلیفہ دوم حضرت عمر ابن الخطابؓ نے مسلمانوں کے طرز زندگی کو بہت غور و فکر کے ساتھ اہمیت دی اور بذات خود ان کے مسائل حل کرنے پر توجہ دی- چاہے ان کے مسائل معمولی نوعیت کے کیوں نہ ہوں انہیں حل کر کے اپنے عوام کو تحفظ اور خوشحالی بہم پہنچانا ہی اپنا نصب العین سمجھا-

Marfat.com

خلیفہ دومؓ شہر کی صفائی کو خاص اہمیت دیتے تھے اور جو لوگ اس کا خیال نہیں رکھتے تھے، سزا کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ کتاب "لسان العرب" کی جلد نمبر ۱۲ میں درج ہے کہ جب حضرت عمرؓ مکہ معظمہ آتے تھے تو خود سڑکوں اور گلیوں میں گشت کر کے لوگوں کو اپنے مکانوں کے صحن کی صفائی کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ ایک بار ابوسفیان کے مکان کے پاس سے گزرتے ہوئے انہوں نے صحن میں کوڑا کرکٹ پڑا دیکھا تو اسے صاف کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ابوسفیان نے کہا ابھی نوکر موجود نہیں ہیں۔ وہ آئیں گے تو صفائی ہو جائے گی۔ لیکن جب حضرت عمرؓ دوبارہ اس گھر کی طرف سے گزرے تو انہوں نے کوڑا کرکٹ اس طرح بکھرے ہوئے دیکھا اور انہوں نے ابوسفیان کو اپنے ہاتھ سے کوڑے لگائے۔

اس واقعہ سے بلدیہ کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور سڑکوں وغیرہ کا معائنہ مستقل کراتے رہنا چاہیے۔ بلدیہ کے رئیسوں کو اس واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ انہیں حضرت عمرؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے دفتروں میں بیٹھ کر رپورٹ لینے کی بجائے بذات خود معائنے کے لئے گشت پر نکلنا چاہیے۔

عہد عثمانیہ الترکی میں بلدیہ مدینہ منورہ کے رئیس:

جناب علی دیری، جناب یوسف شصلی، جناب محمد داغستانی، جناب حسن عطار، جناب محمد حمودہ، جناب احمد صافی، جناب خالد خاشقجی، جناب انور عشقی، جناب محمد حسن سمان، جناب زین العابدین مدنی، جناب شریف بک جمال، جناب محمد علی بک (قائم مقام)، جناب نور الدین بک، جناب جعفر حبشی، جناب صالح شقلبہا۔

انور عشقی

محمد حسن سمان

احمد بن محمد الصافی

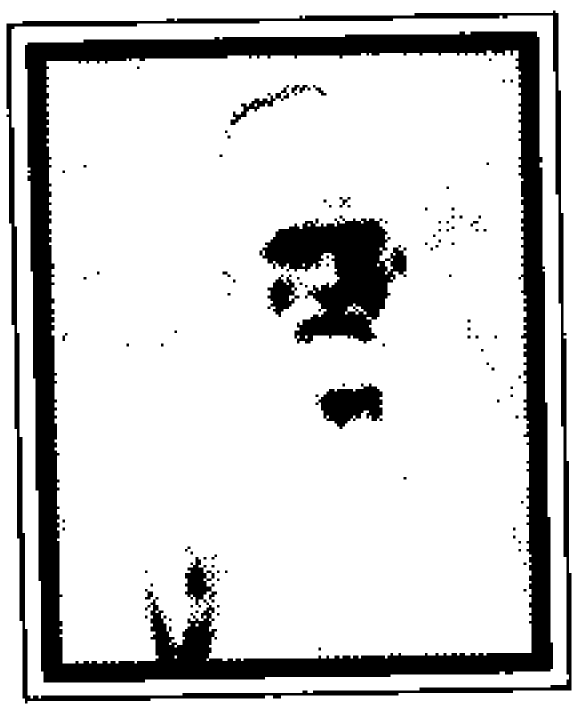

صالح شقلبہا

زین العابدین مدنی

عہد الاشراف میں بلدیہ مدینہ منورہ کے رئیس:

جناب عبداللہ عطاس، جناب حسن داغستانی، جناب محمود عبدالجواد، جناب محمود حلوانی

Marfat.com

جناب محمود عبدالجواد

جناب محمود حلوانی

سعودی عہد میں بلدیہ مدینہ منورہ کے رئیس:

جناب زیاب ناصر، جناب محمد حسن سمان، جناب عبدالقادر غوث، جناب مصطفیٰ عطار؛ جناب امین مدنی، جناب محمد عبدالجواد، جناب صالح المیمان، جناب علی حافظ، جناب صالح فضائلی، جناب عبدالقادر حسن طاہر، جناب صدقہ خاشقجی۔

سید مصطفیٰ عطار

سید عبدالقادر غوث

شیخ محمد حسن السمان

شیخ ذیاب ناصر

علی حافظ

شیخ صالح المیمان

شیخ محمد عبدالجوار

سید امین مدنی

شیخ صالح عبداللہ فضائلی

شیخ عبداللہ القادر حسن طاہر

شیخ صدقہ خاشقجی

Marfat.com

میئر عمر قاضی:

انجینئر جناب عمر قاضی

۲۰ شوال ۱۴۰۳ صدی ہجری کو انجینئر جناب عمر قاضی صاحب کو مدینہ منورہ کے قائم مقام میئر کی حیثیت سے متعین کیا گیا۔ بعد میں شاہی فرمان نمبر ۲۲۵ بتاریخ ۹-۷-۱۴۰۴ کی رو سے انہیں یکم رجب ۱۴۰۴ سے مدینہ منورہ کا میئر نامزد کر دیا گیا

عبدالوہاب عبدالواسع
وزارت حج و اوقاف

مدینہ منورہ میں وزارت حج و اوقاف کے منصوبے

مدینہ منورہ میں وزارت حج و اوقاف کے منصوبوں میں مندرجہ ذیل جگہوں کی توسیع و نگہداشت بھی شامل ہے۔ مسجد قبا، مسجد قبلتین، مرکز الداودیہ، قربان علاقے کے رہائشی اور تجارتی مراکز، مسجد ابوبکرؓ کے قریب کی عمارت، زائرین کے قیام و طعام اور استعمال میں آنے والا علاقہ۔ ان میں کچھ منصوبے مکمل ہیں اور کچھ زیر تکمیل ہیں۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کے ہاتھوں افتتاح شدہ عظیم منصوبوں میں ایک مسجد قبا کی توسیع بھی شامل ہے۔ اس تصویر میں شاہ، مسجد قبا کی توسیع کے نمونے کا معائنہ کر رہے ہیں۔

Marfat.com

سعودی دور حکومت میں حرم نبوی شریف کے ناظم:

سعودی دور حکومت میں حرم نبوی شریف کے جو سب سے پہلے ناظم مقرر ہوئے وہ جناب زین العابدین مدنی تھے بعد میں انہیں العین الزرقا کا ناظم نامزد کیا گیا۔

حرم شریف کے اوقاف کی کارگزاری کے لئے ایک نگراں کمیٹی مقرر کی گئی جس کے صدر شیخ محمد حسن سمان تھے۔ اور شیخ احمد کمانی، شیخ ابو بکر داغستانی، سید اسعد اسعد اور شیخ محمد القاضی اس کے ممبران تھے۔

بعد میں عبدالجلیل مدنی حرم نبوی شریف کے ناظم مقرر ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد عبدالعزیز مدنی ان کے جانشین ہوئے جن کے بعد سید اسعد اسعد کا نمبر آیا اور ان کے بعد احمد رفاعی کو یہ عہدہ ملا۔

(مجھے اس موضوع پر معلومات سید عبدالعزیز اسعد نے بہم پہنچائیں جو ایک سیکریٹری کی حیثیت سے کام کر رہے تھے اور

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد ابن عبدالعزیز مسجد قبا کی توسیع و تجدید کے پروجیکٹ کا افتتاح کرتے ہوئے

جو ۱۳۶۳ء صدی ہجری میں محکمہ اوقاف کے ناظم مقرر کئے گئے)

سعودی دور حکومت میں اوقاف مسجد نبوی شریف کے ناظم

۱۔ جناب حسین طٰہٰ ۱۳۴۶ صدی ہجری ۲۔ جناب عبید مدنی پانچ ماہ تک اس عہدے پر فائز رہے۔ (میں، راقم الحروف) اکثر ان کے دفتر میں ملاقات کو جاتا تھا اور ایک ملاقات میں انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ اوقاف کے لئے ایک بہت مفید منصوبہ تیار کر رہے ہیں) بعد میں موصوف مجلس مشاورت کے ممبر اور مجلس میں مدینہ منورہ کے نمائندے مقرر ہوئے۔ ریٹائر ہونے تک ایک طویل عرصے وہ اس عہدے پر فائز رہے ۳۔ جناب حسین طٰہٰ ۱۳۶۲ صدی ہجری تک۔ ۴۔ جناب عبدالعزیز اسعد ۱۳۶۲ سے ۱۳۷۶ صدی ہجری تک ۵۔ جناب مصطفیٰ عطار ۱۳۷۶ سے ۱۳۷۹ صدی ہجری تک ۶۔ جناب اسعد طٰہٰ ۱۳۸۰ سے ۱۳۹۶ء صدی ہجری تک ۷۔ جناب محمد عبدالرحمٰن ابو عزہ ۱۳۹۶ سے ۱۴۰۱ صدی ہجری تک ۸۔ جناب اسعد حمزہ شیرہ ۱۴۰۱ سے ابھی تک اس عہدے پر فائز ہیں۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی توسیع

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز نے ۸ صفر ۱۴۰۵ صدی ہجری میں (۲ نومبر ۱۹۸۴ء) بروز جمعرات

Marfat.com

السید اسعد طہ

السید مصطفیٰ عطار

السید اسعد حمزہ شیرہ

السید عبدالرحمن ابوعزہ

السید عبید مدنی

السید حسین طہ

السید عبدالعزیز اسعد

ایک عظیم الشان تقریب کے دوران جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی توسیع و تجدید کے منصوبے کا افتتاح فرمایا- یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر عبداللہ الصالح العبید نے اس موقع پر شاہ فہد کو منصوبے کے بارے میں ضروری معلومات بہم پہنچائیں- تقریب کی کارروائی ٹیلی وژن پر بھی نشر کی گئی جس کو سعودیوں اور سارے مسلمانوں نے بہت دلچسپی سے دیکھا-

رئیس الجامعہ الاسلامیہ الدکتور
عبداللہ الصالح العبید

Marfat.com

جامعہ اسلامیہ کی رسم افتتاح کے بعد خادم حرمین شریفین شاہ فہد یونیورسٹی کی عمارت کے اندر کار میں بیٹھنے کیلئے تشریف لارہے ہیں۔ تصویر میں شاہ کے دائیں جانب اعلیٰ تعلیم کے وزیر جناب شیخ حسن الشیخ اور بائیں جانب شہزادہ سلطان ابن عبدالعزیز اور یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر عبداللہ صالح العبید دیکھے جاسکتے ہیں۔

معالی الاستاذ حسین منصوری
وزیر المواصلات

شاہراہ مکہ المدینہ

شاہراہ مکہ المدینہ ایک جدید سڑک ہے جو دونوں مقدس شہروں کو ایک دوسرے سے منسلک کرتی ہے۔ اس کی لمبائی ۴۱۸ کلومیٹر اور چوڑائی ۷ء۵۱ میٹر ہے۔ سڑک کو منقسم کرنے والی جگہ ۲۰ میٹر چوڑی ہے۔ سڑک پر گاڑیوں کی آمدورفت کے لئے چھ لکیریں ڈالی گئی ہیں اور ۲۹ فلائی اوور پل تعمیر کئے گئے ہیں۔ یہ شاہرہ پرانی سڑک کی جگہ نہیں بنائی گئی۔ بلکہ پرانی سڑک اسی طرح قائم رکھی گئی ہے تاکہ وہ ایام حج کے دوران ٹریفک کی بھیڑ میں آسانی پیدا کرنے کے لئے اور عام دنوں میں جدہ سے مکہ معظمہ تک ٹریفک کی بھیڑ کم کرنے کے لئے ایک متبادل سڑک کا کام دے سکے۔ اس کے علاوہ پرانی سڑک بدر جانے والے زائرین کے لئے بھی سہولت بہم پہنچائے گی۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد ابن عبدالعزیز مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو منسلک کرنیوالی شاہراہ کا افتتاح کرتے ہوئے۔ تصویر میں شاہ کے بائیں جانب وزیر مواصلات حسین منصوری دیکھے جاسکتے ہیں۔

Marfat.com

نقشہ شاہراہ مکہ المدینہ

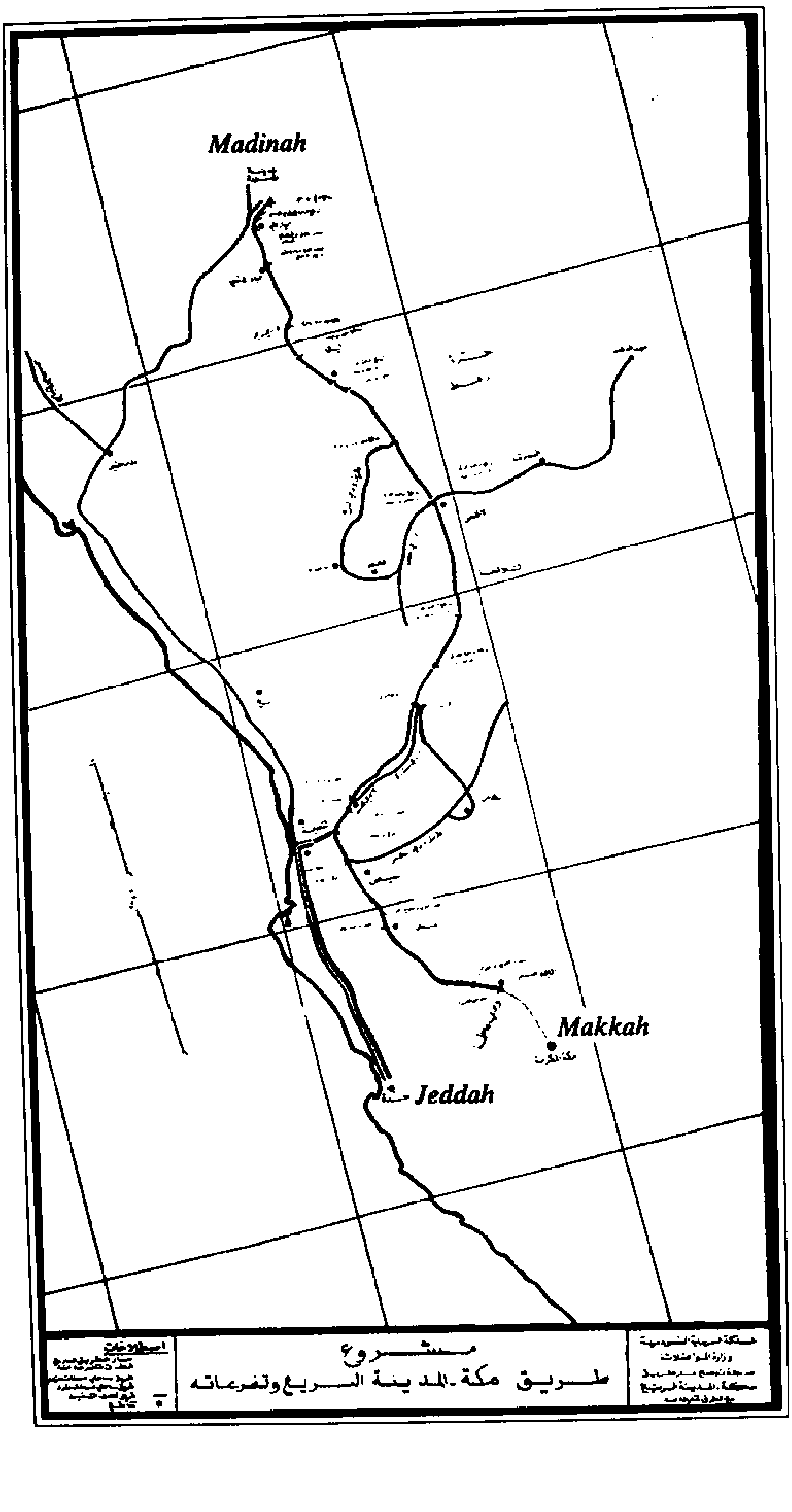

Marfat.com

طریق دائرہ ثانی

وزارت مواصلات کے زیر نگرانی یہ سڑک آجکل زیر تعمیر ہے۔ اس منصوبے پر ۱۹۰ ملین ریال خرچ ہوں گے۔
اس سڑک کو تعمیر کرنے کے لئے جو زمین حاصل کی گئی ہے اس کا معاوضہ ۸۰۰ ملین ریال ہے۔
یہ سڑک دو مرحلوں میں پوری ہوگی۔ پہلے مرحلے میں صرف سڑک بنائی جائے گی اور پھر اس پر جہاں ضرورت ہوگی فلائی اوور (پُل) تعمیر کئے جائیں گے۔
۸ صفر ۱۴۰۵ صدی ہجری (۲ نومبر ۱۹۸۴ء) بروز جمعرات ساحنہ سلطانیہ، وادیٔ عقیق، میں ایک افتتاحی تقریب کے دوران خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد ابن عبدالعزیز نے اس سڑک کا سنگ بنیاد رکھا۔
نیچے کی تصویر میں شاہ فہد طریق دائرہ ثانی کا افتتاح کر رہے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

ملحقات ثانی

Marfat.com

Marfat.com

مدینہ لائبریری

۲۸۰۵ مربع میٹر جگہ پر بنائی جانے والی اس دس منزلہ عمارت کا سنگ بنیاد خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کے ہاتھوں ۲۱ دسمبر ۱۹۹۰ء کو رکھا گیا۔

ملٹی ملین ریال کی لاگت کے اس اسلامی پروجیکٹ کا سنگ بنیاد رکھتے وقت شاہ فہد نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ سعودی گورنمنٹ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جیسے مقدس شہروں کی ترویج و ترقی کے لئے ہر وقت کوشاں رہنا اپنا فرض اولین سمجھتی ہے اور اسلامی شریعت پر عمل درآمد کے لئے پابند ہے۔ انہوں نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو قرآن پاک اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔

مسجد نبوی کے جنوب مغرب میں بنائی جانے والی اس شاندار عمارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مطہرہ سے برآمد شدہ تبرکات رکھے جائیں گے اور حرم لائبریری اس میں ضم کرلی جائے گی۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد ابن عبدالعزیز مدینہ لائبریری کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے۔

اس کی سطحی، پہلی، دوسری اور تیسری منزل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات مطہرہ زیارت کے لئے رکھے جائیں گے۔ چوتھی اور پانچویں منزل پر حرم لائبریری ہوگی اور زمیں دوز تین منزلوں میں سے دو میں کانفرنس ہال اور دفاتر ہوں گے جبکہ تیسری میں طباعت کی سہولت ہوگی۔

Marfat.com

مسجدِ نبوی شریف کی توسیع و تجدید

مسجد نبوی شریف جس کی توسیع و تجدید کے منصوبے کا سنگ بنیاد ۱۹۸۵ صدی عیسوی میں خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کے ہاتھوں رکھا گیا تھا اور اگلے سال عمارت کا کام شروع ہو گیا تھا بہت تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کر رہا ہے۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد ابن عبدالعزیز ائر کنڈیشن سسٹم کا افتتاح کرتے ہوئے آخری منارے پر نصب ہونے والے ہلال کے نمونے پر بطور یادگار اپنے ہاتھ سے کچھ الفاظ تحریر کر رہے ہیں۔

بن لادن کمپنی کو اس عظیم پروجیکٹ کو مکمل کرنے کا ٹھیکہ دیا گیا ہے۔ کمپنی نے سول ایوی ایشن میگزین کے وفد کو کام کی رفتار کا معائنہ کرنے کے لئے ۱۶ جون ۱۹۹۱ء کو مدعو کیا اور وفد نے کام کی ترقی پر اپنے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اپنے میگزین میں رپورٹ دی کہ مکمل ہونے کے بعد مسجد نبوی دنیا کی تمام احاطہ دار عمارتوں سے بڑی عمارت ہو گی۔ اس کا رقبہ مزید ۸۲۰۰۰ مربع میٹر بڑھکر اب ۱۶۵۵۰۰ مربع میٹر ہو گیا ہے جو قدیم مدینہ منورہ شہر کے رقبے کے تقریباً برابر ہے۔

Marfat.com

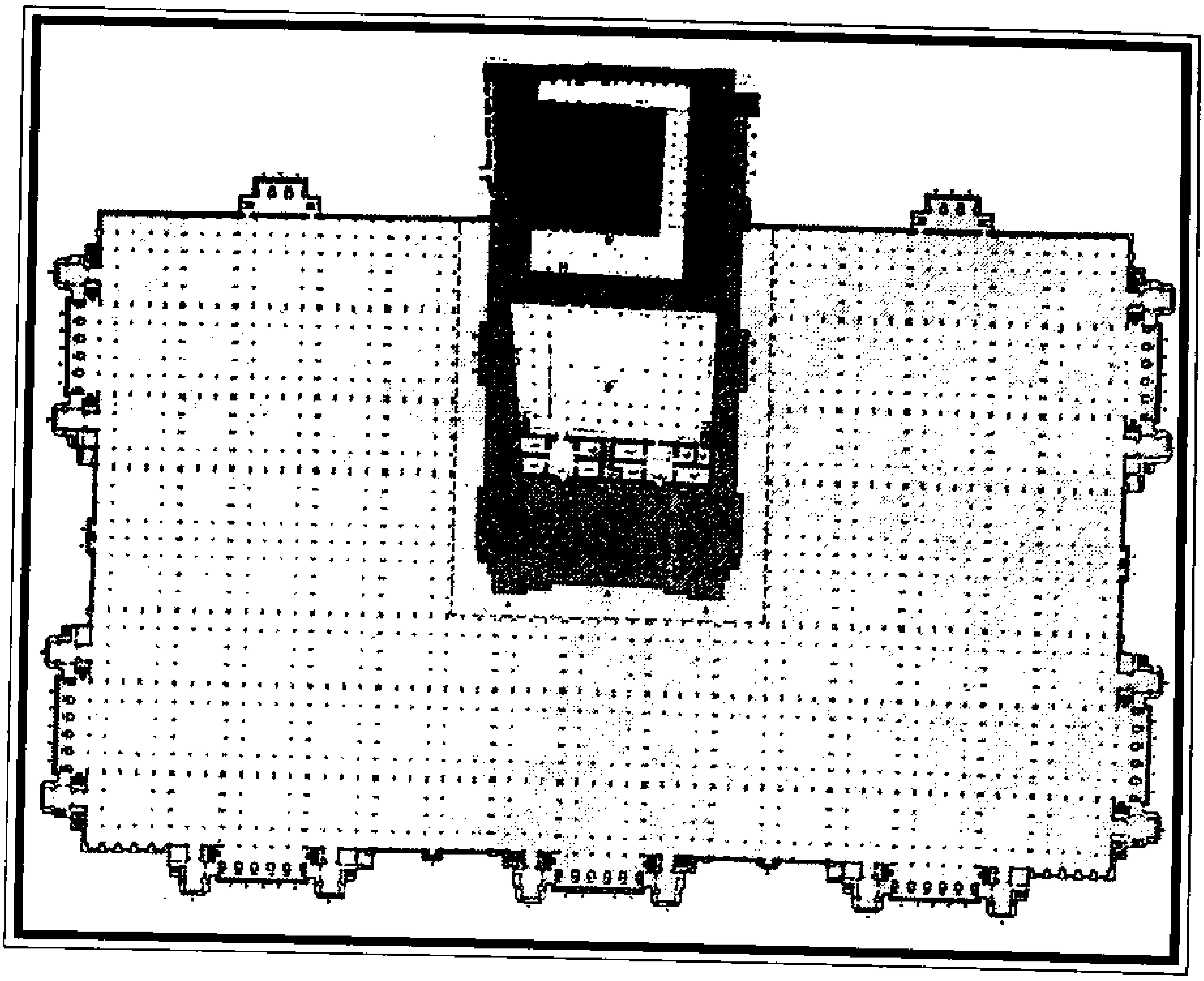

مندرجہ بالا گراف بن لادن کمپنی نے مہیا کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر فرمائی ہوئی مسجد نبوی کا رقبہ اور پھر بعد کے زمانے میں کی گئی توسیع و تجدید کے اعداد و شمار ہیں، جن کی مختصر تفصیل اس طرح ہے:

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے ۷، ھ (۶۲۹ء) میں مسجد کی تعمیر کا رقبہ ۲۴۷۵ مربع میٹر۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۱۷ھ (۶۳۹ء) میں توسیع کا رقبہ ۱۱۰۰ مربع میٹر۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۳۰-۲۹ھ (۶۵۲-۶۵۱ء) میں توسیع کا رقبہ ۴۹۶ مربع میٹر۔

ولید ابن عبد الملک کے ہاتھوں ۹۱-۸۸ھ (۷۱۱-۷۰۸ء) میں توسیع کا رقبہ ۲۳۶۹ مربع میٹر۔

خلیفہ مہدی العباسی کے ہاتھوں ۱۶۵-۱۶۱ھ (۷۸۳-۷۷۹ء) میں توسیع کا رقبہ ۲۴۵۰ مربع میٹر۔

سلطان اشرف قایتبائی کے ہاتھوں ۸۸۸ھ میں توسیع کا رقبہ ۱۲۰ مربع میٹر۔

سلطان عبد المجید عثمانی کے ہاتھوں ۷۷-۱۲۶۵ھ میں توسیع کا رقبہ ۱۲۹۳ مربع میٹر۔

شاہ عبد العزیز ابن سعود کے ہاتھوں ۱۳۷۲ھ میں توسیع کا رقبہ ۶۰۲۴ مربع میٹر۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کے ہاتھوں توسیع کا رقبہ ۸۲۰۰۰ مربع میٹر۔

Marfat.com

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد کا اظہار اطمینان اور اللہ کے حضور اظہار تشکر: خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد جو اس منصوبے کی تکمیل میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں اکثر توسیع کے کام کی رفتار کا معائنہ کرنے تشریف لاتے رہتے ہیں۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کو شاہ نے ایئر کنڈیشنگ سسٹم کا افتتاح فرمایا اور آخری مینار پر نصب ہونے والے ہلال کے نمونے پر اپنے ہاتھ سے بطور یادگار کچھ الفاظ تحریر کئے۔

اس موقع پر شاہ نے کام کی رفتار اور ترقی کا معائنہ کرتے ہوئے اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ انہوں نے اخباری رپورٹروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے خدا سے دعا کرتے ہیں اور اس پاک پروردگار کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے سعودی عرب کی طرف سے انہیں یہ فرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور ایک ایسی عظیم الشان عمارت بنوانے میں مدد فرمائی جس کا کاغذی نقشہ دیکھ کر کچھ لوگوں نے اس پر عمل درآمد کو ناقابل عمل اور ناممکن قرار دیا تھا۔ شاہ نے فرمایا کہ انشاء اللہ، یہ عمارت لافانی ہو گی۔

Marfat.com

مسجد نبوی شریف کی توسیع و تجدید
کا پہلا مرحلہ تکمیل پذیر

مدینہ منورہ کے طیبہ محل میں ۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کو خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد نے علماء، شیوخ اور شہریوں کی جماعت سے خطاب کرتے ہوئے مسجد نبوی کی توسیع و تجدید کے پہلے مرحلے کی تکمیل پر اپنے اطمینان و مسرت کا اظہار فرمایا اور خدا کا شکر ادا کیا جس نے انہیں اس عظیم اسلامی مقصد کو شرمندۂ تعبیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور سعودی مملکت اسی باری تعالیٰ کے فضل و کرم سے تعلیم اور دوسرے میدانوں میں ترقی کی راہ پر گامزن ہوئی۔

شاہ نے مزید فرمایا کہ ملک میں بڑی بڑی فیکٹریاں قائم کرنا اتنا زیادہ اہم نہیں ہے جتنی یہ بات اہم ہے کہ اس پاک سرزمین کے بیٹے ان فیکٹریوں کے ناظم و نگراں ہو کر انہیں چلائیں۔ اس کے لئے انہوں نے سعودی عوام کی تعریف کی جنہوں نے بہت کم عرصے میں اپنے ملک کی ترقی کو اتنا آگے بڑھا دیا۔

اسلامیہ یونیورسٹی مدینہ: اس موقع پر شاہ نے خاص طور سے اسلامیہ یونیورسٹی کا حوالہ دیا جو اسلام کی ترویج و ترقی کے لئے ایک اہم خدمت انجام دے رہی ہے۔ ۸۰ ملکوں سے بھی زیادہ کے طلباء یہاں اسلامی تعلیم پا رہے ہیں جو فارغ التحصیل ہو کر اپنے ملکوں میں جانے کے بعد اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں اور ان میں سے

خادم حرمین شریفین شاہ فہد ابن عبدالعزیز مسجد نبوی کی توسیعی کا نقشہ ملاحظہ فرما رہے ہیں

Marfat.com

کچھ وزیر اور گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدیداروں کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد نے حال ہی میں یونیورسٹی کے لئے ایک نیا شہر تعمیر کرنے کے احکام جاری کئے ہیں۔ اس پروجیکٹ میں اصل جامعہ گاہ کے علاوہ غیر شادی شدہ اور شادی شدہ طلباء، اساتذہ اور محکمۂ انتظامیہ کے ملازمین کے لئے رہائشی مکانات اور دوسری سہولتوں کے علاوہ ایک ہسپتال اور تجارتی مرکز بھی بنایا جائے گا۔

۶۸ ملین ریال کا یہ ٹھیکہ فن تعمیرات میں ماہر ایک فرم کو دیا گیا ہے تاکہ وہ اس پروجیکٹ کا نقشہ اور ٹیکنیکل

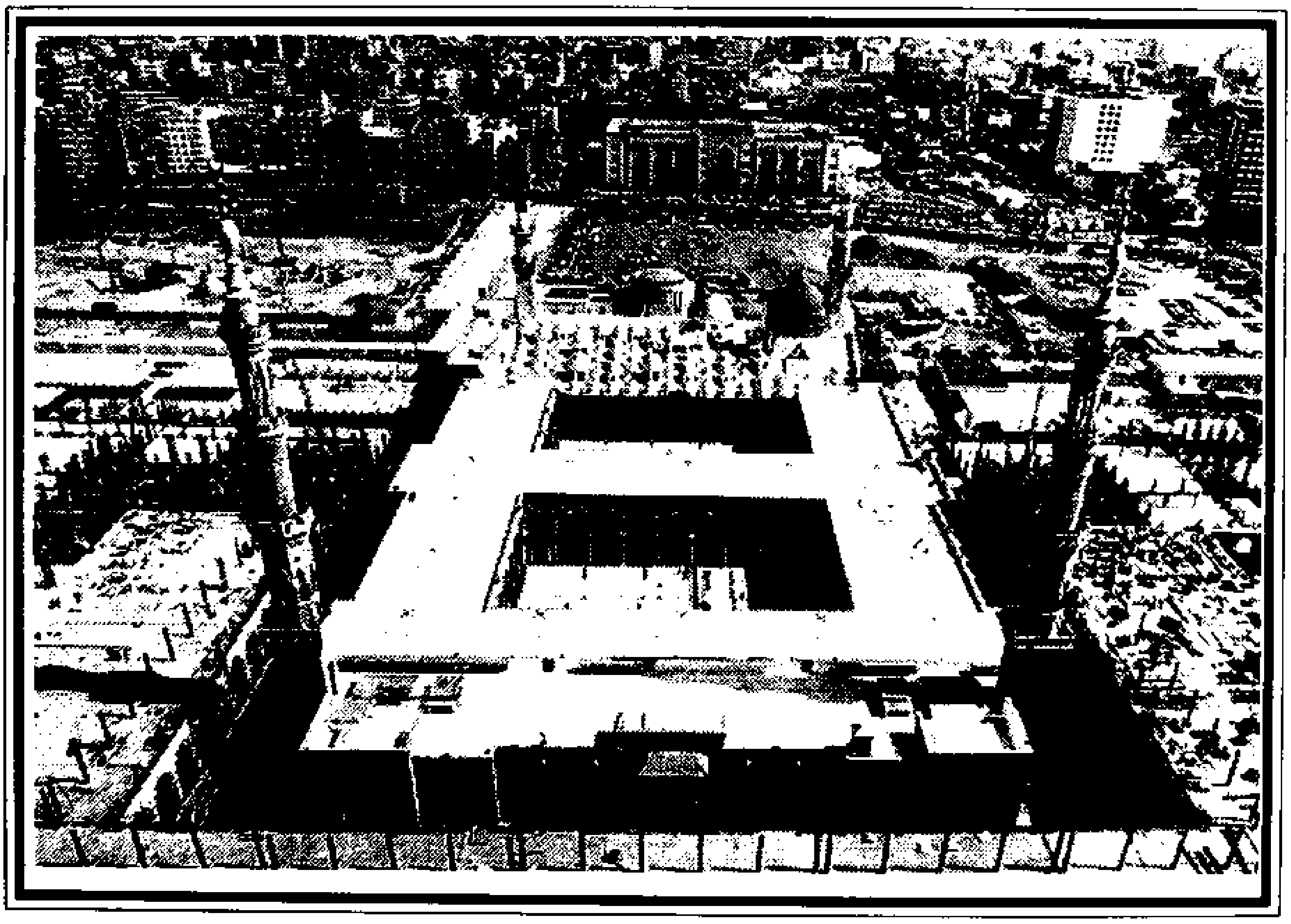

تجدید و توسیع کے پہلے مرحلے کی تکمیل کے بعد مسجد نبوی شریف کا ایک طائرانہ منظر

تفصیلات فراہم کر کے منظوری حاصل کرے۔

شاہ فہد نے اس سلسلے میں بات کرتے ہوئے مزید انکشاف فرمایا کہ ان کے یا ولی عہد مملکت شہزادہ عبد اللہ ابن عبد العزیز کے پاس آنے والا کوئی ضرور تمند کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹتا اور یہی بات گورنمنٹ کے حکام اور گورنروں وغیرہ کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔

Marfat.com

"مسجد نبوی توسیع و تجدید کے بعد دنیا کی سب سے وسیع عمارت"

۱۴۰۰ سال پرانی مسجد نبوی کی عمارت میں، جس کی توسیع و تجدید کے منصوبے پر ۳۰ بلین سعودی ریال کی لاگت آئی ہے، بیک وقت پانچ لاکھ نمازیوں کے لئے گنجائش ہو گی۔ مسجد کے اندر ۲۷۵۰۰۰ اور باہر کے صحنوں میں ۲۵۰۰۰۰ نمازی آسانی سے سما جائیں گے۔ سنگ مرمر کے فرش والی چھت پر مزید ۹۰۰۰۰ نمازی عبادت کر سکیں گے۔

نئی تعمیر میں چھ مزید میناروں کا اضافہ کیا گیا ہے جن میں سے ہر ایک کی اونچائی ۱۰۴ میٹر ہے۔ ہر مینار کے اوپر سونے کا پتر چڑھا ہوا چار ٹن وزنی ہلال کا نمونہ نصب ہو گا۔ عمارت میں ۲۱۷۴ ستون ہوں گے جن میں ہر ایک کا قطر ۱۸،۳ میٹر ہو گا۔

توسیع کے منصوبے کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کی چھت میں ۲۷ بڑے جزو ہوں گے اور ہر جزو میں ریموٹ کنٹرول سے کھلنے اور بند ہونے والے گنبد ہوں گے جو موسم کے اعتبار سے ایک منٹ میں چھتری کی طرح کھولے اور بند کئے جا سکیں گے۔ ہر گنبد ۱۶،۶۵ میٹر اونچا ہے اور ۸۰ ٹن وزنی ہے۔ اس میں آدھا وزن اس دھات کا جو بناوٹ کے وقت ان میں شامل کی گئی ہے۔ ہر حصے پر سنگ مرمر کا فرش ہو گا جس کو اسلامی طرز کے نقش و نگار سے مزین کیا جائے گا۔

عمارت مکمل طور پر ائیر کنڈیشنڈ ہے۔ اس مقصد کے لئے چھ یونٹ لگائے گئے ہیں۔ جن کے ٹھنڈا کرنے کی

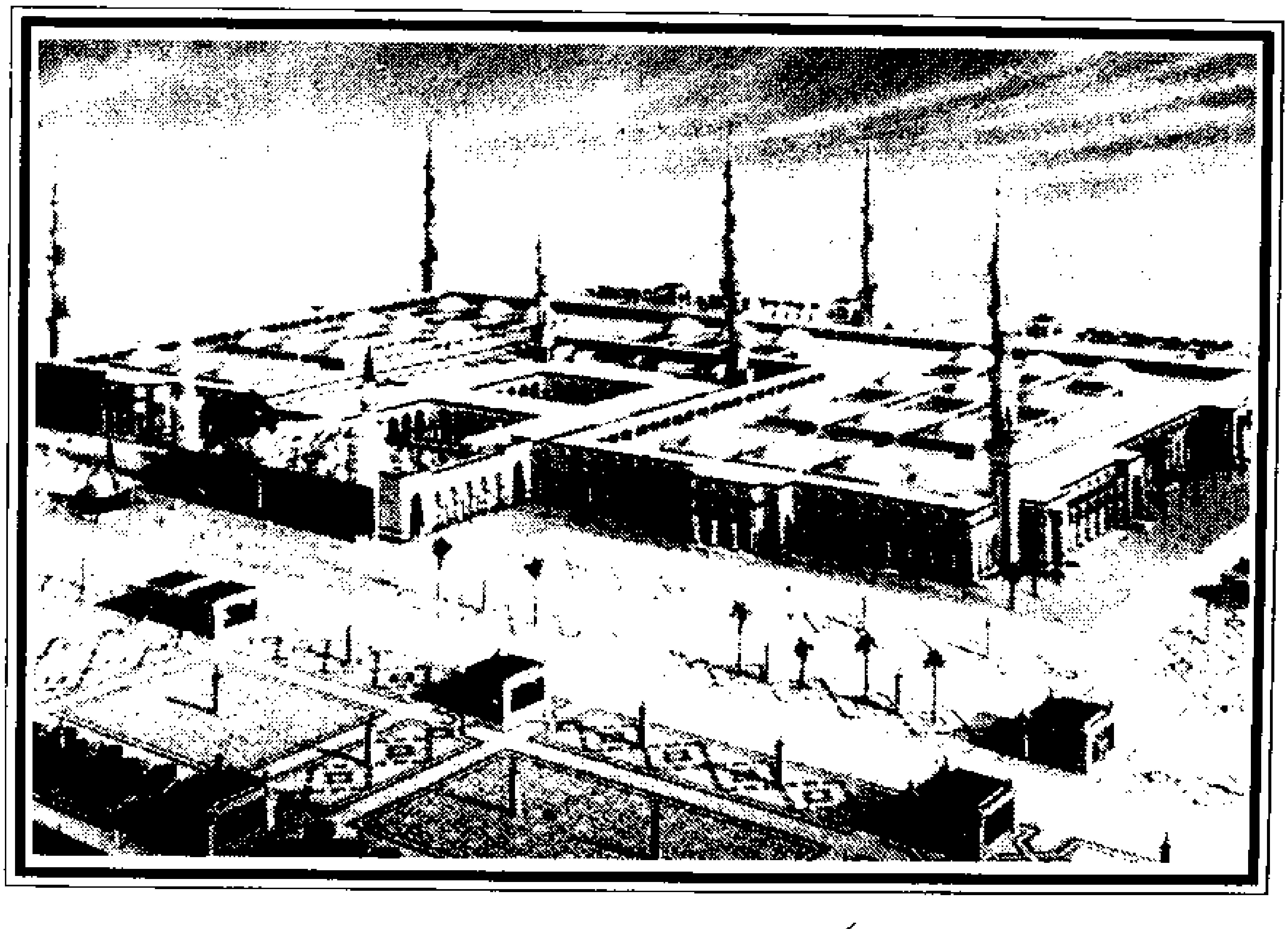

تجدید و توسیع کی تکمیل کے بعد مسجد نبوی شریف کا ایک طائرانہ منظر

Marfat.com

صلاحیت ۱۷۰۰۰ ٹن ہے۔ ان میں سے پانچ مستقل طور سے استعمال میں رہیں گے جبکہ چھٹا اچانک ضرورت پڑنے پر کام آنے کے لئے بند رکھا جائے گا۔ اس کے علاوہ پانچ ۲۰۵ میگاواٹ کے جنریٹر صرف مسجد کے استعمال کے لئے الگ سے بجلی پیدا کریں گے۔

۶۰ بلین ریال کی لاگت میں سے ۳۰ بلین ریال صرف توسیع کے لئے آس پاس کی زمین حاصل کرنے کا معاوضہ دینے، مسجد کو ائیر کنڈیشنڈ اور پارکنگ کی جگہ وغیرہ بنانے پر خرچ ہوئے ہیں۔

عمارت کے شمال، مشرق اور مغرب کی طرف سات دروازے ہوں گے۔ جن میں پانچ متصل اور دو بغلی دروازے ہوں گے۔ جنوبی سمت میں دو صدر دروازے ہوں گے جن میں ہر ایک کے ساتھ چھ متصل اور چھ بغلی دروازے ہیں۔ شمالی سمت میں توسیع والے حصے میں صدر دروازہ خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد سے موسوم ہے۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حرمین شریفین میں توسیع کا کام سات سال پہلے خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد نے شروع کرایا تھا۔ دونوں جگہ شاہ کی مستقل نگرانی میں کام بہت تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں جس مقدس کام کی شروعات شاہ عبدالعزیز مرحوم نے کی تھیں اس خواب کو ان کے لائق فرزند شاہ فہد نے تعبیر عطا فرمائی اور اب یہ دونوں مطہر اور مقدس عمارتیں دنیا کی سب سے عظیم الشان عمارتیں ہیں۔

Marfat.com

فہرستِ مضامین

ــــ کتاب کا تعارف	3
ــــ تقریب	7

باب اول
مدینہ منورہ تاریخ کے مختلف ادوار میں

مضمون	صفحہ نمبر
مدینہ منورہ کے قدیم باشندے	[illegible]
حدود مدینہ منورہ و رقبہ	[illegible]
جبل سلع	13
حصار	14
یہودی قبضہ جارحیت	15
مدینہ منورہ عہد نبوی میں	15
مدینہ منورہ خلفائے راشدین کے زمانے میں	16
مدینہ منورہ عہد اموی میں	18
عین الزرقاء	18
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار	18
معرکہ حرۃ الشرقیہ	18
مدینہ منورہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور میں	19
امویوں کی مدینہ منورہ پر قبضے کی کوشش	20
مدینہ منورہ پر قبضے کی دوسری کوشش	20

Marfat.com

ابن مسیّب پر دُرّے 21
مدینہ منورہ پر امویوں کا قبضہ 21
ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ میں تدفین 21
مدینہ منورہ عباسیوں کے عہد میں 21
نفس زکیہ کا قتل 22
مدینہ منورہ قبل عہد عثمانی 23
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو چرانے کی کوشش 23
حجرہ مطہرہ کا تحفظ 24
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے اجساد مبارک منتقل کرنے کی کوشش 25
احمد ذکی پاشا کی رائے 26
حجاز میں آتشزدگی 27
تین ماہ تک آتشفشانی 27
مسجد نبوی شریف میں آتشزدگی 28
مدینہ منورہ عہد عثمانی میں 29
دیوار مدینہ منورہ 29
عمارت مجیدیہ 31
حجاز ریلوے، مسجد اور کالج 32
قلعہ طائف کے ۴۰ افسروں اور مدینہ منورہ کے ۴۲ باشندوں کو سزائے قید 33
حسب۔ رئیس بلدیہ 37
ترکوں کے عہد میں 37
عہد اشرف میں 37
عہد سعودی میں 37
عہد ترکی میں مدینہ منورہ کا محاصرہ 37
مدینہ منورہ عہد ہاشمی میں 39
شہریوں کی واپسی 40
قلعہ مدینہ میں آتشزدگی 42
قلعے کی جائے وقوع 42
دھماکہ اور آتشزدگی 42
دھماکوں کا سبب 43
دھماکوں سے نقصانات 43
مدینہ منورہ سعودی عہد میں 43

Marfat.com

مدینہ منورہ میں علمائے اسلام 44

باب دوم
مسجد نبوی شریف گزشتہ ۱۴ صدیوں میں

مسجد کی جائے وقوع 49
زمینِ مسجد 49
عہد نبوی میں تعمیرِ مسجد 50
حدود مسجد نبوی 50
جنوبی دیوار 50
شمالی دیوار 50
شرقی دیوار 51
غربی دیوار 51
عہد نبوی میں مسجد کے دروازے 51
شرقی دروازہ 51
غربی دروازہ 51
جنوبی دروازہ 52
شمالی دروازہ 52
محرابِ نبوی 52
مسجد نبوی میں بیت المقدس کی جانب مصلیٰ 52
اسطوانۂ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر مصلیٰ نبوی 53
مسجد نبوی کے تاریخ ساز اساطین 53
۱۔ اسطوانۂ مطیبہ معطرہ 53
۲۔ اسطوانۂ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا 53
۳۔ اسطوانۂ توبہ 53
۴۔ اسطوانۂ سریر 54
۵۔ اسطوانۂ محرس 54
۶۔ اسطوانۂ وفود 54
۷۔ اسطوانۂ مربعہ قبر 54

Marfat.com

۸- اسطوانۂ تہجد 54
منبر نبوی 54
منبر شریف کی تعمیر و تجدید 55
بعد کے مصنوعہ منبر 55
روضۂ مطہرہ 55
سلطان سلیم عثمانی کی تزئین 55
منارِ مسجد نبوی 57
سلطان عبد المجید کی تجدید کے دوران بنائے گئے مینار 57
۱- مینارۂ شامیہ غربیہ 57
۲- مینارۂ شرقیہ 57
۳- مینارۂ جنوبیہ شرقیہ 57
۴- مینارۂ غربیہ جنوبیہ 57
۵- مینارۂ غربیہ 57
سعودی مینارے 57
مسجد نبوی کے وسعت دہندگان 60
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توسیع و تجدید 60
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توسیع و تجدید 60
توسیعِ ولید بن عبد الملک 60
حجرات امہات المومنینؓ کے بارے میں سعید بن المسیب کی رائے 60
خلیفہ مہدی العباسی کی توسیع 60
اشرف قایتبائی کی تجدید و توسیع 62
تجدید قایتبائی کا تذکرہ 62
مسجد نبوی کے رقبے میں اختلاف 62
سلطان عبد المجید کی توسیع و تجدید 63
ملک عبد العزیز کی توسیع و تجدید 66
اداریہ اخبار "المدینہ المنورہ" 66
تعمیر و توسیع کے منصوبے پر عمل 69
عظیم ترین تعمیرات و توسیعات 70
سعودی تعمیر و توسیع کے اہم اعداد و شمار 71
سعودی تعمیرات کے اعداد و شمار 71
جملہ اخراجات 72
مسجد نبوی کی موجودہ تعمیرات 72

Marfat.com

مسجد نبوی کے موجودہ دروازے 72
سعودی دور حکومت میں تعمیر کردہ دروازے 74
تعمیرات مسجد نبوی کی درمیانی مدت 75
وہ حضرات جنہوں نے مسجد نبوی کی صرف تعمیر و تجدید میں حصہ لیا۔ 76
مسجد نبوی میں تعمیرات کی تفصیل 76
مدینہ منورہ کی سڑکیں 76
جنوبی سڑک 76
شمالی سڑک 76
العلاسڑک 77
مدینہ منورہ ریلوے لائن 77
شارع الحجرۃ 77
مسجد نبوی تک سڑکیں 77
شارع باب السلام 77
شارع ملک عبد العزیز 77
شارع سنبلیہ 77
شارع باب المجیدی 77
شارع الحسیمی 77
شارع الساحتہ 77
شارع العینیہ 77
شارع سویقہ 78
شارع الشونہ 78
شارع ابوذر رضی اللہ عنہ 78
فرزندان ملک عبد العزیز 78

باب سوم

بیت النبی -- حجرۂ مطہرہ

حجرۂ مطہرہ 83
حجرۂ مطہرہ کا رقبہ 83
حجرۂ مطہرہ کی حدود 83

Marfat.com

حجرہ مطہرہ کے اوصاف 83
حجرہ مطہرہ میں قبر شریف 84
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر شریف 84
حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قبر شریف بہ روایت نافع 85
حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قبر شریف بہ روایت القاسم 85
نافع ابن نعیمہ کی روایت پر مبنی نقشہ 87
القاسم کے بیان پر مشتمل نقشہ 87
حجرہ مطہرہ میں چوتھی قبر کی جگہ 88
حجرہ مطہرہ میں بعض تبدیلیاں 88
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تقسیم مکان 88
الولید کے ذریعے حجرہ مطہرہ کا انہدام اور دوبارہ تعمیر 88
قبور کی اصلاح و مرمت 88
عمر ابن عبد العزیز کے ذریعے حجرہ مطہرہ کی دوبارہ تعمیر 89
حظیرے کی بیرونی لمبائی 89
غربی دیوار 89
شرقی دیوار 89
شمال غربی دیوار 89
شمال مشرقی دیوار 89
حظیرے کی دیوار کا عرض 89
مقام جبریل علیہ السلام 89
حجرہ مطہرہ کی عمارت 89
روضہ اطہر کے اندر نماز کی ممانعت 90
حجرہ مطہرہ کا اولین گنبد 90
گنبد کی تجدید 90
دوسری آتشزدگی کے بعد گنبد کی تعمیر نو 91
گنبد میں شگاف 91
سلطان محمود کے ذریعے گنبد کی مرمت 91
گنبد کی رنگائی 91
حجرہ مطہرہ کی سعودی دور میں اصلاح و مرمت 91

Marfat.com

باب چہارم
تاریخی مساجد

مسجد قباء 95

مسجد قباء کی تعمیر 95

مسجد قباء کی توسیع و تجدید 95

جائے وقوع ورقبہ 97

مسجد قباء میں منبر 97

مسجد قباء میں مصلیٰ نبوی 99

زیارت مسجد قباء 99

مسجد الجمعہ 99

مسجد کی عمارت 99

مسجد القبلتین 100

مسجد القبلتین کی جائے وقوع 100

مسجد القبلتین کی تعمیر 101

مسجد الفتح 101

مسجد الفتح کی تعمیر 102

مسجد الفتح میں مصلیٰ نبی 102

مسجد الفتح کی جانب جنوب چار مساجد 102

مسجد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ 102

مسجد علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ 102

مسجد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ 102

مسجد غیر مسمیٰ 102

مسجد المصلیٰ 103

مسجد علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ 104

مسجد کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہونے کا سبب 105

مسجد کی جائے وقوع 105

مسجد کی تعمیر و تجدید 106

مسجد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ 106

المناخہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاماتِ نماز 106

Marfat.com

مسجد عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ 106
مسجد الشجرہ 107
تعمیر مسجد الشجرہ 107
مسجد کی جائے وقوع 108
مسجد الفضیخ 108
مسجد الفضیخ کی جائے وقوع 108
مسجد کی طرز تعمیر 109
مسجد السقیاء 109
مسجد السقیاء کی تحقیق 109
مسجد ابوذرؓ 109
مسجد ابوذرؓ کی جائے وقوع 110
مسجد بنو ساعدہ 110
ملک عبد العزیز کی خدمت میں حجازی وفود 111

باب پنجم
البقیع قبرستان اور شہدائے اُحد

جنت البقیع 115
اہل بیتؓ، صحابہؓ و دیگر مسلمان 115
جنت البقیع میں دفن ہونے والے سب سے پہلے انصار و مہاجر 115
قبر عقیل ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ 115
قبور ازواج مطہراتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 117
قبور دخترانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 117
قبور اہل بیتؓ 117
قبور مالک بن انس رضی اللہ عنہ و نافع رضی اللہ عنہ 118
قبور عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ وغیرہ 118
شہدائے الحرۃ کا مدفن 118
قبر عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ 118
قبور فاطمہ بنت اسد و سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ 118
قبر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی) 119

Marfat.com

البقیع کے باہر کچھ صحابہؓ اور اہل بیتؓ کی قبریں۔ 119
قبر اسمعیل ابن جعفر صادق رضی اللہ عنہ 119
قبر ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ 119
قبر والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم 119
قبر النفس زکیہ رضی اللہ عنہ (عرف مہدی) 119
قبر مالک ابن سنان رضی اللہ عنہ 119
بنی امیہ کے دور میں جنت البقیع کی توسیع 119
سعودی دور حکومت میں جنت البقیع کی توسیع 120
بقیع العمات کی شمولیت 120
قرب وجوار کے علاقے کی شمولیت 120
دو نئے دروازے 120
سید الشہداء حضرت حمزہ ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ 121
سید الشہداء کی قبر 122
قبور شہدائے جنگ اُحد 122

باب ششم
تاریخی کنوئیں

بئر (کنواں) بضاعۃ 127
کنوئیں کی جائے وقوع 127
کنواں موجودہ حالت میں 127
بئر حاء 127
جائے وقوع 128
موجودہ حالت 128
بئر البصہ 128
جائے وقوع 128
موجودہ حالت 128
بئر اریس یا الخاتم 128
جائے وقوع 129
بئر الغرس 129
جائے وقوع 129

Marfat.com

بئر السقیا 130
جائے وقوع 130
بئر الرومہ (عثمان رضی اللہ عنہ) 130
جائے وقوع 130
بئر العھن (الیسیرہ) 130

باب ہفتم
السقیفہ بنی ساعدہ

السقیفہ بنی ساعدہ 133
مثلث السلطانیہ 133
السقیفہ کی تاریخی حیثیت 133
مثلث السلطانیہ 134

باب ہشتم
اُحد اور پانچ معرکے

جنگ اُحد 139
کفار کی فوج 139
مجلس شوریٰ اور قریش فوج کی جاسوسی 139
مسلم فوج 140
جبل الرُمہ کے تیر انداز 141
جنگ کا دن 141
تیر اندازوں کی غلطی اور مسلمانوں کی شکست 142
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت اور استقلال 142
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی جائے شہادت 143
اُحد کا پہلا میدان جنگ (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی جائے شہادت) 144
جنگ اُحد کے پانچ میدان 145
مسلمانوں کی عزت و سطوت کی بحالی 146
معرکہ اُحد سے عبرت و درس 146

Marfat.com

باب نہم

معرکۂ الاحزاب۔۔ معرکۂ خندق

بئرِ معونہ 151

معرکۂ الاحزاب و خندق 152

اتحادیوں کی فوج 152

یہودیوں کی جنگ 152

اتحادیوں کی نقل و حرکت کی خبریں 153

خندق اور اس کا مقام 153

خندق کی گہرائی، لمبائی و چوڑائی 153

مسلم فوج 154

اتحادیوں کا کیمپ 154

جنگ کی شروعات 154

بنی قریظہ کی دغا بازی 154

رسول اللہ ﷺ کی غطفان سے مصالحت کی گفتگو 155

نعیم ابن مسعود کا کردار 155

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا 156

اتحادیوں میں جنگ سے بے اطمینانی 156

اتحادیوں کی شکست 156

دونوں حریفوں کے نقصانات 157

جنگ کی تاریخ اور محاصرے کی مدت 157

خندق کی موجودہ جائے وقوع 157

المطری اور باشمیل کے نظریات و دلائل 158

یہودیوں کا خاتمہ 159

خندق کی جنگ سے ملے ہوئے درس 159

Marfat.com

باب دہم
مدینہ منورہ میں تعلیم

جامعہ اسلامیہ 163

جامعہ اسلامیہ قائم کرنے میں عربی اخبار المدینہ المنورہ کا حصہ 163

یونیورسٹی کے نظریات ومقاصد 163

طلبا کی تعداد 163

یونیورسٹی کی جگہ 164

مدینہ منورہ میں لڑکوں کے اسکول 164

مدینہ منورہ میں کنگ عبد العزیز یونیورسٹی کا پہلا کالج 164

مدینہ منورہ میں طالبات کے اسکول 164

طالبات کے پرائیوٹ اسکول 165

صنعتی اسکول 166

ریگستان میں تعلیم۔مدرسہ الصحرا (المسیجید) 167

مدرسہ الصحرا کے اعداد و شمار 168

مدینہ منورہ میں لائبریریاں 169

شیخ الاسلام عارف حکمت لائبریری 169

محمودیہ لائبریری 169

مسجد نبوی کی لائبریری 170

مدینہ پبلک لائبریری 170

پرائیویٹ اور اسکول لائبریریاں 170

المدینہ المنورہ اخبار کا ظہور 170

اخبار کے یادگار ارتقائی مراحل 170

باب یازدہم
مدینہ منورہ ہمعصر عہد میں

العین الزرقا (نیلا چشمہ) 177

پانی کی سہولت 177

سمندر کے کھارے پانی کو پینے کے قابل بنانے کا عمل 179

Marfat.com

پلانٹ کی خصوصیات 179
مدینہ منورہ میں بجلی کا انتظام 179

باب دوازدہم
مدینہ منورہ میں ترقیاتی منصوبوں پر عملدر آمد

بن لادن کمپنی کے ذریعے منصوبوں پر عمل در آمد 185
میونسپلٹی کا منصوبوں پر عمل در آمد (۱۳۸۵-۱۳۸۱ھ) 185
امور صحت و ہسپتال 187
مستشفیٰ الملک 187
مستشفیٰ الولادۃ 187
اطلاعات و نشریات کے منصوبے 188
القماشہ بازار میں آتشزدگی 188

باب سیزدہم
دفاتر گورنمنٹ و خدماتِ عامہ

جوار مدینہ منورہ کی گورنرشپ 193
سعودی دور حکومت میں مدینہ منورہ کے گورنر 193
مدینہ منورہ کی پولیس 194
مدینہ منورہ میں خدمات ٹیلیفون و ٹیلیگراف کا آغاز 195
سعودی دور حکومت میں ٹیلیفون و ٹیلیگراف کی خدمات کا ارتقاء 195
ڈاک کا نظام 196
مواصلات برید 196
سعودی دور میں محکمہ حج کے مہتمم 196
محکمہ اوقاف 196

Marfat.com

ملحقات کتاب
مدینہ منورہ کے ترقیاتی منصوبوں میں
شاہ فہد ابن عبد العزیز کا حصہ

مدینہ منورہ میں قرآن پاک کی طباعت کے لئے عظیم الشان پریس 201
مقام مطبع 202
طباعت کی گنجائش 202
شاہ فہد کے ہاتھوں مسجد نبوی کی عظیم تر توسیع و تجدید 204
مسجد نبوی کی توسیع کے لئے المدینہ اخبار کی تجویز 204
مسجد نبوی میں مختلف ادوار میں کی گئی توسیع 205
شاہ فہد کے ذریعے ہونے والی توسیع کے اعداد و شمار 206
مسجد کی چھت کا استعمال 206
مدینہ منورہ میں نیشنل گارڈ کی شاخ 207
مدینہ منورہ میں ادارۂ طیران کی ترویج و ترقی 207
مدینہ منورہ میں ہوائی جہازوں کی آمد و رفت 208
ہوائی جہازوں کی اقسام 208
مدینہ منورہ میں مسافروں کی آمد و رفت 208
مدینہ منورہ میں شاہ عبد العزیز لائبریری 208
مدینہ منورہ اور وزیر بلدیات و امور دیہی 209
مدینہ منورہ میں اسلام کی پہلی بلدیہ 209
عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اور بلدیہ کی کار گزاری 209
عہد عثمانیہ الترکی میں بلدیہ مدینہ منورہ کے رئیس 210
عہد الاشراف میں بلدیہ مدینہ منورہ کے رئیس 210
سعودی عہد میں بلدیہ مدینہ منورہ کے رئیس 211
مدینہ منورہ میں وزارت حج و اوقاف کے منصوبے 212
سعودی دور حکومت میں حرم نبوی کے ناظم 213
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی توسیع 213
شاہراہ مکہ المدینہ 215
طریق دائرۂ ثانی 217

Marfat.com

ملحقات ثانی

مدینہ لائبریری 221
مسجد نبوی شریف کی توسیع و تجدید 222
شاہ فہد کا اظہار اطمینان اور اللہ کے حضور اظہارِ تشکر 224
مسجد نبوی کا پہلا مرحلہ تکمیل پذیر 225
اسلامیہ یونیورسٹی مدینہ منورہ 225
مسجد نبوی توسیع کے بعد دنیا کی سب سے وسیع عمارت 227
نقشہ (مدینہ منورہ ترکی دور حکومت میں) 229
نقشہ (تاریخی و جغرافیائی مدینہ منورہ) 230

Marfat.com

مؤلف

علی حافظ

* ۱۳۲۷ صدی ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدائش ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدینہ منورہ کے اسکولوں میں حاصل کی۔ پھر مسجد نبوی شریف میں داخلہ لیا جو اس زمانے میں ایک یونیورسٹی کی حیثیت رکھتی تھی جس سے علماء فارغ التحصیل ہو کر نکلتے تھے۔ کئی سال بعد وہاں سے معلم کا سرٹیفکٹ حاصل کیا۔

* پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز مدینہ منورہ میں محکمہ مال کے دفتر نظامت میں ایک اکاؤنٹ کلرک کی حیثیت سے کیا۔ بعد میں عدالت شرعیہ میں کلرک کے فرائض انجام دیئے۔ جہاں وہ ہیڈ کلرک بنا دیئے گئے۔ بعد ازاں وزارت زراعت آفس میں ڈائریکٹر اور پھر ۱۳۸۵ صدی ہجری تک مدینہ میونسپلٹی کے چیرمین رہے اور پھر پرائیویٹ بزنس شروع کیا۔

* ۱۳۵۶ صدی ہجری میں اپنے بھائی عثمان حافظ کے ساتھ مل کر المدینہ اخبار نکالا جو تیس سال تک بہ حسن و خوبی نکالتے رہے۔ اب یہ اخبار المدینہ پریس اسٹبلشمینٹ کے تحت نکل رہا ہے۔ لیکن اس کے بعد بھی دونوں بھائی اس میں مضمون لکھتے رہے۔

* ۱۳۵۶ صدی ہجری میں اپنے بھائی عثمان حافظ کے ساتھ مل کر ابتدائی تعلیم کے لئے الصیحید مدرسہ قائم کیا جو جزیرۃ العرب میں صحرا کے بدوؤں کو تعلیم سے روشناس کرانے کے لئے پہلا اسکول تھا۔

* اس حجازوفد کے ایک رکن تھے جسے ۱۳۶۰ صدی ہجری میں شاہ عبدالعزیز مرحوم نے ریاض میں ہونے والی پہلی سعودی نیشنل کانفرنس میں مدعو کیا تھا۔

* بہت سی ادبی اور ثقافتی مجلسوں میں حصہ لیا۔ ۱۳۹۴ صدی ہجری میں عبد العزیز یونیورسٹی کی طرف سے منعقد کی گئی سعودی مصنفین کی کانفرنس میں شریک ہوئے اور سونے کا تمغہ حاصل کیا۔

* ۱۳۹۹ صدی ہجری مسلم ورلڈ لیگ کی طرف سے سائپرس میں ہونے والی انٹرنیشنل کانفرنس میں حصہ لیا۔

* ۱۴۰۰ صدی ہجری میں جکارتا میں ہونے والی اسلامک انٹرنیشنل کانفرنس میں شرکت کی۔

* مطبوعہ کتابیں: "فصول من تاریخ المدینہ المنورہ"، "سوق عکاظ"۔ ٹوکیو میں منعقدہ انٹرنیشنل پریس کانفرنس میں ایک مضمون "اسلام میں انسانی حقوق" انگریزی ترجمے کے ساتھ پڑھا گیا۔ ایک کتاب "اضواء من تاریخ المدینہ" جلد ہی شائع ہونے والی ہے۔ مدینہ منورہ میں کھجور کے درختوں سے متعلق ایک کتاب، شاعری کا مجموعہ "اولادنا"۔

* ۱۴۰۳ صدی ہجری میں جدہ میں المدینہ اخبار کی نئی عمارت کے افتتاح کے موقع پر مولف اور ان کے بھائی عثمان حافظ کو اعزازات سے نوازا گیا۔ مسلم ورلڈ لیگ نے مکہ معظمہ میں طبع ہوئے قرآن پاک کی ایک جلد نذر کی اور وزارت اطلاعات و نشریات نے صحافت کے میدان میں ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ایک سلور ٹرافی سے نوازا۔

* الخبر میں منعقدہ روساً بلدیات کی کانفرنس میں امور بلدیہ و القرویہ کے وزیر جناب ابراہیم العنقری نے مولف کی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے سونے کا تمغہ عطا کیا اور مدینہ منورہ کے میئر جناب عمر قاضی نے بھی ایک تمغے سے نوازا۔

* ۲۳ اپریل ۱۹۸۸ء کو انتقال ہوا۔

Marfat.com